آیۃ الکرسی کی تفسیر پر مشتمل
۲۵ تقاریر میں توحیدِ الٰہی کے تقریباً
تمام پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے

محمد عطاء اللہ بندیالوی

آیۃ الکرسی کی تشریح و تفسیر پر مشتمل

خطباتِ بندیالوی

توحید کے موضوع پر پچیس ۲۵ تقاریر کا مجموعہ

علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی

جلد اول

مکتبۃ الحسینیہ
جامعہ ضیاء العلوم
چوک سیدنا عثمان غنیؓ بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب .... خطبات بندیالوی

مصنف .... محمد عطاء اللہ بندیالوی

کتابت .... حافظ محمد شفیع چوکیروی

پروف ریڈنگ .... بابر فاروق

پریس .... یمانی پرنٹرز لاہور فون: ۷۳۵۷۴۳۰

ناشر .... جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا

ایڈیشن .... اول۔اپریل ۱۹۹۵ء

.... دوم جولائی ۱۹۹۹ء

.... سوم جولائی ۲۰۰۲ء

صفحات ۵۵۸

تعداد .... گیارہ صد

قیمت ....

ملنے کے پتہ

کتب خانہ رشیدیہ — راجہ بازار راولپنڈی فون: ۵۷۷۱۷۹۸

مکتبہ تنویر القران — اردو بازار لاہور

دفتر ماھنامہ نعمہ توحید — جامعہ مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات

آئینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مصنف

میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ خطبات ہندیالوی (جلد اول) کو اتنی پذیرائی ملے گی کہ اسکا پہلا ایڈیشن چند دنوں میں ختم ہو جائے گا۔ اور اسکے دوسرے ایڈیشن کے لئے تیاری کرنی پڑے گی۔ ....

اس دوران میں تبلیغی سفر پر جہاں کہیں بھی گیا علماء کرام' خطباء عظام اور جماعتی احباب نے خطبات ہندیالوی (جلد اول) کو دوبارہ شائع کرنے پر زور دیا۔

بوجوہ اسکی دوبارہ اشاعت میں تاخیر ہوتی گئی ...... میرا خیال یہ بھی تھا کہ خطبات ہندیالوی (جلد دوم) پہلے شائع ہو اور اس کے بعد جلد اول شائع کی جائے! اب اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خطبات ہندیالوی (جلد اول) کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس خوشخبری کے ساتھ کہ خطبات ہندیالوی کی دوسری جلد جس میں سیرت وعظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر پندرہ تقریریں ہونگی ایک دو ماہ میں مارکیٹ میں آجائے گی۔ انشاء اللہ آپ کی دعائیں شامل حال ہوں تو خطبات ہندیالوی کی تیسری جلد عظمت اصحاب رسول کے عنوان سے بہت جلد آپ تک پہنچ جائے گی۔ انشاء اللہ

محمد عطاء اللہ ہندیالوی

۱۵-۵-۹۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں نے پرائمری کا امتحان پاس کیا تو دل و دماغ والد مرحوم کی منشا اور مرضی کو دیکھتے ہوئے دینی تعلیم کی جانب مائل ہو گئے.... فارسی کی تمام کتب انہوں نے خود پڑھائیں ابھی مبتدی طالب علم تھا کہ تین ۳ مرتبہ دورۂ تفسیر القرآن کے لئے ان کے سامنے زانوئے تلمذ خم کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت والد مرحوم کی تقریر اور ان کے انداز خطابت سے میں بہت متاثر تھا۔ ان کی تقریر انتہائی سادہ مگر افہام و تفہیم سے لبریز اور مربوط ہوتی تھی.... وہ ہر موضوع کی بہت خوبصورت اور جاندار تمہید باندھنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے....

دوسری نمایاں وصف ان کی تقریر کی یہ تھی کہ وہ ایک موضوع کو کئی کئی مہینوں تک خطبہ جمعہ میں تسلسل سے بیان کرتے تھے..... ان کی اسی خوبی اور انفرادی انداز کو آپ "خطبات بندیالوی" میں دیکھیں گے.... آیۃ الکرسی کی تشریح و تفسیر پر مشتمل پچیس ۲۵ مفصل اور طویل خطبے آپ کو ایک دوسرے سے مربوط نظر آئیں گے..... والد مرحوم کے انداز بیان اور خطابت سے متاثر ہو کر میں نے خطابت کی اس پرخار وادی میں قدم رکھا تھا.... اور عوامی اجتماع میں پہلی تقریر "وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ" کے موضوع پر والد مرحوم کی موجودگی میں کی تھی..... اس وقت میری عمر صرف ۱۵ سال تھی... ۱۵ سال کا وہ بچہ آج تیئس ۲۳ سال کے بعد "خطبات بندیالوی" کے نام سے یہ کاوش مقررین و واعظین خطباء اور علماء اور عوام الناس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اس کا انتساب اپنے مشفق و مہربان، اپنے شیخ و مربی والد مرحوم شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد امیر صاحب نور اللہ مرقدہ کے نام کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

محمد عطاء اللہ بندیالوی
۲۸ / ۱۲ / ۹۴

حرفِ اوّل

نحمدُہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے والد مرحوم شیخ التفسیر مولانا محمد امیر نور اللہ مرقدہٗ کی عادت مبارکہ تھی کہ جمعۃ المبارک کے خطبات میں تسلسل کے ساتھ ایک موضوع کو بیان کرتے تھے . . . . . . اُن کی اسی ادا سے مَیں متاثر ہوں اور اپنی بیس سالہ خطابتی زندگی میں مَیں نے ہمیشہ اسی انداز کو اپنایا ہے . . . . . . جامع مسجد سیدنا معاویہؓ سرگودھا میں جمعہ کے خطبہ میں آیۃ الکرسی کی تشریح و تفسیر کے عنوان سے تقاریر کا آغاز کیا ، اور پھر تسلسل کے ساتھ یہ موضوع تقریباً ۲½ سال پر محیط ہو گیا . . . . . . میرا تجربہ ہے کہ ایک موضوع کو سلسلہ وار بیان کیا جائے تو ایسے محسوس ہوتا ہے گویا کسی نے موتیوں کی مالا پرو دی ہو ۔ اور پھر یہ سلسلہ لوگوں کی توجہ اور دلچسپی کو قائم رکھتا ہے . . . . . . ان کے دل میں ایک امنگ اور ایک تڑپ سی انگڑائیاں لیتی رہتی ہے ۔ بلکہ وہ بے چینی سے دوسرے جمعہ کا انتظار کرتے ہیں ۔ تاکہ گذشتہ جمعہ کے خطبے میں جو مضمون سُنا تھا اس کا تسلسل نہ ٹوٹے اور اس طرح لوگ یہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ خطبہ کے آغاز میں پہنچیں ۔

میری ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے لئے بھرپور تیاری کرتا ہوں . . . قرآنِ مقدس کی مختلف تفاسیر ، احادیث ، تاریخ و سیر اور خطبہ کے موضوع سے متعلق کتب کا مطالعہ کرکے کاغذ پر ایک خاکہ سا بنا لیتا ہوں کہ گفتگو

کو کہاں سے شروع کرنا ہے . . . . . موضوع کی بنیاد کیسے رکھنی ہے . پھر دیواریں کس طرح استوار کرنی ہیں . . . آخر میں چھت کیسے ڈالنی ہے ———

آیۃ الکرسی کی تشریح و تفسیر کے عنوان سے توحید سے لبریز وہ خطبات جو میں ۲½ سال تک خطبۂ جمعہ میں بیان کرتا رہا . ان خطبات کو معمولی حک و اضافہ اور تصحیح کے بعد پچیس خطبات میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں .

آپ کے ذہن میں فطرتی طور پر یہ سوال ابھرے گا کہ اس سے پہلے ملک کے نامور اور مشہور خطباء اور مقررین کے مرتب شدہ خطبات مارکیٹ میں موجود ہیں . پھر خطبات بندیالوی ترتیب دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

اس سوال کا جواب یہ ہے , کہ آج تک جتنے خطبات ترتیب دیئے گئے ان میں سب کچھ بیان ہوا , مگر " توحید " کا عنوان تشنہ ہی رہا . . . . . دوسرے موضوعات کو اولیت دے کر " توحید " کو ثانوی حیثیت دی گئی . . . . . .

. . . اگر کسی مہربان کے خطبات میں " توحید " کے عنوان سے کوئی ایک آدھ تقریر ہے بھی سہی , تو اس موضوع کا حق ادا نہیں کیا گیا

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے تعلق رکھنے والے مقررین , خطباء اور تقریر سیکھنے کے شائق طلباء , بامر مجبوری وہی خطبات خریدنے پر مجبور رہتے . جو ان کے مسلک اور مشن کی ترجمانی نہیں کرتے . جن کو خریدنے کے بعد ان کو خاطر خواہ فائدہ نہ ہوتا . اور ان کو اپنے " من پسند " موضوع کی تیاری کے لئے کچھ حاصل نہ ہوتا . توحید کا عنوان اور توحید کا موضوع , جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے تعلق رکھنے والے علماء , خطباء , طلباء , مقررین اور عوام کا " من پسند " موضوع ہے . . . . . . جس طرح مچھلی پانی کے بغیر . . . . انسان ہوا

کے بغیر. . . . . جاندار خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے. اسی طرح ہم "توحید" کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کر سکتے. . . . . . جس دن ہم نے توحید سے منہ موڑ لیا، اس دن موت کو زندگی پر ترجیح دیں گے. . . . . . جمعیت اشاعت التوحید والسُنّہ کے خطباء اور مبلغین پر اللہ رب العزت کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ وہ ہر اسٹیج پر اور ہر موسم میں یہ کہہ کر مسئلہ توحید بیان کرتے ہیں ؎

یہ فصل گل لالہ کا نہیں پابند . . . . . بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ

مَیں نے "خطبات بندیالوی" میں پچیس خطبات توحید کے موضوع پر مرتب کر کے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے مبلغین، خطباء، اور نئے اُبھرنے والے مقررین اور سیکھنے والے طلباء کی تشنگی مٹانے اور انہیں اپنے من پسند موضوع پر تقریر کرنے کے لئے مواد مہیا کیا ہے. . . . . . . اب انشاء اللہ وہ آسانی اور سہولت کے ساتھ توحید خداوندی کے جس پہلو پر چاہیں گے گفتگو کر سکیں گے.

○ کلمۂ توحید کی فضیلت و اہمیت. . . . . مسئلہ الٰہ کی عام فہم بحث الٰہ کا مفہوم و مطلب. . . . . عبادت کی آسان ترین تعریف و وضاحت عبادت کی اقسام. . . . . قولی عبادت، بدنی عبادت اور مالی عبادت کی مکمل تشریح. . . . . اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ کے بیان میں توحید کے ایک اہم پہلو پر بحث. . . . . لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کے بیان میں اللہ کے مالک و مختار ہونے کا بیان اور غیر اللہ کے مختار کل ہونے کی مکمل تردید. . . . . مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ. کے ضمن میں مسئلہ شفاعت کا مکمل بیان اور جبری شفاعت کا تفصیلی رد. . . . . یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ کے

بیان میں مسئلہ علم غیب کے تمام پہلو پر جامع گفتگو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غرضیکہ توحید خداوندی کے تقریباً اکثر پہلو خطبات بندیالوی کا موضوع ہیں ۔

مَیں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں ، اس کا فیصلہ آپ کریں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر آپ نے ہمت افزائی اور پذیرائی فرمائی تو انشاء اللہ "خطبات بندیالوی" کی دوسری جلد "سیرت و مقام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے پیش کروں گا ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر آپ کی دعائیں میرے لئے ہوتی رہیں تو انشاء اللہ تیسری جلد عظمت اصحاب رسول کے عنوان سے مرتب ہوگی ۔

میرا خیال ہے کہ جس طرح شعر و شاعری کا ملکہ کسبی نہیں وہبی ہے اسی طرح تقریر کا فن بھی کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکثر اہل علم کو اللہ تعالےٰ یہ ملکہ عطا فرماتے ہیں ، کسی کو کم کسی کو زیادہ اور کسی کو بہت زیادہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہو سکتا ہے آپ کے اندر بھی یہ فن چھپا ہوا ہو ۔ اس لئے محنت و کوشش سے اس کا اظہار کیجئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شروع شروع میں کچھ دقت اور پریشانی ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ انسان عوام کا سامنا کرنے سے گھبراتا ہے ۔ ذہن میں بٹھایا ہوا مضمون اُڑنت ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یاد رکھئے گھبرانا ، ہکلانا ، بے جوڑ بات کرنا ، کانپنا ، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جانا ، اور مضمون کا بھول جانا یہ تقریر سیکھنے کی ابتدا کے لازمہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان سے گھبرا کر ہمت نہ ہار یئے ، بلکہ مسلسل محنت جاری رکھئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سامعین کو اپنے ذہن پر سوار نہ کیجئے اور موضوع تقریر کے مطابق خوب مطالعہ کیجئے ۔ انشاء اللہ کچھ عرصہ کے بعد خود بخود اعتماد پیدا ہو جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیشہ ڈرائیونگ سیکھنے والا شخص ڈرائیونگ

کی ٹریننگ کے دوران گھبراتا ہے ، اس کے ہاتھ پاؤں پھولتے ہیں ، سانس اکھڑ جاتا ہے ، کبھی بدحواس ہو کر بریک کی جگہ اکسیلیٹر پر پاؤں رکھ دیتا ہے ، اور کبھی کلچ کی جگہ بریک دبا دیتا ہے ، مگر آہستہ آہستہ تجربہ ہوتا جاتا ہے ، اور پھر کچھ عرصہ کے بعد ڈرائیونگ کرتے ہوئے اسے محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وہ اسٹیرنگ پر بیٹھا ہے۔

نئے مقررین اور خطبا ، اپنے اندر مطالعہ کا شوق اور ذوق پیدا کریں . . . مطالعہ کا یہ ذوق خطابت کو جلا بخشتا ہے اور اس سے تقریر میں رنگ ، اثر اور چاشنی پیدا ہوتی ہے ۔

خطبات بندیالوی یا دوسرے علماء کے مرتب شدہ خطبات ہی پر انحصار نہ کیجئے کہ جو کچھ خطبات میں تحریر ہے وہی میرے لئے کافی ہے . بلکہ جس موضوع پر آپ اظہار خیال کرنا چاہتے ہوں اس موضوع پر خطبات میں تیار شدہ تقریر سے استفادہ کیجئے لیکن اس تقریر کو حرف آخر سمجھ کر لکیر کے فقیر نہ بنئے . بلکہ اس موضوع پر مواد ، اور دلائل جمع کرنے کے لئے قرآن و حدیث ، تفاسیر ، تاریخ و سیر اور علماء کرام کی مشہور و معروف تصنیفات سے مدد لیجئے ، ہو سکتا ہے آپ خطبات میں موجود تقریر سے بہتر اور اچھا مواد حاصل کر لیں ۔

خطبات میں مرتب شدہ کسی تقریر کو رٹا نہ لگایئے . . . . . . اور حفظ شدہ تقریر عوام کے سامنے کبھی نہ کیجئے ، اس طرح آپ کی صلاحیتیں محدود ہو جائیں گی . . . . . . آخر کتنی تقریریں آپ رٹ سکیں گے ؟ ! اسی طرح مرتب شدہ تقریر کے لفظ لفظ کو ذہن میں رکھنا کوئی ضروری نہیں ہے . . . . . . بلکہ تقریر میں سب سے نمایاں بلکہ پوری تقریر کی جان اور مشکل ترین چیز " تمہید " ہوتی ہے . . . . اگر آپ

حوصلے اور اعتماد کے ساتھ ایک مضبوط اور جاندار تمہید باندھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو یہ آپ کے اچھے مقرر ہونے کی علامت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خطبات بندیالوی میں میں نے کوشش کی ہے کہ ہر موضوع کی ایک مضبوط اور مربوط تمہید ہو، آپ تمہید کو ذہن نشین کر لیں، اس کے بعد پوری تقریر اسی تمہید کے گرد اگر گھومتی ہے۔ اس کے لئے میں نے مواد آپ کے حوالے کر دیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مواد کو اپنے رنگ اور اپنے انداز میں بیان کیجئے۔

خطبات بندیالوی کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تقاریر اور خطبات کا مجموعہ ہو گا۔ جو علماء، طلباء، مقررین و مبلغین اور خطباء حضرات کے لئے مفید ہو گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ویسے بھی آج تک جتنے خطبات شائع ہوئے ہیں۔ ان میں خطابت و تقریر کو مدنظر رکھ کر مواد مہیا کیا گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن خطبات بندیالوی جہاں مقررین و خطباء کے لئے مفید ہونگے۔ وہاں عوام الناس اور علماء بھی اس سے استفادہ کر سکیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ توحید کے تقریباً تمام پہلوؤں کو واضح اور اجاگر کرنے کے لئے میں نے جس طرح مقررین و مبلغین کے ذوق کا لحاظ رکھا ہے اور جس طرح اہل علم و فکر کے لئے قرآن و حدیث کے دلائل کا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اسی طرح عوام الناس کے لئے بھی انتہائی مفید اور معلوماتی ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ جس کو پڑھ کر وہ اپنے عقائد کی درستگی کا سامان کر سکیں گے۔ ۔ ۔ ۔

۔ چونکہ خطبات بندیالوی بنیادی طور پر توحید کے عنوان سے تقاریر کا مجموعہ ہے کوئی تصنیف اور تالیف نہیں ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث کی عبارات کے لفظی ترجمہ کی طرف دھیان نہیں دیا گیا۔ بلکہ ترجمہ کرتے ہوئے تقریری رنگ نمایاں رکھا گیا

لیکن قرآن وحدیث کا جس انداز میں ترجمہ کیا ہے وہ اس کے مفہوم کو پوری طرح ادا کرتا ہے

بعض حضرات نے اپنے خطبات کے حجم کو بڑھانے کے لئے بڑی مضحکہ خیز ترتیب رکھی ہے۔ پورے صفحہ کو چند لفظوں سے پُر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح کتاب کا حجم بڑھ کر ان کی پذیرائی تو ہوئی، مگر خریدار کی جیب پر خواہمخواہ بوجھ پڑا . . . . میں نے اس ترتیب کے برعکس کم صفحات پر زیادہ سے زیادہ مواد مہیا کرنے کی کوشش کی ہے۔

انسان خطاؤں کا پُتلا اور مجسمہ ہے ، اور مجھ جیسا حقیر اور نالائق شخص ! خطبات میں اپنی کم علمی اور ناتجربہ کاری کے سبب غلطیوں کا مرتکب ہوا ہوگا . . . . میں نے کوشش کی ہے کہ اپنی جماعتی پالیسی کے مطابق من گھڑت ، مجہول ، اور ضعیف روایات . . . . . بزرگوں کے خواب اور خطوط ، کہانیاں اور اقوال ، حکایات اور داستانوں سے پرہیز کروں ، مگر پھر بھی کوئی مہربان میری کسی غلطی سے آگاہ ہو تو اس غلطی کو اچھالنے اور حاشیہ چڑھانے کی بجائے مجھے مطلع فرمائے۔ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی . . . . . میری اس کاوش میں اگر کوئی خوبی ہے تو میرے مالک و مولا ! کا فضل و کرم اور اساتذہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

محمد عطاء اللہ بندیالوی

۲۸/۱۲/۹۴

رائے گرامی

پیر طریقت، خطیب اسلام، مجاہد ملت، محقق دوراں، مفسر آیات قرآنیہ

مبصر احادیث نبویہ، معلم مسلک حنفیہ، الشیخ السید العلام عنایت اللہ

شاہ صاحب بخاری (سربراہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰى اٰلِهِ الشُّقْیِّ وَصَحْبِهِ الْبَرَرَةِ۔

قرآن حکیم کی آیت الکرسی جس کے پڑھنے کا امام الانبیاء خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بعد فرائض الصلوٰۃ اور عند النوم و وقت ایذاء الاعداء الجن حکم فرمایا ہے۔ اس کی تفسیر موجودہ دور میں اور علماء کرام نے بھی کی ہے۔ لیکن ماشاء اللہ بفضل اللہ العظیم وبرحمتہ میرے عزیز محترم مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بندیالوی ثم سرگودھوی نے اس آیت مبارکہ معظمہ کی تفسیر میں علماً دیانۃً شرعاً صحیح حق ادا کیا ہے اس پر بے اختیار "مَرْحَبًا اَحْسَنْتَ یَا شَیْخ" زبان ادا کرتی ہے علماء، طلباء، عوام تعلیم یافتہ سب کے لئے انشاء اللہ العزیز مفید ہوگی ... خصوصاً علماء کرام توجہ سے مطالعہ فرمائیں۔ جَزَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمُغْنِیَۃَ عَنَّا وَعَنِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

عنایت اللہ

مرکزی مسجد جامع گجرات

رائے گرامی

استاذ العلماء، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ، بقیۃ السلف شیخ الحدیث
والتفسیر حضرت العلامہ مولانا مفتی سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی
صدر مدرس جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ

انقر واحقر محمد حسین غفر اللہ لہٗ ولآبائہٖ ولاساتذتہٖ عرض رساں ہے کہ اس دور میں ایک نفیس تفسیر آیۃ الکرسی کا خلاصہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پڑھا جو سحر البیان شیخ القرآن استاذ الاساتذہ حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ والرضوان کے تلمیذ رشید اور شیخ التفسیر الممارس فی التقریر مولانا محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فرزند ارجمند حضرت العلامہ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بندیالوی وَفَّقَہُ اللّٰہُ لِاِشَاعَۃِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ وَالصِّرَاطِ السَّوِیِّ خطیب جامع مسجد سیدنا معاویہؓ فاروق اعظمؓ روڈ سرگودھا نے احسن اسلوب کے ساتھ مقررین مبلغین اور عوام کے افادہ کے لئے عام فہم انداز میں لکھ کر عوام اور مبلغین پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ بے شک اس سے پہلے بڑے بڑے علماء کرام رحمہم اللہ علیہم نے آیۃ الکرسی کی تفسیر لکھی ہے۔ مگر اس تفسیر کا انداز عجیب ہی انداز ہے۔

اس سے پورا قرآن حل ہوتا ہے

فاضل مؤلف نے اس تفسیر کو خطبات کا رنگ دے کر چھبیس تقریروں پر منقسم کیا ہے۔ تاکہ مقررین، واعظین، خطباء اور تقریر سیکھنے کے شائقین کے لئے آسانی ہو۔

پہلی تقریر میں احادیث نبویہ میں وارد فضیلت واہمیت وعظمت آیت الکرسی کا ذکر ہے، اور آیت الکرسی کے خصوصیات کا بیان ہے۔

دوسری تقریر میں آیت الکرسی کا دعویٰ عالیہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور اس میں اہم مسئلہ " الٰہ " کا اجمالی بیان اور اس کے ساتھ ساتھ اس دعویٰ کی عظمت اور اہمیت کا بیان ہے۔

تیسری تقریر میں اس آیت کے دعویٰ کی عظمت وفضیلت پر مزید دلائل تاکہ ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ یہ ایسا کلمہ ہے جس پر اخروی نجات کا مدار ہے اور یہی کلمہ ہے جو ابدی عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہے،

چوتھی تقریر میں یہ بتایا گیا ہے کہ تخلیق کائنات کا باعث یہی کلمہ ہے اور تمام انبیاء کرام اسی کلمہ کی دعوت وتبلیغ اور اشاعت کرتے رہے جب کہ لوگوں نے اس عظیم مسئلہ کو چھوڑ کر شرک کو اپنا لیا تھا۔

پانچویں تقریر میں یہ بتایا گیا کہ مشرکین عرب اور یہود ونصاریٰ کے جدامجد حضرت ابراہیمؑ نے بھی اس کلمہ کی دعوت دی، اور بنی اسرائیل کے دادا جان حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی کلمہ پر قائم رہنے کی اپنی اولاد کو وصیت کی تھی۔ اور حضرت یوسفؑ نے بھی جیل میں رہ کر دوسرے امور پر اس مسئلے کو مقدم رکھا۔

چھٹی تقریر میں خصوصیت کیساتھ یہود کے مُسلّم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انصاریٰ کی مُسلّم ہستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان کئے کہ فرعون جیسے ظالم بادشاہ

کے سامنے بے دھڑک ہو کر حضرت موسیٰؑ نے توحید کا مسئلہ بیان کیا اور حضرت عیسیٰؑ نے والدہ کی گود میں یہی مسئلہ بیان فرمایا۔ پھر ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ برس اسی مسئلہ کی دعوت دیتے ہوئے بڑی بڑی مشکلات برداشت کیں۔

ساتویں تقریر میں یہ بتایا کہ مشرکین مکہ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بنیادی اختلاف اسی مسئلہ الٰہ میں تھا پھر اس ضمن میں الٰہ کا صحیح تفصیلی مفہوم سمجھایا۔

آٹھویں تقریر میں عبادت کا مفہوم مع اس کے اقسام (قولی، بدنی، مالی) کے وضاحت سے بیان کیا جس میں نذر و نیاز اور ارواح کا فرق واضح کیا، اور اس ضمن میں سجدہ کا مفصل بیان بھی آگیا۔

نویں تقریر میں قولی عبادت خصوصاً افضل العبادت دعاء اور پکار کا بیان ہے۔

دسویں تقریر میں دعویٰ اللہ لا الٰہ الا ھو کے اثبات کے لئے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ عقلی دلائل میں سے پہلی دلیل الحی القیوم کی وضاحت اور تشریح بیان کی گئی ہے۔

گیارہویں تقریر میں دعویٰ کی دوسری عقلی دلیل "لا تاخذہ سنۃ ولا نوم" کا مفصل بیان ہے۔

بارہویں تقریر میں دعویٰ کی تیسری دلیل وما فی السموات وما فی الارض کی مکمل تشریح بیان کی گئی ہے۔

تیرہویں تقریر میں بتایا گیا کہ آنحضرت مختار کل نہیں تھے۔ آپ اپنے چچا ابوطالب کو ہدایت نہ دے سکے۔ معلوم ہوا مختار کل صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ مخلوق میں سے ہمارے پیارے پیغمبر تک کو اختیار کلی نہیں اسی طرح اور کئی دلائل دئیے گئے۔

چودہویں تقریر میں چوتھی دلیل "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" میں مسئلہ شفاعت

کا بیان ہے پھر شفاعت کے اقسام اور ان کے احکام بیان کئے گئے۔
پندرہویں تقریر میں دعوے کے اثبات کے لئے پانچویں دلیل "یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ" کا تفصیلی بیان ہے۔ اور بڑی وضاحت اور دلائل سے بیان کیا گیا کہ "علم غیب کلی محیط صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ پھر قرآنی آیات سے اس مسئلہ کو مبرہن کیا گیا ہے۔
سولہویں تقریر میں یہ بیان ہے کہ امور خمسہ کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس مسئلے کو حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ کے فتوؤں سے مزین کیا گیا۔
نیز حضرت جعفر صادق اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا عقیدہ بھی بتایا گیا ہے۔
سترہویں تقریر میں کلمہ گو مبتدعین اور مشرکین کے لچر اعتراضوں کا جواب ہے۔ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہیں کہنا چاہیئے۔ جواب کے ضمن میں غیب کے معنے اہل لغت اور مفسرین سے ثابت کئے گئے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ علم غیب ذاتی تو اللہ کے ساتھ مخصوص اور عطائی علم غیب نبیوں اور ولیوں کو باعطائے الٰہی ہوتا ہے اس کا بھی دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔
اٹھارہویں تقریر غیر اللہ سے علم غیب کلی کی نفی ہے اور پھر یہ سمجھایا کہ علم غیب اور اطلاع علی الغیب ان دونوں میں واضح فرق ہے۔ انبیاء اور اولیاء کے بارے میں جہاں غیب کی بات سن کر ان کو غیب دان سمجھ لیا جاتا ہے وہ علم غیب اور اطلاع علی الغیب میں فرق نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔
انیسویں تقریر میں انبیاء کرام سے علم غیب کی نفی پر دلائل دئے اور "عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّہَا" میں "کل" کا مفہوم بیان کر کے مشرکین کے مغالطہ کا تفصیلی جواب دیا ہے
بیسویں تقریر میں قرآن کے آئینے میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوط، حضرت

موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت یوشعؑ بن نون، حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے واقعات بیان کر کے سب سے علم غیب کی نفی کی ہے۔

اکیسویں تقریر قرآن و حدیث کے آئینے میں فرشتوں، جنات اور اولیاء سے علم غیب کی نفی کا بیان ہے۔

بائیسویں تقریر میں قرآنی دلائل سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔

تیئیسویں تقریر میں احادیث سے دلائل دیتے ہوئے آنحضورؐ سے علم غیب کی نفی کا بیان ہے۔

چوبیسویں تقریر میں مزید احادیث سے دلائل دے کر نبی اکرمؐ سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔

پچیسویں تقریر میں دعویٰ کی چھٹی دلیل وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا اور ساتویں دلیل وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ کی وضاحت کر کے اپنی تصنیف کا اختتام کیا ہے۔ . . . . . .

خطبات کا بہت ہی دلچسپ انداز ہے ہر مسلمان کو اس کتاب سے مستفید ہونا چاہیئے۔ تاکہ اپنا عقیدہ پختہ کر کے دوسروں کو بھی بتا سکے۔ اور مشرکین کے غلط نظریات کا جواب بھی مدلل صورت میں دے سکے۔ . . . . . . اللہ تعالیٰ اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اجر بھی دے گا اور اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کا مقام بھی پائے گا۔ . . . مقررین، واعظین اور جمعہ کا خطبہ دینے والے حضرات کیلئے "خطبات بندیالوی" ایک انمول تحفہ ہوگا۔ . . . وہ اس سے استفادہ کرینگے انشاء اللہ

محمد حسین غفرلہٗ
خادم جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا

۱۲/۱/۹۵

رائے گرامی

محقق وقت، مفسر قرآن، فاضل اکمل حضرت مولانا قاضی محمد یونس صاحب انور
خطیب جامع مسجد شہداء۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین۔ سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ امابعد

دنیا میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ جب سے شروع ہوا، تنقید وتائید وتردید وتصویب کا دروازہ ساتھ ہی کھل گیا۔ مصنفین میں جہاں اہل حق تھے، وہاں اہل باطل بھی تھے۔ علماء ربانیین نے ایک طرف قابل قدر اور وقیع تالیفات کی صورت میں رشد وہدایت کے مینار تعمیر کئے۔ دوسری طرف زائغین ومفسدین نے خامہ فرسائی کر کے بدعت وضلالت پر مبنی نفرت و حقارت کے انبار لگا دیئے۔

غرض دنیا کے آغاز سے ہی خیر وشر، ہدایت وضلالت کا مقابلہ جاری ہے۔ موجودہ دور میں جہاں اہل باطل نے خطبات ومواعظ کے نام سے شرک وبدعت والحاد سے لبریز نہایت گمراہ کن اور شر انگیز ومتعفن لٹریچر تیار کیا ——— وہاں پر خطبات کے عنوان سے مواعظ حسنہ کی صورت میں علماء حق نے نہایت مفید وہدایت آموز علمی ودینی ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

قافلۂ اہل حق کے نامور خطباء میں ایک اہم شخصیت ہمارے برادر محترم علامہ عطاء اللہ بندیالوی کی بھی ہے۔ جن کو قسام ازل نے اپنے گنجینۂ فیض سے حسن بیان کی نعمت سے نوازا ہے، تو تصنیف وتالیف کے ذوق نفیس کا حصۂ وافر بھی نصیب فرمایا ہے۔ آپ میدان خطابت کے شہسوار بھی

، اور قلم و قرطاس کے مردِ میدان بھی ...... آپ کی تالیفات محتاجِ تعارف نہیں. نقش
ل ..... "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" تحقیق و دیانت کی دُنیا سے دادِ تحسین پا چکا ہے.
ناءاللہ یہ "نقشِ ثانی" .... "خطباتِ بندیالوی" بھی نقشِ اوّل کی طرح اپنے آپ منوا کر رہے گا. کتاب
یا ہے، وہ خود آپ اپنا تعارف ہے. ؎ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

عیاں را چہ بیاں ؎ مُشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

بلا مبالغہ "خطباتِ بندیالوی" کو اس نوع کی دیگر تالیفات پر فوقیت حاصل ہے. اس
ے اِکہ قرآن حکیم کی مشہور و معروف و عظیم الشان آیہ کریمہ، آیت الکرسی کی جیسی شاندار تفسیر
ں کتاب میں کی گئی، اس قسم کی دوسری کتاب میں اِس کا عُشرِ عشیر بھی نہیں ملتا. کتاب میں
یت الکرسی کی تفسیر کے سلسلہ میں توحید و شرک کے تمام پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے. اور آیت کے
یک ایک جُملہ سے مستنبط مسئلہ توحید کی ایسی دلنشین وضاحت کی ہے کہ لائق مُصنّف کے لئے
بے اختیار زبان سے صدائے آفریں، اور دل سے دُعا نکلتی ہے ...... انشاءاللہ یہ کتاب
وام و خواص سب کے لئے مفید ثابت ہوگی.

بارگاہِ الٰہی میں التجا ہے کہ اس کتاب کو هُدًى لِلنَّاس کا مصداق بنائے! اور اس
ے مُصنّف علامہ عطاءاللہ بندیالوی کو شرور و فتن سے اپنی حفظ و امان میں رکھے، آپ کو
جسمانی و ایمانی سلامتی کے ساتھ خدمتِ دینِ متین کی بیش از بیش توفیق ارزانی نصیب
فرمائے.

آمین یا ربُّ العالمین.

محمد یونس انور خطیب و امام مسجد شہداء شاہراہ قائداعظم
و ناظمِ اعلیٰ اشاعۃ التوحید والسنۃ لاہور
۳ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ، ۴ فروری ۱۹۹۵ء
یوم السبت

خطبۂ اُولیٰ ○ جمعۃ المبارک وعیدین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ

وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ

فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَیٰٓاَیُّھَا النَّاسُ! وَحِّدُوا اللّٰہَ فَاِنَّ التَّوْحِیْدَ رَاْسُ الطَّاعَاتِ

وَاتَّقُوا اللّٰہَ فَاِنَّ التَّقْوٰی مِلَاکُ الْحَسَنَاتِ. وَعَلَیْکُمْ بِالْاِحْسَانِ

فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ. وَتَوَکَّلُوْا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ.

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ.

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ

وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ.

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ.

خطبۂ ثانیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ. اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ
عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ
وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ كَذٰلِكَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ خُصُوْصًا
عَلَى الْاِمَامِ الْاَوَّلِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ
وَعَلَى الْاِمَامِ الثَّانِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
وَعَلَى الْاِمَامِ الثَّالِثِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ
وَعَلَى الْاِمَامِ الرَّابِعِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ
وَعَلَى الْاِمَامِ الْخَامِسِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ
وَعَلَى الْاِمَامِ السَّادِسِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ

وَعَلٰى سَيِّدَاتِ الطَّاهِرَاتِ الْاَرْبَعَةِ بَنَاتِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

سَيِّدَةِ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةَ وَاُمِّ كَلْثُوْمَ وَفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ

وَعَلٰى جَمِيْعِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ خُصُوْصًا

عَلٰى سَيِّدَةِ خَدِيْجَةَ وَسَيِّدَةِ عَآئِشَةَ وَ

سَيِّدَةِ حَفْصَةَ وَسَيِّدَةِ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ كَذٰلِكَ عَلٰى جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ.

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ

وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ.

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ بِالسُّلْطَانِ الْعَادِلِ.

اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ فِيْ سَآئِرِ الدُّنْيَا

اَللّٰهُمَّ اَهْلِكِ الْيَهُوْدَ وَالْهُنُوْدَ. اَللّٰهُمَّ اَهْلِكِ النَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ

اَللّٰهُمَّ اَهْلِكِ الْكَفَرَةَ الْفَجَرَةَ. اٰمِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ.

عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ. اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى

وَاَكْبَرُ.

❖

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّہْدِہِ اللّٰہُ
فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ وَنَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ
وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ
مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ یَعْلَمُ
مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ
بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُہُمَا ۚ
وَہُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

برادرانِ اسلام! میں نے سورت البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ تلاوت کی ہے۔ جس کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے یہ آیت تقریباً ہر مسلمان کو زبانی یاد ہوتی ہے۔ اور یہ قرآنِ مقدس کی مشہور و معروف آیت کریمہ ہے۔

ویسے تو پورے کا پورا قرآن مجید مسلمانوں کے لئے روحانی شعار اور رحمت و ہدایت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ. کہ ہم نے قرآنِ مقدس کو اتارا ہے مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت بنا کر۔

قرآن کا ایک ایک جملہ اور ایک ایک لفظ ہدایت سے بھرپور اور رحمت سے معمور ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس کے ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

آیۃ الکرسی سب سے افضل آیت ہے

لیکن جب ہم دین و دنیا کی اشیاء کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ حقیقت نظر آتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جتنی اشیاء بھی تخلیق کی ہیں انہیں بنا کر ایک سردار اور امام بھی بنایا ہے جو ان اشیاء میں سب سے افضل۔ اعلیٰ اور بہترین ہوتا ہے۔ مثلاً

- دن بنائے تو سیدالایام جمعہ کے دن کو بنایا۔
- رات بنائی تو بہترین رات شبِ قدر کو قرار دیا۔
- مہینے بنائے تو اعلیٰ و افضل مہینہ رمضان المبارک کو قرار دیا۔
- مخلوقات بنائی تو اشرف المخلوقات کا شرف انسان کو بخشا گیا۔
- پھر انسانوں میں سے افضل و اعلیٰ انبیاء کرام کو بنایا۔
- اور انبیاء میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیاء

اور اشرف الانبیا بنایا۔

- امتوں میں سے بزرگی اور عظمت امت محمد کو عطا فرمائی۔
- صحابہ کرام کی قدسی جماعت میں سے افضل اور بہترین حضرت صدیق اکبرؓ کو بنایا۔
- فرشتوں کی تخلیق ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کا سردار بنایا۔
- آسمان سے کتابیں نازل فرمائیں تو قرآن مقدس کو یہ شرف بخشا کہ وہ تمام آسمانی کتابوں کا سردار بنے۔
- اور قرآن مقدس کی ۱۱۴ سورتوں میں سے اعظم و اشرف سورت کا شرف سورت اخلاص کو بخشا۔
- اسی طرح قرآن مجید کی تمام آیات میں سے سب سے عظیم اور اعلیٰ آیت آیۃ الکرسی کو قرار دیا گیا

آیۃ الکرسی کو افضل نبی اکرم ﷺ نے قرار دیا

آیت الکرسی کو تمام آیات سے افضل اور اعلیٰ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہا نہ کسی امام کے قول کی بنا پر کہا، نہ کسی مجتہد کے کہنے سے کہا، بلکہ آیۃ الکرسی کو تمام آیات سے افضل اور اعلیٰ خود رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایک روز سرورِ کونین امام الانبیاء ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا .... اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَةٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ .... اے اُبی کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کتاب قرآن مقدس میں کون سی آیت افضل اور اعظم ہے.......... حضرت اُبیؓ نے عرض کیا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ یارسول اللہ، اللہ کو زیادہ علم ہوگا جس نے قرآن اتارا، یا آپ کو زیادہ پتہ ہوگا جن پر قرآن اترا، کہ قرآن کی آیت میں سے سب سے افضل آیت کون سی ہے۔

آنحضرت ؐ نے دوبارہ فرمایا اے اُبی ۔ اَیُّ اٰیَۃٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالیٰ مَعَکَ اَعْظَمُ ...... کہ کیا تم جانتے ہو قرآن میں سب سے افضل اور اعظم آیت کون سی ہے .... گویا کہ رحمت کائنات ؐ اُبی بن کعب کی زبان سے سننا چاہتے تھے اور ان کی قرآن فہمی کا امتحان لینا مقصود تھا۔

رسول اکرم ؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ کبھی کبھی صحابۂ کرام ؓ سے اس طرح کے سوال کر لیا کرتے تھے یا کبھی کسی صحابی سے فرماتے تھے کہ مجھے قرآن سناؤ۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ آج میرا دل چاہتا ہے کہ تم قرآن پڑھو اور میں سنوں .... حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں پڑھ کر آپ کو سناؤں ؟ حالانکہ آپ ؐ کی ذات گرامی پر تو قرآن نازل ہوتا ہے ..... آپ ؐ نے فرمایا میں چاہتا ہوں، اور پسند کرتا ہوں کہ آج تم قرآن پڑھو اور میں سنوں ... عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی میں سر جھکا کر پڑھتا جا رہا تھا جب میں اس آیت پر پہنچا ..... فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ شَہِیْدًا ۔ کہ کیا حال ہوگا اُس دن جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ (اس امت کا پیغمبر) لائیں گے۔ اور اس امت پر آپ ؐ کو گواہ بنائیں گے آپ ؐ نے اس آیت کو سن کر فرمایا .... حَسْبُکَ الْاٰنَ ... بس کرو ... ... عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں میں نے چہرہ اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ ؐ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی۔ (سُبحان اللہ)

اسی طرح حضرت اُبی بن کعب سے بھی دوبارہ پوچھا کہ تم بتاؤ قرآن میں سب سے افضل و اعلیٰ آیت کون سی ہے۔

حضرت اُبی بن کعب کو اللہ ربّ العزت نے قرآن فہمی کا خاص ملکہ عطا فرمایا

تھا۔ قرآن کے اسرار و رموز اور قرأت میں ان کا بہت بڑا مقام ہے۔ امام الانبیاء سرور کائنات ؐ نے ان کی قرآن فہمی اور قرأت کو سمجھنے کا خود اعتراف فرمایا ہے، اور اُن کو سند عطا کی کہ اَقْرَأُهُمْ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ۔ کہ سب سے اچھا پڑھنے والے ابی بن کعب ہیں۔ اور ایک موقع پر آنحضرت ؐ نے فرمایا اے ابیؓ۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ۔ کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن سناؤں۔۔۔۔۔۔۔۔ ابی بن کعب یہ سن کر عرض کرتے ہیں۔۔۔ ۔۔۔۔ اَللّٰہُ سَمَّانِیْ لَکَ۔۔۔۔۔۔ یا رسول اللہ رَبُّ العزت نے میرا نام لے کر آپ کو حکم دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں کائنات کے خالق نے تمہارا نام لیکر مجھے حکم دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ ابی بن کعب نے کہا وَقَدْ ذُکِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ عرش کے پاس کائنات کے رب کے ہاں میرا ذکر ہوا۔ میرا نام رب العالمین نے لیا۔ پھر ابی بن کعب اس خوشی و مسرت کو برداشت نہ کر سکے اور ان کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

(میں کہتا ہوں رحمتِ کائنات ؐ کے یاروں اور ساتھیوں کی عظمت و شان، اور ان کے مقام و مرتبے کا کیا کہنا کہ کائنات کا رب عرش پر ان کا نام لیتا ہے اور فرش تو کیا عرش بھی ان کے نام کے زمزموں سے گونجتا ہے۔ جو رو سیاہ اور بد بخت اصحابِ رسول کا تذکرہ بُرائی سے کرتے ہیں۔ اور ان کی ذات میں کیڑے نکالنے کی کوشش میں تاریخ کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کے لئے درسِ عبرت ہے کہ جنکا تذکرہ عرش پر ہو ان کی تعریف و توصیف فرش پر بھی ضرور ہو گی)

میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابی بن کعبؓ کا قرآن فہمی میں اتنا بلند و بالا مقام ہے کہ خداوندِ قدوس اپنے پیارے پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ ابی بن کعب کو قرآن سناؤ۔ جس سال آنحضرت ؐ کا وصال ہوا۔ اس سال آپؐ نے پورا قرآن اُبیّ بن کعب کو

سنایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس سال رمضان المبارک میں جبرائیل امین نے میرے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور کیا۔ اور پھر فرمایا کہ اللہ نے حکم دیا کہ ایک مرتبہ قرآن کا دور ابی بن کعب کے ساتھ بھی کرو اور ان کو بھی قرآن سناؤ۔

حضرت عثمان کے دور میں قرآن مجید میں لب ولہجہ کا اختلاف عام ہو گیا تھا۔ جیسے بعض علاقہ کے لوگ ج کو گ بولتے ہیں۔ اکثر اوقات جمال عبدالناصر کو گمال عبدالناصر سننا پڑتا ہے۔ جولان کو گولان حتیٰ کہ حج کو حگ بھی کہا گیا۔

عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی لب ولہجہ کا اختلاف موجود ہے۔ ہمارے کئی علاقوں میں ج کو ز بولتے ہیں۔ جمعہ کو ذمہ۔ اور جمعرات کو زمعرات کہتے ہیں۔ نذیر کو بجیر اور ذات کو جات۔ ز کو ج بولتے ہیں۔ اکثر سننے میں آتا ہے نذیر کو بجیر، اور ذات کو جات۔ اسی طرح آنحضرتؐ کے دور مبارک میں لوگوں کو اپنے لب ولہجہ اور لغت میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ حضرت عثمان نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ قرآن کو لکھنے کی حد تک ایک لہجہ اور متن اور لغت پر محفوظ کر لیا اور اس کام کے لئے چند ماہر اور قرآن فہمی میں بلند مقام رکھنے والے صحابہ کرام کی ایک کمیٹی تشکیل دی اور اس کمیٹی کا سربراہ ابی بن کعبؓ کو بنایا گیا۔ اور آج جو قرآن حجازی لب ولہجہ اور لغت کے مطابق ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ ابیؓ بن کعبؓ کی قرأت کے مطابق ہے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۲)

تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب قرآن فہمی اور قرأت قرآن میں منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اسی لئے آنحضرتؐ بار بار ان سے سوال فرما رہے ہیں کہ ابی بتاؤ پورے قرآن میں اعظم و افضل آیت کون سی ہے ۔۔۔۔۔۔ اب حضرت ابی بن کعب نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے علم اور فہم کے مطابق تو آیت الکرسی تمام آیات قرآنیہ سے افضل و اعلیٰ

ہے .... رحمت عالمؐ ان کا یہ جواب سن کر خوش ہوئے۔ اور اپنا دست مبارک پیار سے اُن کے سینے پر مارا۔ اور فرمایا ابی تجھ کو تیرا علم مبارک ہو۔ گویا کہ آنحضرتؐ نے ابی بن کعب کے علم کی تعریف فرما کر ان کے جواب کی تائید کر دی۔ کہ واقعی آیت الکرسی قرآن مجید کی تمام آیات سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے جو کہ ایک شخص نے رسول انورؐ سے پوچھا اَیُّ سُوْرَةِ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ ...... کہ قرآن مجید کی ۱۱۴ سورتوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ سورت کون سی ہے..... آپؐ نے فرمایا سورہ اخلاص سب سے افضل و اعلیٰ سورت ہے۔ (سبحان اللہ) یہی سورت اخلاص ہے جس کو ثلث قرآن کہا گیا۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا تین مرتبہ سورہ اخلاص کے پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے۔

ایک موقع پر امام الانبیاءؐ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور ایک شخص کو امامت کی ذمہ داری سونپی وہ شخص جب بھی قرأت کرتا تو سورہ فاتحہ کے بعد ایک سورت پڑھتا اور اس کے ساتھ سورت اخلاص بھی لازماً پڑھتا۔ صحابہ کرامؓ نے اُسے روکا کہ جب تم سورت فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک سورت بھی ملا لیتے ہو تو پھر سورت اخلاص کے پڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ وہ شخص اپنی عادت پر قائم رہا اور اسی طرح نماز پڑھتا رہا۔ جب لشکر واپس آیا تو صحابہ کرامؓ نے اُس کی اس عادت کی شکایت آنحضرتؐ کے سامنے کر دی۔ آپؐ نے اُسے بلایا اور اس طرح ہر رکعت میں قرأت کے بعد سورت اخلاص پڑھنے کی وجہ اور سبب دریافت فرمایا۔ اُس نے عرض کیا .... یا رسول اللہ .... لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَءَهَا۔ اس سورت میں میرے اللہ کی صفات کا بیان ہے اس لئے مجھے اس صورت سے محبت ہے ...... رحمت کائنات نے فرمایا۔ تجھے

سورت اخلاص سے محبت ہے صرف اس لئے کہ اس میں اللہ کی صفت ہے۔ تو سنو اللہ تعالیٰ کو بھی تجھ سے محبت ہے۔

اسی طرح امام الانبیاء ؐ نے ایک صحابی کو مسجد قبا کا امام بنایا تو وہ صحابی ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانے سے پہلے سورۃ اخلاص ضرور تلاوت کرتے۔ لوگوں نے انہیں منع کیا لیکن انہوں نے کہا اگر میں نے نماز پڑھانی ہے تو پھر میں نے اسی طرح پڑھنا ہے...... لوگوں نے اس کی شکایت بھی آنحضرت ؐ سے کی۔ آپؐ نے اس صحابی سے اس طرح ہر رکعت میں سورت اخلاص پڑھنے کی وجہ پوچھی تو اُس نے بھی کہا یا رسول اللہ میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں کیونکہ اس میں میرے رب کی صفات کا تذکرہ ہے آپؐ نے فرمایا إِنَّ حُبَّكَ إِيَّاهُ أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ۔ بے شک سورت اخلاص کے ساتھ تیری اس محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔

سورۃ اخلاص میں توحید خداوندی اور صفات رحمٰن کو خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا تمام سورتوں میں سے افضل سورت سورہ اخلاص ہے۔

سوال کرنے والے شخص نے پھر پوچھا فَأَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَعْظَمُ کہ یا رسول اللہ پوری آیات قرآنیہ میں سے کون سی آیت افضل و اعلیٰ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا پورے قرآن کی آیات میں آیت الکرسی سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت ؐ نے آیت الکرسی کی اہمیت و عظمت اور مقام کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ

جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے اس کے مرنے کے بعد جنت میں داخل ہونے سے اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔

آیۃ الکرسی کی خصوصیات

سامعین کرام! یہ تو تھی آیت الکرسی کی فضیلت وعظمت جو آپ نے سماعت فرمائی۔

اب میں اس آیت کی خصوصیت پر کچھ روشنی ڈالنا چاہوں گا، اس آیت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جس گھر میں یہ آیت پڑھی جائے اس گھر میں شیطان اور جنات نہیں آتے اور فرشتے اس گھر کی حفاظت کرتے ہیں۔

اسی طرح رات کو سونے سے پہلے بستر پر یہ آیت پڑھی جائے تو اللہ کی طرف سے ایک محافظ تمام رات اس شخص کی حفاظت کرتا ہے۔ اور شیطان وجن اس کے قریب نہیں آتے۔

اگر گھر میں داخل ہونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ لی جائے تو اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ رحمت کائنات کے ہاں صدقہ کی کھجوریں کہیں سے آئیں اور آپ نے ان کھجوروں کے ڈھیر پہ مجھے پہرے دار بنایا۔ میں رات کو پہرے دے رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور ڈھیر میں سے کھجوریں چوری کرنے لگا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ صبح میں تجھے حضور انورؐ کے دربار اقدس میں حاضر کروں گا۔ اور پھر وہاں سے تیرے اس چوری کے جرم کا فیصلہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں وہ شخص میری منت سماجت کرنے لگا۔ اور انتہائی لجاجت سے کہنے لگا....... اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَیَّ عِیَالٌ وَّلِیْ حَاجَۃٌ شَدِیْدَۃٌ ... میں بے حد محتاج اور بھوکا ہوں۔ میرے بال بچے بھوکے ہیں۔ اور سخت مجبور ہوں۔ تم مجھ پر اور میرے بال بچوں پر رحم اور ترس کھاؤ اور مجھے

چھوڑ دو۔ حضرت ابوہریرہؓ کو اس کی غربت اور محتاجی پر ترس آگیا اور انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔

اِدھر ابوہریرہؓ سے اس شخص کی بات ہو رہی تھی اور اُدھر ربِ کائنات نے بذریعہ وحی رحمتِ کائناتؐ کو اس پورے واقعہ سے مطلع کر دیا۔

صبح کے وقت حضرت ابوہریرہؓ جب آنحضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ابوہریرہؓ سے پوچھا یَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ .... کہ ابوہریرہؓ رات تیرے قیدی کا کیا بنا. . . . . . انہوں نے کہا . . . . . . یَا رَسُوْلَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهٗ . . میں نے اسے پکڑ لیا تھا لیکن یارسول اللہ اس نے اپنی اور بال بچوں کی بھوک اور محتاجی کا اس انداز میں تذکرہ کیا کہ مجھے ترس آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے آج رات پھر آئے گا. . . . . آج اُسے نہ چھوڑنا. حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رحمتِ عالمؐ کے فرمانے کے بعد مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور آئے گا میں اس کے انتظار میں بیٹھ گیا اور تھوڑی رات ہی گزری تھی کہ وہی شخص آگیا اور غلہ سے چوری کرنا شروع کی. میں نے اُسے جا کر پکڑ لیا. اور کہا صبح میں تجھے ضرور آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کرونگا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اس دفعہ بھی اس نے میری منت سماجت شروع کی اپنی بھوک محتاجی اور بال بچوں کی بھوک اور محتاجی کا واسطہ دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ آج چھوڑ دو پھر نہیں آؤں گا. مجھے اس کی اس لجاجت اور محتاجی و فقر کے ذکر پر رحم آگیا اور میں نے اُسے چھوڑ دیا۔

صبح کے وقت حضور انورؐ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا. . . . . . یَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ . . . . . . ابوہریرہؓ تیرے رات والے قیدی کا کیا

بنا. مَیں نے سارا واقعہ ذکر کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آج پھر ترس آگیا اور مَیں نے اسے چھوڑ دیا. اور اس نے یہ وعدہ بھی کیا کہ پھر نہیں آؤں گا.

آنحضرت نے فرمایا اس نے پھر جھوٹ بولا ہے. اور آج رات پھر آئے گا اُسے پکڑ لینا اور چھوڑنا نہیں. . . . . . . ابو ہریرہؓ کہتے ہیں مَیں سرورِ کونینؐ کے ارشاد کے مطابق اس کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ وہ آگیا اور چوری کرنا شروع کر دی. مَیں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ ہر رات دھوکہ دے جاتے ہو. جھوٹ بول کر جان چھڑا جاتے ہو. اور نہ آنے کا وعدہ کرنے کے بعد آج پھر آگئے ہو. آج مَیں تجھے قطعاً نہیں چھوڑوں گا. مَیں صبح تجھے حضور انورؐ کے دربار میں پیش کروں گا. حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں. اس نے میری ساری گفتگو سُن کر کہا اگر تو مجھے آج چھوڑ دے تو میں تجھے ایک کام کی بات بتلاؤں گا جو تیرے لئے دین و دنیا کے اعتبار سے نفع مند ہوگی.

صحابہ کرامؓ چونکہ دین کے کاموں اور دین کی باتوں کے حریص تھے. ابو ہریرہؓ نے سوچا اگر اس قیدی کو رہا کرنے کے بدلے میں دین کی کوئی نفع بخش اور سود مند بات مل جائے تو سَودا کچھ مہنگا نہیں بلکہ سستا ہے.

حضرت ابو ہریرہؓ نے اُسے اس شرط پر چھوڑنے کا وعدہ کر لیا کہ میرے دین میں جو نفع مند بات ہے وہ بتا.

اس نے کہا جب تم رات کو اپنے بستر پر سونے کے لئے آؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو. پوری رات اللہ کی طرف سے ایک محافظ تیری حفاظت کرے گا اور پوری رات شیطان اور جنات تیرے قریب نہیں آئیں گے.

حضرت ابو ہریرہؓ نے وعدہ کے مطابق چھوڑ دیا اور صبح کے وقت حضور انورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا. ابو ہریرہؓ رات تیرے قیدی کا کیا

بنا...... انہوں نے رات کا تمام واقعہ بیان کیا کہ اس نے دین کے بارے میں ایک نفع مند بات بتائی اور میں نے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے پوچھا وہ کیا بات تھی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُس نے کہا رات سونے کے لئے جب کوئی شخص بستر پر آئے اور آیت الکرسی پڑھ لے تو تمام رات اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک محافظ اس شخص کی حفاظت کرتا ہے۔ اور شیطان اس شخص کے نزدیک بھی نہیں آتا۔

رحمتِ کائناتؐ نے یہ بات سُنی تو فرمایا اَمَا اِنَّهٗ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ۔ کہ ابو ہریرہؓ ہے تو وہ بہت بڑا جھوٹا لیکن یہ ایک بات سچی کر گیا ہے (گویا کہ آنحضرتؐ نے اس کی بات کی تصدیق کر دی)

آپؐ نے فرمایا ابو ہریرہؓ تم جانتے ہو یہ مسلسل تین راتوں میں آنے والا کون تھا؟ انہوں نے عرض کی..... یا رسول اللہ میں تو اُسے نہیں جانتا۔ آپؐ نے فرمایا ذَاكَ شَيْطَانٌ....... وہ شیطان تھا جو مسلسل تجھے دھوکہ اور فریب دے کر رہائی پا تا رہا اور آخر میں تجھے ایک سچی اور کام کی بات بتا گیا۔

اس حدیث اور اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آیت الکرسی کی خصوصیت یہ ہے کہ جس جگہ آیت الکرسی تلاوت کی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور اللہ کی طرف سے ایک محافظ حفاظت پر مامور ہوتا ہے۔

○ ایک اور روایت میں اسی طرح کا واقعہ ذکر ہے جو مشہور صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہوئے بیان فرمایا کہ ہمارا ایک دوست اور ساتھی ایک روز مدینہ منورہ سے باہر نکلا تو اسے ایک جن نے پکڑ لیا اور کہنے لگا اگر تم مجھے کشتی میں شکست دے دو اور پچھاڑ دو تو میں تمہیں ایک کام کی بات بتاؤں گا جو تیرے دین و دنیا کے لئے نفع بخش ہوگی....

...... وہ صحابی جن سے کشتی کے لئے تیار ہو گئے اور پھر انہوں نے اسے چاروں شانے چت کر دیا........ اس صحابی نے اس جن کے کتوں کے ساتھ ملتے جلتے بازوؤں کو پکڑا اور پوچھا کہ تم سب جن اسی طرح ہی کمزور اور لاغر ہوتے ہو........ جن کہنے لگا میں تمام جنوں میں بہت زیادہ طاقت ور ہوں........ صحابی رسول کہنے لگے اب وہ کام کی بات بتا...... اس نے کہا جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے اس گھر سے شیطان اس طرح بھاگتا ہے جس طرح گدھے کو مارا جائے تو وہ گدھا آواز نکالتا ہوا بھاگتا ہے. اور اس گھر کی حفاظت کے لئے اللہ کی طرف سے فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو اس گھر کی حفاظت کرتے ہیں.

عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں نے یہ عجیب اور حیرت ناک واقعہ سنا تو تجسس ہوا کہ جن کو پچھاڑنے والا قوی، بہادر اور طاقتور کون تھا؟ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے پوچھا کہ یہ جن کو چاروں شانے چت کرنے والا نڈر، شجاع دلیر اور قوت والا کون تھا؟ انہوں نے کہا اللہ کے بندو سوائے فاروق اعظمؓ کے کون ہو سکتا ہے. (اللہ اکبر)

(میں کہتا ہوں فاروق اعظمؓ بہادر تھے. شجاع تھے، نڈر تھے، جری تھے، بے باک اور طاقتور تھے جنہوں نے ایک قوی اور طاقتور جن کو پچھاڑ دیا یہ تو جن تھا. جنات کا سردار ابلیس وہ راستہ ہی چھوڑ جاتا ہے جس راستے پر خطاب کا جایا آ رہا ہو........ شیطان وہ گلی ہی چھوڑ دیتا ہے جس گلی سے عمرؓ گزر رہا ہوں.

.... ہاں ہاں رحمت کائنات نے فرمایا تھا یَا ابْنَ خَطَّابَ مَا لَقِیَکَ الشَّیْطَانُ سَالِکًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ...... اے خطاب کے بیٹے شیطان جس راستے پر آ رہا ہو اور سامنے تجھے دیکھ لے تو وہ

تیرا راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ شیطان کبھی بھی عمرؓ کا سامنا نہیں کر سکتا.........
نہ کل کر سکتا تھا نہ آج کر سکتا ہے......... یقین نہیں آتا تو مسجد نبوی میں
جا کر دیکھو۔ مسجد نبوی کے مشہور دروازے باب عمرؓ سے آج بھی کوئی دشمن
صحابہ رافضی نہیں گزرتا۔

ہاں عمرؓ کا نام ہی اتنا پُر جلال اور بارعب ہے کہ آج بھی لیا جائے تو
کفر سر پیٹ لیتا ہے۔ عمرؓ کا نام لو اور پھر دشمن صحابہ رافضی کے چہرے کی سیاہی
دیکھو۔ عمرؓ کا نام لے اور پھر رافضی کے ماتھے پر بل دیکھ۔ عمرؓ کا نام لے اور
پھر رافضی کے اُجڑے ہوئے چہرے کو دیکھ۔ پھر تجھے یقین آجائے گا کہ جہاں
عمرؓ ہو وہاں شیطان نہیں رہتا۔ اور شیطان عمرؓ کو دیکھ کر آج بھی راستہ تبدیل
کر لیتا ہے)

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت سے معلوم ہوا کہ جس
گھر میں آیۃ الکرسی پڑھی جائے اس گھر کی فرشتے حفاظت کرتے ہیں اور شیطان
اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔

سامعین گرامی! آج کے خطبہ کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ آیۃ الکرسی
تمام آیات قرآنیہ سے افضل اعلیٰ اور اعظم آیت ہے۔ اور اس کی خصوصیت یہ
ہے کہ جس جگہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور وہ جگہ اللہ تعالیٰ
کی حفاظت داماں میں آجاتی ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ.

دوسری تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ . وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ، وَلَا مَعْصُوْمَ بَعْدَہٗ ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفَوْا عَھْدَہٗ . اَمَّا بَعْدُ . فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ . لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط . الخ

سامعین گرامی قدر! گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں میں نے آیت الکرسی کی عظمت و افضلیت کے متعلق چند گزارشات پیش خدمت کی تھیں. جن کا خلاصہ یہ تھا کہ قرآن مقدس کی تمام آیات میں سے افضل و اعلیٰ آیت آیت الکرسی ہے. اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جس گھر میں اور جس مقام پر اس کی تلاوت کی جائے وہاں شیطان اور شریر جنات نہیں ٹھہر سکتے.

برادران اسلام! اگر آپ قرآن پاک کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو یہ حقیقت بہت جلد آپ کے سامنے آجائے گی. کہ قرآن مجید کی ہر آیت کا اپنے سے پہلی آیت کے ساتھ بھی ایک گہرا ربط اور تعلق ہوتا ہے اور اپنے سے بعد والی آیت کے ساتھ بھی مضبوط ربط ہوتا ہے. اسی طرح قرآن کی تمام سورتوں کا بھی ایک دوسرے کے ساتھ ربط اور جوڑ ہوتا ہے.

اسی طرح یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ خداوند قدوس کا طرزِ کلام قرآن پاک میں یہ ہے کہ ایک دعویٰ پیش کیا جاتا ہے اور پھر اس دعویٰ کو مختلف دلائل کے ساتھ ثابت کیا جاتا ہے........ کبھی گزشتہ انبیاء کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں. ان کو دلیل نقلی کہا جاتا ہے.... اور کبھی اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے

کے لئے ایسے دلائل دیئے جاتے ہیں جن کو معمولی عقل اور شعور رکھنے والا شخص بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ان کو دلائل عقلی کہتے ہیں۔

آیۃ الکرسی کا دعویٰ آیت الکرسی میں بھی اللہ رب العزت ایک نے دعویٰ کیا ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے یہ جملہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کلمہ توحید کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔

خداوند قدوس نے دعویٰ کیا ہے کہ پوری کائنات میں زمین کی پستیوں میں اور آسمان کی بلندیوں میں کوئی الٰہ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔ فرش زمین پر اور عرش بریں پر کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ آتشیں کرنوں والا سورج بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔۔ ضیا پاشیوں والا چاند بھی اِلٰہ نہیں۔۔۔۔۔ جگمگاتے ستارے بھی الٰہ نہیں ۔۔۔۔۔ نور سے بنے فرشتے۔۔۔۔۔ نار سے تخلیق شدہ جنات اور مٹی سے بنا ہوا انسان بھی اِلٰہ بننے کے لائق نہیں۔۔۔۔۔ جلانے والی آگ بھی اِلٰہ نہیں۔۔۔ ۔۔۔۔ ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی بھی اِلٰہ نہیں۔۔۔۔۔۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔۔۔۔ کوئی اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔۔۔۔۔ کوئی افضل ہو یا مفضول وہ اِلٰہ بننے کے لائق نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کوئی نبی بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔ کوئی ولی بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔۔ کوئی پیر بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔۔ اور کوئی پیغمبر بھی الٰہ نہیں ۔۔۔۔۔ کوئی شجر بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔۔ کوئی حجر بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔ اور کوئی قبر بھی الٰہ نہیں۔۔۔ اور کوئی قبر والا بھی اِلٰہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حضرت عیسیٰؑ اور مائی مریمؑ بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔۔۔ حضرت موسیٰؑ اور عزیرؑ بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔ لات، منات، عزیٰ، ھُبل بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔۔۔ ودّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر بھی الٰہ نہیں۔۔۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حضرت حسینؓ بھی الٰہ نہیں۔۔۔۔ حضرت

علیؓ بھی اِلٰہ نہیں...... لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ساری کائنات سے افضل و اشرف تمام مخلوقات سے اولیٰ اور اعظم پوری کائنات کا خلاصہ اور نچوڑ حضرت محمد رسول اللہ بھی اِلٰہ نہیں ________ اِلَّا اللّٰہُ...... صرف اور صرف ایک ہی اللہ ہے اور خداوند قدوس کی ذات گرامی ہے۔

(اِلٰہ کا معنیٰ اور مفہوم اور وضاحت بعد میں ہوگی) فی الحال آپ یہ مفہوم ذہن میں رکھیں کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ اور معبود نہیں ہے۔

امیرِ شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ لَا والی ڈانگ اتنی سخت اور مضبوط ہے کہ اگر آگے اِلَّا نہ ہوتا تو اللہ بھی نہ بچتا ہاں ہاں لَا والی چھری نے تمام جھوٹے معبودوں کو ذبح کر دیا اور لَا والے کلہاڑے نے تمام جھوٹے الہٰوں کو توڑ کر رکھ دیا۔

خداوند قدوس نے آیۃ الکرسی میں دعویٰ کیا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہ میرے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔

دعویٰ کے اثبات کیلئے دلائل

پھر اپنے اس دعویٰ کو اللہ رب العزت نے دھینگا مشتی اور جبر و زور سے نہیں منوایا کہ لوگو میرے اس دعویٰ کو تسلیم کر لو ورنہ تباہ و برباد کر دوں گا........ میرے دعوے کو مان لو ورنہ عذاب میں پکڑ لوں گا........ میں تمہارا خالق و رازق ہوں. میں تمہارا مالک و مختار ہوں اس لئے میرے اس دعویٰ کو مان لو........ اس طرح نہیں کہا بلکہ اپنے اس دعویٰ کو ایک دو نہیں بلکہ سات عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے. یعنی ایسے عام فہم دلائل دیئے کہ معمولی سے معمولی عقل اور شعور رکھنے والا شخص بھی سمجھ جائے اور وہ دلائل اس کے عقل و دماغ کو اپیل کریں۔

اپنے اس عظیم دعوے کو منوانے اور ثابت کرنے کے لئے پہلی دلیل دی

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کہ میں ہی الٰہ ہوں۔ اس لئے کہ میں ایسا زندہ ہوں جس پر کبھی موت نہیں آسکے گی۔ اور میرے سوا ہر چیز پر موت وارد ہوگی۔ اور جس پر موت آ جائے وہ الٰہ بننے کے لائق نہیں ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ہ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ...... ہر ایک شئی فانی ہے باقی رہنے والی تیرے رب کی ذات ہے۔ میں اس مضمون کو اپنے مقام پر تفصیل سے بیان کروں گا۔ فی الحال آپ اتنی بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالےٰ اس لئے الٰہ ہے کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ وہ ایسا زندہ ہے جس پر کبھی فنا اور موت نہیں آئے گی اور وہ صرف خود قائم نہیں ہے بلکہ سب کو...... پوری کائنات کو تھامنے والا ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ بننے کے لائق اس لئے نہیں ہے کہ اُسے موت سے مُفر نہیں ہے۔ چونکہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے اس لئے وہ الٰہ بننے کے قابل نہیں۔ انسان ہوں یا جنات.... فرشتے ہوں یا جاندار اشیاء......

زمین ہو یا آسمان..... حیوانات ہوں یا نباتات...... جمادات ہوں یا حشرات الارض، حتیٰ کہ مَلَکُ الموت کوئی بھی موت سے مستثنیٰ نہیں ہے بلکہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اور جہنمی جہنم میں داخل کر دئے جائیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں جنتیوں اور دوزخیوں کے سامنے لائیں گے اور اُسے ذبح کرکے فرمائیں گے لو آج موت پر بھی موت آگئی

سامعین گرامی! خداوند قدوس نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے دوسری دلیل دی لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ...... کہ میری ذات وہ ذات ہے جسے نہ کبھی اُونگھ آتی ہے اور نہ کبھی نیند، اس لئے جب بھی کوئی حاجت مند اپنی کسی حاجت کے لئے مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی پکار سن کر جواب بھی دیتا ہوں۔

اور جن کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو ان کو نیند آتی ہے اور جسے نیند آجائے وہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اُسے اپنے وجود کے نفع و نقصان کا بھی علم نہیں ہوتا۔ جب اسے اپنے آپ کا بھی علم نہیں تو پکارنے والے کے حالات سے کس طرح باخبر ہو سکے گا۔

خداوند قدوس نے اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے تیسری دلیل دی لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ..... کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا مالک اللہ ہے ..... مالک و مختار صرف میں ہوں ..... جو چاہوں کروں مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے .... اور جن کو تم پکارتے ہو وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ وہ اپنے وجود کے بھی مالک نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے کفن کے بھی مالک نہیں ہیں۔ وہ عاجز ہیں۔ مَیں مالک ہوں .... وہ سب فقیر ہیں اور مَیں غنی ہوں ..... وہ سب محتاج ہیں۔ مَیں ہی بے پرواہ ہوں۔ اس لئے مَیں ہی اِلٰہ ہوں اور میرے سوا کوئی بھی اِلٰہ نہیں ہے۔

سامعین گرامی! خداوند عالم نے اپنے دعوے کے اثبات کے لئے چوتھی دلیل دی مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ...... کون ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر اس کے آگے سفارش کر سکے .... یعنی جن کو تم پکارتے ہو وہ میری اجازت کے بغیر زبان بھی نہیں کھول سکتے۔

اللہ رب العزت نے اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے پانچویں دلیل دی۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ .... اس دلیل میں اللہ نے اپنے علم کی وسعت کو بیان فرمایا ہے جو کچھ مخلوق کے آگے ہے یعنی دنیا کے حالات، اور جو کچھ مخلوق کے پیچھے ہے۔ یعنی آخرت کے امور اور حالات سب کو جاننے والی ذات اللہ رب العزت کی ہے۔ کائنات کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز کوئی درخت

کا پتا..... کوئی ریت کا ذرہ....... کوئی سمندر کا قطرہ....... کوئی گھاس کا تنکا....... کوئی بارش کی بوند....... اس کے علم سے باہر نہیں ہے
اللہ تعالے فرماتے ہیں جب درخت سے کوئی پتا زمین پر گرتا ہے تو ئیں اس پتے کو بھی جانتا ہوں۔ اور اس پتے نے راستے میں جتنی کروٹیں بدلی ہیں انہیں بھی جانتا ہوں۔

پھر اس دلیل کا منفی پہلو ذکر کیا۔ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ..... اور اللہ کے سوا تمام مخلوق اس کے علم میں سے ایک چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ مگر جتنا اللہ چاہے۔ یعنی ایک معمولی سے معمولی چیز کا کل علم کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں مخلوق والے اتنا جانتے ہیں جتنا اللہ ان کو بتلائے۔
خداوند قدوس نے اپنے دعوے کے اثبات کیلئے چھٹی دلیل دی وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ...... کرسی سے مراد علم ہے یا قدرت..... مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قدرت اور اللہ کا علم وسیع و عریض ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں کائنات کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔
اللہ نے اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے ساتویں اور آخری دلیل وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ دی۔

سامعین گرامی قدر! یہ سات عقلی دلائل ہیں جو آپ نے سماعت فرمائے جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے اور معمولی شعور رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ زمین و آسمان میں اور پوری کائنات میں اللہ تعالے کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالے بھی لوگوں سے یہی دعویٰ تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔

دعویٰ توحید کی فضیلت و اہمیت

یہ دعویٰ کوئی معمولی دعویٰ نہیں

ہے بلکہ عظیم اور اعلیٰ دعویٰ ہے کہ رحمتِ کائناتؐ نے فرمایا اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ سب اذکار میں سے افضل و اعلیٰ ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور یہ کلمہ اتنا عظیم ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے اللہ کے دربار میں عرض کیا تھا......... یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ وَاَدْعُوْکَ بِہٖ ۔
.... اے میرے پالنہار مجھے کوئی ایسا وظیفہ اور ورد بتلائیے جس کے ذریعے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔

آپ لوگوں کو ذکر اور وظیفوں کا بہت شوق اور ذوق ہوتا ہے جب بھی کسی بزرگ یا نیک آدمی سے ملاقات ہو تو پوچھتے ہو۔...... جی کوئی وظیفہ بتلاؤ ــــ جی کوئی ایسا ذکر بتلاؤ جس سے سکون و اطمینان ملے..... تو سنو! یہاں وظیفہ پوچھنے والا کوئی عام یا معمولی شخص نہیں بلکہ کلیم اللہ ہے اور وظیفہ بتلانے والا کوئی پیر نہیں بلکہ رَبِّ کائنات ہے۔

اللہ رَبُّ العزت نے حضرت موسیٰؑ کی درخواست کے جواب میں فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ پڑھا کرو۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ وظیفہ سُنا تو عرض کی یَارَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ ھٰذَا ...... اے میرے مولا یہ ورد اور وظیفہ تو تیرا ہر بندہ کرتا ہے۔ مَیں تو کوئی ایسا وظیفہ اور ورد پوچھنا چاہتا ہوں جو خاص میرے لئے ہو۔ اور صرف مجھے عطا ہو۔

خداوند قدوس نے فرمایا۔ اے میرے کلیم لَوْاَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضِیْنَ السَّبْعَ فِیْ کِفَّۃٍ ۔ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کِفَّۃٍ مَالَتْ بِھِمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ (نسائی شریف)

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں۔ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھ دیا جائے تو اس کلمے والا پلڑا جھک

جائے گا۔ اسی طرح کی ایک اور روایت حدیث کی کتب میں موجود ہے کہ رحمت کائنات امام الانبیاءؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس پاک و برتر ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تمام آسمان اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور سب زمینیں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ یہ پوری کائنات ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائے اور دوسرے پلڑے میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار رکھ دیا جائے تو یہی کلمے والا پلڑا جھک جائے۔

(میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہوا کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار آسمانوں سے بھاری ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اس سے بھی بھاری ہے۔ اور آسمانوں میں کیا ہے....... جنت ہے جنت کی بہاریں ہیں..... انبیاء کی ارواح ہیں...... چاند سورج کا نظام ہے۔ ستاروں کے جھرمٹ ہیں۔

اور یہ کلمہ تمام زمینوں سے بھی وزنی ہے۔ اور جو کچھ زمینوں کے اوپر ہے اس سے بھی وزنی ہے۔ جو کچھ زمینوں کے اندر ہے اس سے بھی وزنی ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے پہاڑ ہیں سمندر و دریا ہیں...... ان میں لؤلؤ و مرجان...... ہیرے جواہرات اور موتی ہیں...... انسان ہیں۔ جنات ہیں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں۔ لیکن یہ کلمہ اتنا عظیم اور بھاری ہے کہ پوری کائنات مل کر بھی اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی)

کلمۂ توحید گناہوں کا کفارہ

سامعین گرامی قدر! آیۃ الکرسی کا دعویٰ اتنا عظیم اور بلند تر ہے کہ اس کے اقرار سے گناہ دُھل جاتے ہیں۔ مغفرت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور بخشش کی چادر انسان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

ہاں ہاں ساری زندگی کفر و شرک میں بسر کرنے والا شخص...... اللہ تعالیٰ کی

کھلی نافرمانیاں کرنے والا انسان...... کفر و الحاد کے سمندر میں غرق ہونے والا انسان۔ منکرِ خدا جیسا بھیانک مجرم...... گناہ و عصیان کاری کی دلدل میں پھنسا ہوا بدنصیب جس کے اعمال نامہ میں کفر و شرک سے لے کر ادنیٰ گناہ تک ہر قسم کی خرابی اور فساد موجود ہے۔ وہ کافر مشرک شخص جب صدقِ دل سے کلمہ پڑھتا ہے تو اللہ اُسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے۔ گویا آج ماں نے اُسے جنا ہے۔

مقامِ غور و فکر ہے جب کافر و مشرک انسان اس کلمہ کے پڑھنے سے کفر و شرک کی غلاظتوں سے پاک ہو جاتا ہے تو جب کوئی گنہگار مسلمان اس کلمہ کو پڑھتا ہوگا تو کیا اس کے گناہ نہیں دُھلتے ہونگے...... کیا اس کی مغفرت و بخشش نہیں ہوتی ہوگی...... ضرور ہوتی ہوگی۔ گناہوں کی گندگیوں کو دور کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی صابون نہیں ہے۔

○ خود رحمتِ کائناتؐ نے فرمایا مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِیْ سَاعَةٍ مِّنْ لَّیْلٍ وَّنَهَارٍ اِلَّا طَمَسَتْ فِی الصَّحِیْفَةِ مِنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی تَسْكُنَ اِلٰی مِثْلِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ۔

جب جو بندہ رات اور دن کی گھڑی میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو اس بندے کے اعمالنامہ میں سے اس کی برائیاں ہٹ جاتی ہیں۔ بلکہ برائیوں کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

○ حدیث کی کتب میں ایک اور واقعہ بھی ملتا ہے کہ ایک دن صدیق اکبرؓ رحمتِ کائناتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حالت یہ تھی کہ بے حد غمگین...... چہرے پر افسردگی کے آثار...... اور پریشانی کے نشانات تھے۔ آنحضرتؐ نے اس پریشانی اور افسردگی کو بھانپ لیا۔ پوچھا کیا بات ہے۔ آج کچھ افسردہ اور پریشان دکھائی دیتے ہو...... عرض کی یا رسول اللہ گزشتہ رات میں اپنے چچا زاد بھائی

کے پاس تھا اور اس کا آخری وقت تھا. نزع کا عالم تھا. بس یہ کیفیت بار بار سامنے آتی ہے تو طبیعت پریشان ہو جاتی ہے.

رحمت عالمؐ نے فرمایا. اے ابو بکرؓ کیا تم نے اس آخری وقت میں اپنے چچازاد بھائی کو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین نہیں کی تھی.......... انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اُسے کلمہ کی تلقین کی تھی.

(یاد رکھئے. تلقین کرنے کا یہ مفہوم نہیں کہ مرنے والے کو کہا جائے کہ تم کلمہ پڑھو اسے مت کہو، ہو سکتا ہے کہ سکراتِ موت اور نزع کی شدت کی وجہ سے انکار کردے تو کافر ہو جائے گا. بلکہ تلقین کا مفہوم یہ ہے کہ مرنے والے کے قریب بیٹھ کر معمولی اونچی آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کردو. وہ سُن کر خود بخود پڑھنے لگیگا)

حضرت ابو بکرؓ عرض کرتے ہیں. یا رسول اللہ. میں نے اسے کلمہ کی تلقین کی تھی آپؐ نے فرمایا پھر اس نے کلمہ پڑھ لیا..... عرض کیا ہاں یا رسول اللہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا..... ارشاد ہوا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی.

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کَیْفَ ہِیَ لِلْاَحْیَآءِ....... زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو اُن کو کیا ملے گا. یہ کلمہ زندہ لوگوں کے لئے کیسا ہے سرورِ کائناتؐ نے فرمایا ہِیَ اَھْدَمُ لِذُنُوْبِھِمْ ہِیَ اَھْدَمُ لِذُنُوْبِھِمْ یہ کلمہ اپنے پڑھنے والوں کے گناہوں کو بالکل مٹا دیتا ہے.

سامعینِ گرامی! میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آیۃ الکرسی کا دعویٰ اتنا عظیم ہے کہ اس کو صدقِ دل سے پڑھنے کی وجہ سے کفر و شرک اور ہر قسم کے گناہ مٹ جاتے ہیں.

کلمۂ توحید اور ابلیس حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ سرورِ کونینؐ نے

فرمایا..... لوگو! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور استغفار کی کثرت کیا کرو۔ اس لئے کہ سب سے بڑا شیطان، ابلیس کہتا ہے کہ اَھْلَکْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ۔ ...... مَیں نے لوگوں سے گناہ کروا کے ان کو تباہی اور بربادی کے گڑھوں میں پھینک دیا۔ (جب وہ گناہ کرتے ہیں تو ان کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ دوسرا گناہ کیا تو دوسرا نقطہ لگ گیا۔ حتیٰ کہ دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر بندہ گناہ کو معمولی سمجھتا ہے اور اسے نیکیوں میں لذت حاصل نہیں ہوتی۔)

ابلیس کہتا ہے مَیں نے لوگوں سے گناہ کروا کے ان کو ہلاک و برباد کر دیا وَاَھْلَکُوْنِیْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارُ...... اور لوگوں نے مجھے ہلاک و برباد کر دیا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور استغفار کے ساتھ...... کہ جب وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے...... میری ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے...... کلمہ اور استغفار ان کے دلوں کو شیشے کی طرح صاف اور شفاف کر دیتا ہے

پھر ابلیس کہتا ہے جب اس طرح مَیں نے اپنی ناکامی دیکھی اور دیکھا کہ میرا پھینکا ہوا جال کامیاب نہیں ہوا تو اَھْلَکْتُھُمْ بِالْاَھْوَآءِ وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ...... پھر مَیں نے ان کو ہوائے نفس، یعنی بدعات کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ اُن سے بدعات کروائیں۔ اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم نیکی اور ہدایت کے کام کر رہے۔ اب اُن کو توبہ اور استغفار کی توفیق بھی نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ ہر گنہگار جب بھی کوئی گناہ کا کام کرتا ہے۔ اسے گناہ ہی سمجھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ ناراض ہو گا اور سزا دے گا۔

کوئی چور، ثواب سمجھ کر چوری نہیں کرتا...... کوئی زانی نیکی سمجھ کر زنا نہیں کرتا...... کوئی قاتل ثواب سمجھ کر قتل نہیں کرتا...... کوئی شرابی

نیکی سمجھ کر شراب نہیں پیتا۔۔۔۔۔۔اگر ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تو اُسے گناہ ضرور سمجھتا ہے۔۔۔۔۔۔اگر کوئی بدنصیب روزہ نہیں رکھتا تو وہ اپنے اس فعل کو گناہ سمجھتا ہے۔۔۔۔۔۔کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اسے گناہ سمجھتا ہے ۔۔۔۔۔۔گالی نکالتا ہے تو گناہ سمجھتا ہے۔ اسی لئے اسے زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر توبہ کی توفیق نصیب ہو سکتی ہے۔ وہ اپنے گناہوں کی اپنے مہربان مولا سے معافی مانگ لیتا ہے۔ مگر بدعتی شخص کو توبہ کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ بدعت کر رہا ہے۔ گناہ کر رہا ہے مگر اُسے ثواب اور نیکی سمجھ رہا ہے۔ اب نیکی اور ثواب کے کام سے توبہ کون کرے اور اس نیکی کو ترک کس طرح کرے۔

(میں کہتا ہوں۔ بدعت جو سخت ترین گناہ ہے اور بدعتی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ اور بدعتی حوض کوثر سے بھی دور کر دیا جائے گا۔ یہ بدعت ہمیشہ نیکی کے کیپسول میں بند کر کے دی جاتی ہے۔ بدعت زہر قاتل ہے مگر اس پر خوبصورت غلاف اور کیپسول چڑھایا گیا ہے۔ بدعتی شخص جب دین میں کوئی نئی بات نکالتا ہے۔ اور کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے اور اسے نیکی اور ثواب سمجھتا ہے۔ تو درپردہ وہ اس بات کا دعویٰ کر رہا ہے کہ دین اسلام مکمل و کامل نہیں ہے بلکہ کچھ باتیں دین کی اور کچھ باتیں ثواب کی رحمتِ کائناتؐ نے بیان نہیں کیں۔ یا وہ اس بات کا مدعی ہے کہ مجھے نیکی کے ایک ایسے کام کا علم ہو گیا ہے۔ جس کا علم نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کو بھی نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔۔ یا اُن کو اس نیکی کے کام کا علم تو تھا مگر انہوں نے خیانت کی اور امت تک یہ بات نہیں پہنچائی۔ (معاذ اللہ) اس لئے بدعتی شخص گستاخِ رسولؐ بھی ہے۔ اور دشمنِ صحابہؓ بھی۔۔۔۔۔۔اور بدعتی شخص دین اسلام کو بھی مکمل نہیں مانتا۔ اس لئے یہ بدترین مجرم ہے۔)

ابلیس کہتا ہے میں نے لوگوں کو گناہ کی زندگی میں دھکیلا۔ لیکن کلمہ طیبہ اور

استغفار کر کے وہ اپنے زنگ آلود دل اور گنہگار سینے کو پاک صاف کرتے رہے اور یوں میری محنت پر پانی پھیرتے رہے۔ پھر میں نے ان کو ایسے خوشنما اور سنہری جال میں پھنسا دیا کہ وہ اس سے رہائی اور خلاصی نہیں پا سکتے۔

میں نے خوبصورت کیپسول اور سنہری و خوش رنگ غلاف میں بدعت کا زہر بھر کر ان کے حوالے کر دیا۔ اب وہ بدعت جیسا سنگین جرم۔ اور گھناؤنا عمل۔ اور سخت ترین گناہ کرتے ہیں لیکن اسے نیکی۔ ثواب اور اجر کا کام سمجھ رہے ہیں۔ اب ثواب اور نیکی سے توبہ کیوں اور کس طرح کریں۔

سامعین گرامی! یہ واقعہ بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ آیۃ الکرسی کا دعویٰ اتنا عظیم ہے کہ ابلیس بھی کہتا ہے کہ جب لوگ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے ہیں تو میری کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ اور میری ساری محنت اکارت جاتی ہے۔ میری کوشش رائیگاں ہو جاتی ہے۔ میری جد و جہد پر پانی پھر جاتا ہے۔ میری کامیابی ناکامی میں بدل جاتی ہے۔

کلمۂ اسلام اور حضرت عمرو بن العاصؓ

مشہور صحابیٔ رسول فاتح مصر حضرت عمروؓ بن عاص فرماتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے کے لئے دربارِ نبوی میں حاضر ہوا اور میں نے رحمتِ کائنات ﷺ سے عرض کی اُبْسُطْ يَمِينَكَ فَلْأُبَايِعْكَ...... آپ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیں تاکہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لوں...... آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا...... سرورِ کائنات ﷺ میری اس حرکت سے حیران ہوئے کہ خود کہا اور اب خود پیچھے ہٹ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مَالَكَ يَا عَمْرُو.... عمرو کیا بات ہے تم نے اپنا ہاتھ پیچھے کیوں کھینچ لیا۔ میں نے کہا اس طرح بیعت نہیں کرونگا۔ بلکہ ایک شرط منوا کر بیعت کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا...... اپنی شرط بتا..... میں نے کہا میں اس شرط پر کلمہ پڑھتا ہوں کہ کلمہ پڑھنے سے میرے گذشتہ تمام گناہ

معاف ہو جائیں...... میری بدکاریاں اور خطائیں مٹ جائیں..... میرا دامن گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہو جائے...... میری ماضی کی سیاہی ڈھل جائے...... میرے دل کی سیاہ رات میں اُجالا ہو جائے...... میں پاک صاف ہو جاؤں... آپؐ نے فرمایا...... اَمَا عَلِمْتَ یَا عَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ...... اے عمرو کیا تم نہیں جانتے کہ کلمۂ اسلام کے پڑھنے سے ماضی کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں..... سابقہ گناہوں کو یہ کلمہ ختم کر دیتا ہے۔ شرک و کفر کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ اور بندہ جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

سامعین گرامی! اس روایت سے معلوم ہوا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اتنا عظیم کلمہ ہے جس کے پڑھ لینے سے کفر و شرک جیسے اشد ترین اور منحوس ترین گناہ بھی مٹ جاتے ہیں۔

کلمۂ اسلام اور شفاعت

اس دنیا میں ہر شخص چاہے وہ عالم ہے یا جاہل..... پیر ہے یا ان کا مرید...... امام ہے۔ یا مقتدی...... نیک ہے یا بد...... نمازی ہے یا بے نماز...... غرضیکہ ہر انسان کی یہ دلی تمنا اور آرزو ہے کہ قیامت کے دن اُسے رحمت کائنات ؐ کی شفاعت نصیب ہو جائے تاکہ اس کی بخشش ہو اور وہ جنت کا حقدار ٹھہرے۔ آیئے آپ کو سناؤں کہ یہ شفاعت کس کو نصیب ہو گی اور اس کا مستحق کون ہو گا؟

ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور انورؐ سے پوچھا...... مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ...... آپؐ نے فرمایا... قیامت کے دن آپؐ کی شفاعت سے بہت زیادہ نفع اٹھانے والا کون ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا..... قیامت کے دن میرے شفاعت سے سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا

شخص وہ ہوگا جو خلوص دل کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہتا ہے۔

برادرانِ اسلام! خلوصِ دل کے ساتھ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے مفہوم و مطلب کو سمجھتا ہے۔ وہ اس کلمے کے تقاضے پورے کرتا ہے۔۔۔۔ کلمے کے کئے گئے اقرار پر قائم رہتا ہے۔ وہ کلمے میں کئے گئے وعدے اور عہد کو نبھاتا ہے۔ توحید پر کاربند رہتا ہے۔ اور شرک سے اپنے دامن کو بچاتا ہے۔ اُسے آنحضرتؐ کی شفاعت نصیب ہوگی اور وہ جنت کا مستحق ٹھہرے گا۔

حضرات گرامی! میں نے اختصار کے ساتھ آیۃ الکرسی کے دعویٰ کی عظمت و اہمیت بیان کی ہے کہ اس کلمہ کے پڑھنے سے انسان کے سابقہ گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اور اسی کلمہ کے اقرار کرنے والوں کو اپنے شفیق و مہربان پیغمبرؐ کی شفاعت نصیب ہوگی یہی کلمہ ہے جس کے اقرار کر لینے سے کافر شخص مسلمان ہوتا ہے۔ اور اسی کلمہ سے انسان راہ نجات پاتا ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

تیسری تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ . وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْاَمِیْنِ الْکَرِیْمِ . وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ . لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ الخ

برادرانِ اسلام۔ حاضرین محترم۔ گذشتہ خطبہ میں آپ سماعت فرما چکے ہیں کہ اللہ رب العزت نے آیۃ الکرسی میں ایک دعویٰ کیا ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ کہ پوری کائنات میں میرے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں ہے۔ پھر اپنے اس دعوے کو سات ایسے عقلی دلائل سے ثابت اور واضح کیا ہے کہ معمولی عقل و شعور رکھنے والا شخص بھی اس دعویٰ سے انکار نہیں کر سکتا۔

خداوند قدوس نے اس آیت میں جو دعویٰ کیا ہے۔ وہ دعویٰ کوئی معمولی یا عام سا دعویٰ نہیں ہے بلکہ اتنا عظیم اور اہم دعویٰ ہے کہ جس کے اقرار کر لینے سے کافر مسلمان بن جاتا ہے۔

ہاں یہ دعویٰ اتنا عظیم ہے کہ اس کے اقرار سے جہنمی شخص جنت کا حقدار ہو جاتا ہے۔ یہ دعویٰ ایسا عظیم دعویٰ ہے کہ جو شخص صدق دل سے اس کا اقرار کر لیتا ہے وہ رحمت کائنات ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ہاں یہ دعویٰ اتنا اعلیٰ و افضل ہے کہ اس کے اقرار سے زندگی کے گذشتہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا انسان۔۔۔۔۔ بے دینی و الحاد میں جکڑا ہوا انسان۔۔۔۔۔ تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانیاں کرنے والا انسان۔۔۔۔۔ ہمیشہ اس سے منہ موڑنے والا انسان۔۔۔۔۔ اس نے جب بھی

زندگی کے کسی موڑ پر صدقِ دل اور خلوص نیت سے یہ کلمہ پڑھ لیا وہ تمام گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جیسے آج اس کی ماں نے اُسے جنا ہو۔

ہاں یہی کلمہ پورے دین کی بنیاد ہے۔ دین اسلام کی یہ خوبصورت عمارت اسی کلمہ کے سہارے کھڑی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کلمہ پر ایمان نہ ہو اور اس کلمہ میں کئے گئے عہد و پیمان اگر انسان پورے نہ کرے تو اس کا کوئی عمل اللہ کے دربار میں شرفِ قبولیت نہیں پا سکتا۔

یہی کلمہ انسان کے لئے باعثِ نجات و فلاح ہے۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی بدنصیب ابدی جہنم کا سزاوار ہو گا تو اسی کلمہ کے انکار کی وجہ سے ہو گا۔۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی خوش نصیب نجات اور کامیابی حاصل کرے گا تو اس کا سبب یہی کلمہ ہو گا۔ گویا کہ باعثِ نجات یہی کلمہ ہے جو آیۃ الکرسی کا دعویٰ ہے۔

رحمتِ کائنات امام الانبیاءؐ کا ایک ارشادِ گرامی بہت مشہور و معروف ہے۔ آپ نے بارہا سنا بھی ہو گا اور پڑھا بھی ہو گا کہ

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّـةَ

کہ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کر لیا وہ جنت کا حقدار ہو گیا۔

(یعنی یہ کلمہ اس کیلئے باعثِ نجات ہو گا۔ ہاں اگر اس نے اپنی زندگی میں شرک و بدعات کے علاوہ دوسرے گناہ کئے ہونگے تو اگر اللہ چاہیگا تو محض اپنی رحمت اور سرورِ کونینؐ کی شفاعت سے معاف کر دے گا۔ اور اگر اللہ تعالےٰ نے ان گناہوں کی پاداش میں اس شخص کو جہنم کے حوالے کر دے تو گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد یہ کلمہ اُسے ایک روز جنت میں ضرور پہنچا یگا)

ایک اور حدیث میں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رحمتِ کائناتؐ نے فرمایا

مَكْتُوْبٌ عَلٰى بَابِ الْجَنَّـةِ اَنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا لَا اُعَذِّبُ

مَنْ قَالَهَا.

جنت کے دروازے پر لکھا ہوا کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے میں اللہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس شخص کو عذاب نہیں دونگا۔

(اس حدیث کا بھی مطلب یہ ہے کہ دائمی عذاب نہیں دوں گا۔ اور اگر کسی خوش نصیب کو جو اس کلمے کا ورد کرتا ہے باوجود گناہوں کے بالکل عذاب نہ دیا جائے تو یہ بھی رحمتِ خداوندی سے کچھ بعید نہیں ہے)

آنحضرتؐ کے ایک اور ارشاد نے ان حدیثوں کی تفسیر و تشریح کر دی ہے کہ کن شرائط کے ساتھ کلمۂ توحید کا پڑھنا باعث دخولِ جنت ہے۔ ارشاد ہوا

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قِیْلَ وَمَا اَخْلَاصُھَا قَالَ اَنْ تَحْجُزَہٗ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ (طبرانی)

جس شخص نے اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ۔ اخلاص سے کلمہ پڑھنے کا مطلب کیا ہے ؟ تو رسُولِ اکرمؐ نے فرمایا۔ اخلاص سے کلمہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ اس شخص کو ان کاموں سے روک دے جو کام اللہ نے حرام کیے ہیں۔ اور جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے۔

(اب مفہوم واضح ہوگیا کہ کلمہ پڑھنے والا اللہ کے حرام کردہ اور منع کردہ افعال سے رک جائے تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب اگر کوئی شخص کلمہ بھی پڑھے اور شرک بھی کرے تو جنت کی خوشبو بھی نہیں سُونگھ سکیگا)

اسی طرح کا ایک واقعہ حدیث میں ملتا ہے جس کے راوی حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول انورؐ ہمارے درمیان موجود تھے کہ اچانک آپ اُٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔ ہم نے سمجھا کہ قضائے حاجت یا کسی اور ضروری کام کے سلسلے میں گئے ہونگے اور واپس تشریف لے آئیں گے۔ مگر جب آپ نے

کافی دیر لگا دی تو ہم پریشان ہوئے کہ کہیں کسی دشمن نے آپ کو تکلیف نہ پہنچائی ہو۔ ہم سب لوگ آپ کو ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے۔ میں آپ کی تلاش میں انصار کے ایک باغ میں داخل ہوا تو آنحضرتؐ باغ کے اندر تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے میرے آنے کا سبب پوچھا تو میں نے تمام معاملہ گوش گزار کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو ڈر گئے تھے کہ کوئی دشمن آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ سب لوگ آپ کو تلاش کر رہے ہیں اور میں تلاش کرتے کرتے یہاں تک آگیا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا یہ میری دونوں جوتیاں بطور نشانی لے جاؤ اور جو شخص تمہیں اس باغ کی دیوار کے باہر ملے اور وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی گواہی دل کے یقین کے ساتھ دیتا ہو تو اسے جنت کی خوشخبری سنادو۔

حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں۔ میں آپ کی جوتیاں لے کر خوشی خوشی باغ سے باہر آیا تو سب سے پہلے مجھے حضرت عمرؓ ملے انہوں نے دیکھا کہ جوتیاں میرے ہاتھ میں ہیں تو پوچھا ابوہریرۃؓ کہاں جارہے ہو اور یہ جوتیاں کیسی ہیں۔

میں نے پورا واقعہ سنایا کہ آنحضورؐ باغ کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ اور آپ نے اپنی جوتیاں بطور نشانی مجھے عطا کیں ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ جو شخص تجھے اس باغ کے باہر ملے کلمہ توحید کی صدقِ دل سے شہادت دیتا ہو تو اُسے جنت کی خوشخبری سناؤں۔

حضرت عمرؓ نے یہ بات سنی تو اتنے زور سے میرے سینے پر تھپڑ مارا کہ میں سرینوں کے بل گر گیا۔ اور پھر فرمایا اِرْجِعْ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃ .... ابوہریرۃؓ واپس پلٹ جاؤ۔ اور یہ خوشخبری کسی کو نہیں سنانی۔

حضرت ابوہریرۃؓ روتے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو لئے۔ ابھی کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ فاروقِ اعظمؓ بھی پہنچ گئے۔

آنحضرتؐ نے ابوہریرۃؓ سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی...... انہوں نے وہ

ساری حقیقت کہہ سنائی۔ جوان پر بیتی تھی۔

اب آنحضرت حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت ابو ہریرہؓ کو مارنے اور واپس کرنے کا سبب اور وجہ پوچھی..... حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر میری ماں اور باپ قربان ہو جائے۔ آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص یقینِ قلب اور صدقِ دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی گواہی دیتا ہو اس کو جنت کی خوشخبری سنائیں..... آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے ابو ہریرہؓ کو یہ بشارت دے کر بھیجا تھا...... حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ فَلَا تَفْعَلْ...... آپ ایسا نہ کریں۔ ورنہ لوگ اس خوشخبری پر بھروسہ کر کے عمل کرنا چھوڑ دینگے..... آپ لوگوں کو خوشخبری نہ سنائیں۔ تاکہ وہ آخرت میں اپنے چھٹکارے اور نجات کے لئے نیک اعمال کریں۔

حاضرین گرامی! اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ کلمۂ توحید اتنا اہم اور عظیم کلمہ ہے کہ جو شخص یقینِ قلب اور صدقِ دل سے اسے پڑھ لیتا ہے۔ اور پھر وہ شرک و بدعات سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اور اپنا دامن اللہ کے حرام کردہ افعال سے آلودہ نہیں ہونے دیتا تو رحمت کائنات اس شخص کو جنت کی خوشخبری دے رہے ہیں..... معلوم ہوا کہ آیۃ الکرسی میں کیا گیا دعویٰ اتنا عظیم ہے کہ جنت میں داخل ہونے کا سبب یہی دعویٰ ہے۔

اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ فاروقِ اعظمؓ دور رس نگاہ اعلیٰ سمجھ اور بے مثال تدبر کے مالک تھے۔ کہ آنحضرت نے بھی ان کی رائے کا احترام فرمایا! جو مشورہ انہوں نے دیا اُسے قبول فرمایا۔

(میں کہتا ہوں فاروقِ اعظمؓ کا تدبر، فاروقِ اعظم کی دانائی۔ فاروقِ اعظمؓ کی زیرکی اور فاروقِ اعظمؓ کا صائب الرائے ہونا۔ اور فاروقِ اعظمؓ کا مشورہ اتنا اہم

اعلیٰ بلند تر، صحیح اور درست ہوتا تھا۔ کہ قرآن مقدس میں بائیس مقامات ایسے ہیں۔
جہاں خداوند قدوس نے فاروق اعظمؓ کی رائے اور مشورہ کا احترام کیا اور ان کی رائے
کی تائید کرتے ہوئے قرآن اتارا۔

اعمالِ بد کے ننانوے ۹۹ دفتر اور کلمہ توحید

رحمتِ کائناتؐ نے فرمایا ایک بہت بڑا گنہگار شخص میدان محشر میں پیش
ہوگا۔ اس کے سامنے اس کے بُرے اعمال کے ننانوے دفتر لائے جائیں گے۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ ایک ایک دفتر اتنا طویل ہوگا کہ جہاں تک انسان کی نظر پہنچے گی وہاں تک
دفتر ہوگا۔۔۔۔۔ پھر یہ ننانوے دفتر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دئے جائیں گے۔
۔۔۔۔۔۔ یہ شخص اس منظر کو دیکھ گھبرائے گا۔ پریشانی و ندامت سے کانپ رہا ہوگا۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ جہنم کی ہولناک وادی سامنے نظر آئے گی۔ دنیا کی زندگی پر نظر ڈالے گا تو وہ نیک
اعمال سے خالی نظر آئے گی۔ اسے یقین ہو جائے گا کہ میرے لئے دوزخ کا فیصلہ ہی ہوگا
اور اس تصور سے پسینے میں شرابور ہوگا۔ کہ خداوند قدوس کی شفقت بھری آواز آئے
گی کہ گھبراؤ نہیں تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس محفوظ ہے اور وہ نیکی بہت وزنی اور
بھاری نیکی ہے۔۔۔۔۔۔ پھر اُسے کاغذ کا ایک ٹکڑا دیا جائے گا کہ اسے ترازو کے
دوسرے پلڑے میں رکھو اور وزن کراؤ۔۔۔۔۔۔

یہ شخص عرض کرے گا۔ مولا میرے ساتھ تمسخر و مخول ہو رہا ہے۔ ایک طرف
نامہ نظر ننانوے دفتر اعمالِ بد کے۔۔۔۔۔۔۔ اور دوسری طرف کاغذ کا ایک پُرزہ۔۔
۔۔۔۔۔۔ بھلا کاغذ کا یہ پُرزہ ان ننانوے دفتروں کا مقابلہ کیسے کریگا۔۔۔۔۔۔۔

خداوند قدوس فرمائیں گے میری ذات تمسخر و مخول کرنے سے پاک ہے۔ تم
ذرا کاغذ کے اس پُرزے کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر دیکھو تو سہی!

آنحضرتؐ نے فرمایا فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِیْ کِفَّۃٍ وَالْبِطَاقَۃُ فِیْ کِفَّۃٍ

ننانوے دفتر ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے۔ اور دوسری جانب کاغذ کا وہ پرزہ رکھا جائے گا...... فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللهِ شَيْءٌ۔ (ترمذی)

جوں ہی وہ پرزہ پلڑے میں رکھا جائے گا تو ننانوے دفتر اڑنے لگیں گے اور اس پرزے والا پلڑا جھک جائے گا...... پس حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالے کے نام سے کوئی چیز بھاری اور وزنی نہیں ہے

جب نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اور اس شخص کے لیے جنت کا حکم ہوگا۔ تو یہ شخص عرض کرے گا...... اے میرے مولا میں نے تو پوری زندگی میں اتنی وزنی اور بھاری نیکی کبھی نہیں کی ہے۔ جو بد اعمال کے ننانوے طویل وعریض دفتروں پر غالب آجائے اور بھاری ہو جائے.... مجھے دیکھنے تو دے اس کاغذ کے چھوٹے سے پرزے پر میری کون سی نیکی درج ہے۔ جب دیکھے گا تو حیران رہ جائے گا۔ کہ اس پہ کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہوگا۔

حاضرین محترم : اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آیۃ الکرسی میں جو دعویٰ مولا کریم نے کیا ہے وہ کوئی معمولی دعویٰ نہیں ہے بلکہ اتنا عظیم اور وزنی دعویٰ ہے جو برے اعمال کے تا حد نظر ننانوے دفتروں پر غالب آجائے گا۔ اور انسان کے لیے جنت میں داخلے کا سبب بن جائے گا۔

کلمہ توحید ہی باعث نجات ہوگا

علاوہ ازیں اکثر احادیث اس بات پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ یہی کلمہ توحید باعث نجات کائنات ہے۔ یعنی انسان اور جنات کی نجات اور کامیابی کا دارومدار اسی کلمہ توحید پر ہے۔ جس شخص نے خلوص دل اور یقین قلب سے اس کا اقرار کر لیا اور اس میں کئے گئے عہد و پیمان پر قائم رہا وہ جنت کا حقدار ٹھہرا۔ اور جو بد نصیب اس کلمہ کا

اقرار نہیں کر سکا۔ حالتِ کفر ہی میں مر گیا یا زبانی اقرار تو کیا مگر اس میں کئے گئے وعدوں کا پاس نہیں کیا۔ یعنی کلمہ بھی پڑھتا رہا اور شرک بھی کرتا رہا...... کلمہ بھی پڑھتا رہا اور اللہ کے سوا اوروں کو الٰہ اور معبود بھی سمجھتا رہا...... کلمے کا اقرار بھی کرتا رہا اور جبین نیاز مختلف دروازوں پہ...... مقبروں پہ...... تعزیئے اور تابوتوں پر جھکاتا رہا......

...... کلمے کا زبانی اقرار بھی کرتا رہا اور نذر و نیاز بزرگوں کے نام کی دیتا رہا...... کلمے کا اقرار بھی کرتا رہا اور منتیں مزاروں اور تعزیوں کی مانتا رہا...... زبانی کلمے کا اقرار بھی کرتا رہا اور یا علی مدد...... یا غوث مدد کے نعرے بھی لگاتا رہا......

...... طوطے کی طرح رٹا رٹایا کلمہ بھی پڑھتا رہا اور عالم الغیب...... حاضر و ناظر...... مشکل کشا...... حاجت روا...... مختارِ کل...... اور مددگار اوروں کو بھی سمجھتا رہا۔ تو یہ بدنصیب بھی نجات سے محروم رہے گا۔ اور جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ اور جن خوش نصیبوں نے کلمے میں کئے گئے تمام عہد و پیمان پورے کئے وہ کلمے کے تقاضوں پر پورے اترے۔ پوری زندگی شرک سے بیزار رہے تو یہی کلمہ اُن کے لئے باعثِ نجات بن جائے گا۔

حدیث کی کتب میں ایک روایت موجود ہے کہ آنحضرتؐ کے انتقال پُر ملال کا صحابۂ کرامؓ کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ اُن میں سے بہت سے لوگ مختلف قسم کے وسوسوں میں مبتلا ہو گئے۔

(صحابۂ کرامؓ کی قدسی جماعت کے ایک ایک فرد کو رسولِ رحمتؐ سے بے پناہ پیار تھا۔ وہ آنحضرتؐ کو اپنے ماں باپ، اولاد، مال و دولت اور دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب اور پیارا سمجھتے تھے...... اُن کو یہ بھی گوارہ نہ تھا کہ آپ کے پاؤں مبارک میں کانٹا چبھ جائے۔ وہ آنحضرتؐ کو نظروں سے اوجھل کر کے زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے...... انہوں نے تو آپ کے لئے ماں، باپ اور اولاد کی قربانی

پیش کی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو صحابۂ کرامؓ کو نبی اکرمؐ کی جدائی کا شدید ترین صدمہ پہنچا ۔ بعض صحابۂ کرام ہوش و حواس کھو بیٹھے ۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا خیال تھا کہ آنحضرتؐ پر بے ہوشی طاری ہوئی ہے ۔ جس طرح کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ پر کچھ دیر کے لئے بے ہوشی طاری ہو گئی تھی ۔ آپ تھوڑی دیر کے بعد اٹھیں گے ۔ اور منافقین کے سر قلم کریں گے ۔ اور ہم سب کے بعد آپؐ کا انتقال ہوگا ۔

کچھ صحابۂ کرامؓ کو وفات پیغمبر سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ شاید دین اب ختم ہو جائے بعض صحابۂ کرامؓ کو آپؐ کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا کہ ان کی زبانیں بند ہو گئیں ۔ مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک صحابی اگر دوسرے کو سلام دیتا ہے تو وہ صحابی فرطِ غم سے اسقدر نڈھال ہے کہ جواب دینے کی سکت نہیں رکھتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسا کیوں نہ ہو آج اُن کا محبوب رسول دنیا سے رخصت ہو گیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں آج باپ سے بڑھ کر مہربان ان کا پیارا رسول ان سے رخصت ہو گیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں آج حقیقی ماں سے زیادہ شفقت کرنے والا جو رخصت ہو گیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی غم اور افسوس میں وہ افسردہ اور پریشان ہو گئے تھے ۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں میں خود اس صدمہ سے نڈھال تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پریشانی و غم میں ڈوبا ہوا بیٹھا تھا کہ حضرت عمرؓ وہاں سے گزرے ۔ انہوں نے مجھے سلام کیا ۔ لیکن نہ مجھے ان کے گزرنے کا علم ہوا اور نہ سلام دینے کا پتہ چلا ۔

حضرت عمرؓ نے میرے اس رویئے کو دیکھا ۔ میری بے رخی دیکھی ۔ سلام تک کا جواب نہ پایا ۔ تو انہوں نے اس بات کی شکایت خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبرؓ سے جا کر کی ۔ کہ دیکھو ۔ ابھی آنحضرتؐ کو رخصت ہوئے چند دن ہوئے ہیں ۔ اور ہم میں اس قدر دوریاں پیدا ہو رہی ہیں کہ آج میرا عثمانؓ پر گزر ہوا ۔ میں نے سلام دیا

تو انہوں نے میرے سلام کا جواب تک نہیں دیا۔ ہمارے درمیان تو دوستیاں تھیں پیار تھا۔ محبت تھی۔ الفت تھی۔ برادرانہ تعلقات تھے۔ دوستانہ مراسم تھے۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہم نے زندگی گزاری ہے۔ اور آج عثمانؓ میرے سلام تک کا جواب نہیں دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوری گفت گو سنی اور فاروق اعظمؓ کو ساتھ لے کر حضرت عثمانؓ کے در دولت پر آگئے۔

سلام دینے کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا

مَا حَمَلَكَ اَنْ لَا تَرُدَّ عَلٰى اَخِيْكَ عُمَرَ سَلَامَهُ...... عثمان کیا بات ہے اور کیا وجہ ہے کہ تم نے آج فاروق اعظمؓ کے سلام کا جواب نہیں دیا...... کیا کوئی ناراضگی ہے۔ کیا اپنے بھائی عمرؓ پر خفا ہو۔

حضرت عثمانؓ نے یہ سب کچھ سنا تو حیران ہو گئے۔ کیونکہ وہ تو پریشان و افسردہ اور کسی سوچ میں گم بیٹھے تھے۔ اور ان کو تو حضرت عمرؓ کے آنے کا بھی علم نہیں۔ چہ جائیکہ سلام سننے اور جواب کا ہوش ہوتا...... اس لئے فرمایا......

مَا فَعَلْتُ...... مَیں نے ایسا نہیں کیا۔ کہ حضرت عمرؓ نے سلام دیا ہو۔ اور میں نے اُن کے سلام کا جواب نہ دیا ہو

حضرت عثمانؓ نے جب انکار کیا تو حضرت عمرؓ جو ذرا جلالی طبیعت کے مالک ہیں۔ انہوں نے فرمایا بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ...... مجھے اللہ کی قسم ہے۔ آپ نے آج ایسے ہی کیا ہے کہ مَیں نے آپ کو سلام دیا اور آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔

جب حضرت عمرؓ نے قسم اٹھائی تو حضرت عثمانؓ کو بھی چونکہ نہ اُن کے آنے کا علم تھا اور نہ سلام دینے کا اس لئے فرماتے ہیں

وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ اَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ... مجھے بھی

خداوندِ قدوس کی قسم ہے کہ نہ تو مجھے آپ کے گزرنے کا علم ہوا۔ اور نہ سلام دینے کا۔

اللہُ اکبر! اندازہ فرمایئے!...... ضد وعناد کی عینک اتار کر غور کیجئے... کہ سیّدنا عثمان معمولی آدمی نہیں...... صدیقؓ و فاروقؓ کو نکال کر پوری امت سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا قدر ہیں۔

اور عثمان کو یہ شرف حاصل ہے کہ رسولِ انورؐ نے اپنی دوؐ صاحبزادیوں کا نکاح ان سے کیا۔ اور ذوالنورین کہلائے...... اور یہ شرف ان کے سوا کائنات کے کسی شخص کو نہیں ملا۔ کہ اسے کسی پیغمبر نے اپنی دوؐ لڑکیاں نکاح میں دی ہوں۔

عثمانؓ کوئی معمولی شخصیت نہیں۔ بلکہ اتنا اعلیٰ شان رکھتا ہے کہ اس کی وجہ سے چودہ سو صحابہ کو جنت کی خوشخبری اور اللہ کی رضا کا پروانہ ملا۔

اگر پوری دنیا کے بزرگ۔ امام۔ ولی اور پیر۔ مفسر اور محدث، عالم اور زاہد۔ مجتہد اور فقیہہ۔ جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کے اوپر نیچے کھڑے ہو جائیں تو سیّدنا عثمانؓ کے پاؤں کے تلوؤں کو بھی نہیں چھو سکتے۔

لیکن جاگتے ہوئے زندہ عثمانؓ کو سامنے سے گزرتے ہوئے عمرؓ کا پتہ نہ چل سکا اور حضرت عمرؓ نے سلام دیا تو بغیر کسی آڑ کے اور دیوار حضرت عثمانؓ نے سلام بھی نہیں سنا۔ اگر زندہ اور جاگتے ہوئے صحابی اور عثمان غنیؓ جیسے صحابی کو پتہ نہیں چل سکا تو مرنے کے بعد اور دفن ہونے کے بعد۔ منوں مٹی کے نیچے کسی ولی۔ پیر۔ شہید۔ بزرگ اور فقیر کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ کون قبر پہ آیا اور کون نہیں آیا۔ اور اسی طرح وہ مرنے کے بعد نہ سلام سنتے ہیں۔ نہ کسی قسم کی کلام سنتے ہیں۔ اور نہ کوئی پیغام سنتے ہیں۔

حیف ہے تمہاری عقل پہ اور تف ہے تمہارے اس بودے نظریئے پر کہ مرنے کے بعد وہ قبر پر آنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں اور سلام بھی سنتے ہیں۔ . . . . اور یہاں زندہ عثمان ہے . . . . . جاگ رہا ہے ۔ درمیان میں پردہ اور آڑ بھی کوئی نہیں۔ لیکن وہ قسم اٹھا کر کہہ رہے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ کے گزرنے کا بھی علم نہیں اور سلام دینے کا بھی پتہ نہیں۔

(میں کہتا ہوں مسئلہ واضح ہوگیا کہ مرنے کے بعد نہ کوئی اس دنیا والے کی پکار سنتا ہے نہ کسی آنے والے کو دیکھ سکتا ہے نہ سلام سنتا ہے اور نہ ہی جواب دینے کی سکت رکھتا ہے۔

قرآن نے واضح اعلان کیا ہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اے میرے پیارے رسولؐ آپ قبروں میں پڑے ہوؤں کو نہیں سنا سکتے . . . . اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى . . . اے میرے پیارے پیغمبرؐ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے)

یہاں زندہ عثمانؓ کو پتہ نہیں چل سکا کہ حضرت عمرؓ گزرے بھی ہیں یا نہیں اور ہمارے ہاں گنگا اُلٹی بہتی ہے ۔ یہاں منبر و محراب پر وعظ ہوتا ہے کہ بزرگوں کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری قبر پر چڑا بیٹھا ہے یا چڑیا . . . . اور قبر پر جاؤ تو سرہانے کی طرف سے نہ جاؤ۔ مُردوں کو دیکھنے میں تکلیف ہوتی ہے . . . . لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

خیر جی یہ تو بات میں بات آگئی ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں نے قسم اٹھائی . . . . . حضرت عمرؓ نے اس بات پر کہ انہوں نے سلام دیا مگر عثمانؓ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا . . . . اور حضرت عثمانؓ نے اس بات پر قسم اٹھائی کہ مجھے نہ تو حضرت عمرؓ کے گزرنے کا علم ہوا اور نہ ان کے

سلام دینے کا.......... تھے دونوں اپنی اپنی قسم میں سچے.......
... حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ دونوں نے اپنے اپنے موقف پر قسم اٹھائی ہے۔
اور دونوں ہی قسم اٹھانے میں صادق ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ بے حد زیرک
دانا۔ اور معاملہ شناس تھے۔ فوراً معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئے۔

انہوں نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ أَمْرٌ۔ کہ عثمان تجھے کسی معاملہ اور کسی
فکر نے اس حد تک مشغول کر رکھا تھا اور تم کسی سوچ میں اس قدر منہمک تھے کہ
کسی اور چیز کا آپ کو خیال تک نہیں تھا۔ اسی سوچ و فکر کے موقع پر عمرؓ
گزرے ہونگے۔ انہوں نے سلام دیا مگر تم دنیا و مافیہا سے بے خبر کسی معاملہ
کی فکر اور سوچ میں غرق تھے اور آپ کو پتہ بھی نہ چل سکا۔

حضرت عثمانؓ نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں مشغول تھا۔
اور اس قدر منہمک تھا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا...... مَا هُوَ ...... وہ معاملہ اور
سوچ جس نے آپ کو پریشان اور افسردہ کر دیا تھا۔ آخر ہے کیا۔

حضرت عثمانؓ نے کہا

تَوَفَّى اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ
اَنْ نَسْأَلَهٗ نَجَاةَ هٰذَا الْاَمْرِ (مسند احمد۔ مشکوٰۃ)

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبر کو اپنے پاس بلا لیا اور ابھی ہم نے
آپ سے یہ نہیں پوچھا — تھا کہ انسان کی نجات کس مسئلہ پر ہوگی؟ وہ کون سا
مسئلہ ہے جس کے مان لینے سے انسان کی نجات اور چھٹکارا ہو جائے.....
..... بس اسی سوچ نے پریشان کر رکھا تھا ...... اسی فکر نے افسردہ

کر دیا ہے۔ کہ دنیا و مافیہا کا ہوش نہ رہا کہ کاش میں نے یا کسی نے آنحضرتؐ سے پوچھ لیا ہوتا کہ نجات کا دارومدار کس مسئلہ پر ہوگا۔

اللہ اکبر...... سیدنا عثمانؓ داماد رسولؐ۔ ذوالنورین، مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ قبر رسولؐ کے قریب ہیں۔ اور جس دور کی میں بات کر رہا ہوں اس دور میں نورالدین زنگیؒ کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بھی نہیں تھی۔ اور باہر کی یہ لوہے کی جالیاں بھی نہیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرۂ مقدس میں جاؤ تو بغیر کسی پردے کے سامنے قبر رسول ہے..... عثمانؓ وہاں جا بھی سکتے ہیں۔ لیکن افسردہ و پریشان ہیں کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا ہے اور میں ایک اہم معاملے کے بارے میں نہیں پوچھ سکا....... معلوم ہوتا ہے کہ عثمانؓ کا عقیدہ اور نظریہ یہ تھا کہ وفات کے بعد رسول انورؐ سے کلام نہیں ہو سکتی نہ وہ ہماری بات سنتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں۔

(میں کہتا ہوں۔ اگر حضرت عثمانؓ کا عقیدہ ہوتا کہ وفات کے بعد آنحضرتؐ قبر پر آنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں، سلام سنتے بھی ہیں، اور جواب بھی دیتے ہیں اور اپنا ہاتھ مبارک بھی باہر نکالتے ہیں تو ان کو پریشان، افسردہ اور غمناک ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ سیدھے اپنی ماں عائشہؓ کے پاس آتے جو ان کی ساس تھیں اور آنحضرتؐ سے پوچھ کر اپنے مسئلے کا جواب حاصل کر لیتے..... لیکن حضرت عثمانؓ اور تمام اصحاب رسول کا یہی نظریہ تھا کہ وفات کے بعد رحمت کائنات نہ ہماری بات سن سکتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں)

یہ تو حضرت عثمانؓ کی بات ہے۔ خود حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جو رحمت کائناتؐ کے زمین پر وزیر ہیں وہ بھی حضرت عثمانؓ کی پریشانی و افسردگی کو دیکھ کر نہیں کہتے کہ عثمانؓ پریشان کیوں ہوتے ہو اگر زندگی میں یہ مسئلہ نہیں

پوچھا جاسکا تو آؤ چلتے ہیں اپنے پیارے پیغمبرؐ کی قبر منور پر........ وہاں جاکر سلام عرض کرینگے قبر سے جواب آئیگا۔ پھر یہ پریشانی پیش کرینگے آپ اس کا جواب دینگے جس سے اطمینان اور تسلی ہو جائیگی۔ اس لئے نہیں کہتے کہ ان دونوں کا عقیدہ و مسلک تھا کہ رسولِ انورؐ وفات کے بعد اپنا ٹھکانہ جنت الفردوس میں بنا چکے ہیں۔ آپ کی روح مبارک عالمِ برزخ میں بلند و بالا مقام پر پہنچ چکی ہے۔ اور وہ اب نہ دنیا والوں کی بات سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی پریشانی وافسردگی پیش کی۔۔ ......کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا اور میں آپ سے نہ پوچھ سکا کہ انسان کی نجات کس مسئلے پر ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کی بات سنی اور فرمایا......عثمانؓ! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم نے آنحضرتؐ سے اس بارے میں نہیں پوچھا تو کیا میں نے بھی نہیں پوچھا ہوگا....... فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں آنحضرتؐ سے یہ مسئلہ پوچھ چکا ہوں۔

حضرت عثمانؓ نے سنا تو فرطِ مسرت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا.... ...ابوبکرؓ تم پر میرا باپ اور میری ماں قربان اور فدا ہو جائے....... اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا...... تم ہی اس کے پوچھنے کے زیادہ حقدار تھے۔

(آپ کا تعلق جو آنحضرتؐ کے ساتھ تمام صحابہ کرامؓ سے زیادہ تھا۔ اور دین کے ہر معاملہ میں آپ آگے بڑھنے والے ہیں۔ ہر چیز میں اور ہر نیکی میں آپ نے سبقت حاصل کی ہے)

جلدی کیجئے اور مجھے بتلائیے آپ نے کیا پوچھا تھا اور رسولِ رحمتؐ نے کیا جواب دیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ایک روز میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا تھا ما

نجاتُ ھٰذَا الْاَمْرِ ..... یارسول اللہ انسان کی نجات کس معاملہ اور کس امر پر ہوگی .... وہ کون سا مرکزی نکتہ ہے جو انسان کے لئے باعثِ نجات ہوگا...... تو میرے اس سوال پر رسولِ انور نے فرمایا

مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَۃَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّھَا فَھِیَ لَہٗ نَجَاتٌ۔

جس شخص نے اس کلمہ کو قبول کرلیا جو مَیں نے اپنے چچا ابو طالب پر پیش کیا تھا اور میرے چچا نے اسے رد کر دیا تھا وہی کلمہ انسان کے لئے باعثِ نجات ہے۔

وہ کون سا کلمہ تھا جو رسولِ انور نے ابو طالب کے آخری وقت اس پر پیش کیا تھا۔ یقیناً وہ کلمہ کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے جو انسان کے لئے باعثِ نجات ہے۔ تو معلوم ہوا آیت الکرسی میں اللہ رب العزت نے جو دعویٰ کیا ہے وہ کوئی معمولی دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ اتنا عظیم اور اہمیت کا حامل دعویٰ ہے کہ انسان کی نجات کا دار و مدار اسی دعویٰ پر ہے۔

اور یہ بات بھی ارشادِ پیغمبر سے واضح ہوگئی کہ ابو طالب کی زندگی کے آخری لمحات میں اس کے پاس جاکر دعوتِ توحید اور دعوتِ اسلام دی اور رو کر فرمایا چچا میرے کان میں کلمہ پڑھ لو۔ میں میدانِ حشر میں تیرے ایمان کی گواہی دوں گا لیکن ابو طالب نے میرے پیغمبر کے آنسوؤں کا لحاظ بھی کیا اور پیغمبرِ اسلام روتے ہوئے واپس آگئے۔ ابو طالب نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

آج کچھ لوگ اپنا زورِ تحریر اور قوتِ تقریر اس بات کے ثابت کرنے پر صرف کر رہے ہیں کہ ابو طالب مسلمان تھا...... اور اس کے مسلمان ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس نے نبی اکرم کی پرورش کی تھی۔

میں کہتا ہوں اگر کسی پیغمبرؐ کی پرورش کرنے کی وجہ سے کوئی شخص مسلمان ٹھہرتا ہے تو پھر فرعون کو بھی مسلمان تسلیم کرنا ہوگا کیونکہ اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کی تھی۔۔۔۔۔۔ ابوطالب کے کفر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ابوطالب کا اصل نام بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔ اس کا حقیقی نام کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ ابوطالب تو اس کی کنیت ہے۔ اپنے بڑے بیٹے طالب کے نام پر۔۔۔۔۔۔ جب ہم نے اسماء الرجال اور تاریخ کی کتب میں دیکھا تو ابوطالب کا نام عبد مناف نظر آیا ۔۔۔۔۔۔۔ مناف ایک بُت کا نام ہے۔ جاہلیت کے دور میں مشرکین اپنے بیٹوں کے نام بتوں سے منسوب کر دیتے تھے۔ جیسے عبدالعزیٰ۔ عبد وُد۔ وغیرہ آنحضرتؐ کے ہاتھ پر جو شخص مسلمان ہوتا تو آپ سب سے پہلے وہ نام بدل کر عبداللہ یا عبدالرحمٰن نام رکھتے۔ اگر ابوطالب (عبدمناف) بھی مسلمان ہوتا تو اس کا نام بھی تبدیل ہوتا۔ عبدمناف۔ نام ہی ابوطالب کے کفر کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔

سامعین گرامی! آج کے بیان کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ آیۃ الکرسی میں اللہ ربّ العزت نے جو دعویٰ کیا ہے وہ کوئی معمولی دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ اتنا عظیم اور اہم دعویٰ ہے جس پر نجات کا دارومدار ہے اور یہی کلمہ باعث دخول جنت بھی ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کلمہ پر بھروسہ کر کے انسان نیک اعمال ترک کر دے۔ یا اس میں سستی کرے اس لئے کہ بُرے اعمال کی سزا جھیلنا ہوگی۔ اور دوزخ کی آگ میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی جانا آسان نہیں ہے۔ اسلئے اس کلمہ کے اقرار کے ساتھ نیک اعمال کا دامن نہ چھوڑیئے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

چوتھی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔

حضراتِ گرامی قدر! آپ یہ بات سماعت فرما چکے ہیں کہ اللہ رب العزت نے آیۃ الکرسی میں ایک دعویٰ فرمایا ہے۔ اور پھر عقلی دلائل سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت اور واضح کیا ہے۔ آیۃ الکرسی کا دعویٰ حقیقتاً کلمہ توحید کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔ اسی لئے یہ دعویٰ بلند تر بھی ہے اور عظیم ترین بھی...... یہی وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر ایک کافر و مشرک انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے......

یہی وہ کلمہ ہے جس کے پڑھنے سے کفر و شرک کا زنگ دل سے اتر جاتا ہے......

ہاں یہی وہ کلمہ ہے جو باعثِ تخلیق کائنات ہے۔ یعنی یہ پوری کائنات جو سجائی ہے اور بسائی ہے تو صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ منوانے کے لئے......... وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ہ کہ ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ مجھے اپنا معبود سمجھیں.... مجھے اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھیں۔

کچھ لوگوں نے ایک موضوع اور من گھڑت حدیث کو اپنے عقیدے کا سہارا بنا رکھا ہے کہ خداوند قدس کہتا ہے......... لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ کہ اے میرے پیغمبر اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں یہ دنیا اور کائنات بھی نہ بناتا۔ یعنی یہ پوری دنیا اور کائنات اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اکرمؐ کے

لئے بنائی ہے...... حالانکہ عیسائی کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ؑ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ دنیا نہ بناتا....... اور یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا رب کائنات نے حضرت عزیرؑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی ہے.. ...... اہل تشیع کا خیال ہے کہ اگر اللہ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو کوئی شئی بھی پیدا نہ کرتا........ غرضیکہ ہر باطل عقیدے والے نے اپنے اپنے بزرگ اور اپنے اپنے پیغمبر کے بارے یہ نظریہ قائم کرلیا کہ یہ کائنات اور یہ دنیا فلاں بزرگ کے لئے بنائی گئی ہے. اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا اور نظام کائنات نہ کسی پیغمبر کے لئے بنایا گیا اور نہ کسی پیر کے لئے........ نہ کسی امام کے لئے اور نہ کسی صحابی کے لئے...... بلکہ یہ کائنات اور دنیا اور دنیا کا مکمل نظام صرف اور صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ لوگ اپنے اللہ کی معبودیت اور الوہیت کو تسلیم کر لیں....... اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہوا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ہ کہ جنات اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد وحید یہ تھا کہ وہ اللہ رب العزت کی عبادت کریں.

تو میں عرض کر رہا تھا کہ باعث تخلیق کائنات یہی کلمہ توحید ہے جو آیۃ الکرسی کا دعویٰ ہے........ اور باعث نجات انسانیت بھی یہی کلمۂ توحید ہے جس شخص نے ابد الآباد دوزخ کا سزاوار ہونا ہے تو اسی کلمہ کے انکار کے سبب........ اور جو خوش نصیب جنت کا حقدار ہوگا تو اسی کلمۂ توحید کے اقرار کے سبب....... ہاں یہی کلمۂ توحید دنیا کی بھی بنیاد ہے اور دین کا اصل بھی ہے. پورے دین اسلام کی خوبصورت اور مضبوط عمارت اسی کلمۂ توحید کی بنیاد پر قائم ہے. خوب غور سے سنو. اگر یہ بنیاد پختہ اور مضبوط نہیں ہوگی تو کسی انسان کے دل میں دین اسلام کی عمارت بھی قائم نہیں رہ سکتی.

تمام انبیاء کی دعوت توحید تھی

علاوہ ازیں آیۃ الکرسی کا یہ دعویٰ (کلمۂ توحید) اتنا عظیم المرتبت اور اہم دعویٰ ہے کہ خداوند قدوس نے یہ دنیا بنائی اور اس میں اپنی مخلوق بسائی۔ پھر اس مخلوق نے جب راہ ہدایت سے منہ موڑا اور گمراہی سے رشتہ جوڑا تو اس گمکردہ راہ اور بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہبری اور راہنمائی کے لئے اور ان کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے پیغمبر اور رسول بھیجنے کا سنہری سلسلہ شروع فرمایا۔۔۔۔ اس سلسلہ کی ابتداء مسجود ملائکہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی ذات گرامی سے ہوئی۔۔۔۔ اور اس خوبصورت مالا کا آخری موتی سید البشر رحمت کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ نے جتنے پیغمبر اور رسول بھیجے تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد اور غرض بھی یہی کلمۂ توحید تھا۔ تمام پیغمبروں کا اعلان ایک تھا۔۔۔۔۔۔ ان کا بیان ایک تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کا وعظ ایک تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کی تقریر کا عنوان ایک تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ تمام انبیاء کا پیغام ایک تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کا پروگرام ایک تھا۔۔۔ اور وہ تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اسی ایک کلمہ کی اشاعت و تبلیغ کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء اس دنیا میں بھیجے گئے۔۔۔۔۔۔ اللہ کے ان محبوب رسولوں نے دن رات ایک کر کے۔۔۔۔ محنت و مشقت اٹھا کے۔۔۔۔ تکالیف و مصائب کے پہاڑ اٹھا کے۔۔۔۔۔ دکھ جھیل کر۔۔۔۔۔ ظلم و ستم کی چکی میں پس کر۔۔۔۔۔۔۔ گالیاں برداشت کر کے۔۔۔۔۔ طعنے سن کر۔۔۔۔ کانٹوں پر چل کر۔۔۔۔۔۔ خاک و خون میں تڑپ کر۔۔۔۔۔۔ زخم سہہ کے۔۔۔۔۔ اور پتھر کھا کے بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ اس کلمہ کی تبلیغ کی۔ اسے بیان کیا۔۔۔۔ لوگوں کو سمجھایا۔۔۔۔ ہر دکھ برداشت کیا مگر اس کی تبلیغ میں کمی اور کوتاہی نہیں کی۔

حاضرین گرامی قدر! اس کلمہ کی اللہ کی نگاہ میں کتنی اہمیت ہے۔ اور یہ کلمہ کتنی

اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اللہ کو اپنی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پیار اور تعلق انبیاء سے ہوتا ہے۔ ان کا براہِ راست اللہ سے تعلق ہوتا ہے۔ وُہ خداوند قدوس کے پیغامبر اور ایلچی ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ کے محبوب ہوتے ہیں۔ اور محبوب کی تکلیف اور دکھ کوئی بھی برداشت نہیں کرتا۔ مگر اللہ کے پیغمبر جب اعلانِ توحید کرتے ہیں تو قوم کے لوگ ان کو مارتے ہیں۔ راستے میں کانٹے بچھاتے ہیں..... گلے میں رسیاں ڈالتے ہیں...... دہکتی ہوئی آگ میں ڈالتے ہیں۔ ...... آروں کے نیچے چیرتے ہیں....... پتھروں کی بارش برساتے ہیں...... ...... وطن سے بے وطن کر دیتے ہیں اور خاک و خون میں تڑپا دیتے ہیں...... مگر خداوندِ قدوس فرماتا ہے میرے محبوب پیغمبرو، مجھے کائنات میں سب سے زیادہ پیارے اور محبوب تم ہی ہو۔ لیکن جس مسئلے اور کلمے کے بیان کے سبب تمہیں تکلیف اور دکھ جھیلنے پڑ رہے ہیں۔ وہ کلمہ اور وہ مسئلہ مجھے تم سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ اس لئے کٹ جاؤ لیکن کلمہ کی تبلیغ میں کمی، نرمی اور کوتاہی نہ ہو۔

خیر! میں کہہ رہا تھا کہ تمام انبیاء کی متفقہ دعوت یہی کلمہ تھا۔ جو آیۃ الکرسی کا دعویٰ ہے۔

قرآنِ مقدس میں سورۃ نحل کے اندر ارشادِ ربانی ہوا

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا۔ ہم نے ہر امت میں اپنے پیغامبر اور رسول مبعوث کئے تھے اور ان کے ذریعے اپنا پیغام اپنی مخلوق تک پہنچاتے رہے۔ ان تمام انبیاء کی دعوت ایک تھی۔ ان کا پروگرام ایک تھا...... ان کی بعثت کی غرض و غایت ایک تھی...... ان کا قوم کے سامنے اعلان... بیان ایک تھا ان کی تقریر اور وعظ ایک تھا...... وہ اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی قوم کو ایک مسئلے کی دعوت دیتے رہے اور وُہ دعوت ان الفاظ میں تھی۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عبادت ایک اللہ کی کرو اور طاغوت سے بچو۔

طاغوت کسے کہتے ہیں۔ جس سے بچنے کی انبیاء اپنی اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے اکثر مفسرین اور ائمہ دین نے طاغوت سے مراد ہر وہ شی لی ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت اور پوجا پاٹ کی جائے۔ حضرت امام مالکؒ سے منقول ہے۔

اَلطَّاغُوْتُ کُلُّ مَا عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (روح المعانی ص۱۳۲)

یعنی ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت اور پرستش کی جائے وہ طاغوت ہے اور کئی مفسرین اور علماء کی رائے یہ ہے کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ تو اس تفسیر کی روشنی میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر پیغمبر اور ہر رسول کی دعوت ایک تھی اور وہ دعوت اور پیغام یہ تھا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں یا تو اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور اس کے مقابلے میں پھر شیطان کی عبادت ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس کی تائید قرآن مقدس کی ایک اور آیت سے ہوتی ہے۔ سورت یاسین میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ۔ میدانِ حشر میں اللہ رب العزت مشرکین وکفار سے فرمائیں گے وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۔ اے مجرمو! اے شرک وکفر کی وادیوں میں بھٹکنے والے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ۔ اور میرے سوال کا جواب دو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے آدم کی اولاد اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْکُمْ کیا میں نے تمہیں دنیا میں حکم نہیں دیا تھا اپنے پیغمبروں اور رسولوں کے ذریعے اور آسمان سے کتابیں اتار کر یہ حکم نہیں دیا تھا کہ اَلَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطَانَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ شیطان کی عبادت، پوجا پاٹ اور پرستش نہ کرنا کیونکہ شیطان تمہارا کھلا اور واضح دشمن ہے۔ اس نے تمہارے بابا آدم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا تھا ۔ ۔ ۔ ۔

وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔ اور میں نے تمہیں یہ حکم دیا تھا کہ صرف میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ اس دنیا میں یا اللہ کی عبادت ہوتی ہے یا پھر شیطان کی عبادت ہوتی ہے۔ تیسری کوئی شخصیت اور ہستی نہیں جس کی عبادت ہوتی ہو۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے سامنے کھڑے ہیں اور وعظ فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ۔ اے میرے ابا شیطان کی عبادت نہ کر۔۔۔ وہ رحمٰن کا نافرمان ہے۔

حالانکہ ظاہر بات ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا والد شیطان کی عبادت نہیں کرتا تھا لیکن حضرت ابراہیمؑ تبلیغ کرتے ہوئے اُسے کہتے ہیں کہ آپ شیطان کی عبادت نہ کریں۔۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا جس جس کی عبادت کی جائے۔ جس بزرگ کی پوجا پاٹ کی جائے۔ جس پیر فقیر کو پکارا جائے اور اس کی پرستش کی جائے وہ دراصل اس بزرگ اور پیر فقیر کی عبادت نہیں ہوتی بلکہ شیطان کی عبادت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی بزرگ، پیر، امام اور پیغمبر کی عبادت کی ترغیب دینے والا یہی مردود شیطان ہوتا ہے۔ اسی کی کوشش اور محنت سے شرک کے دروازے کھلتے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے۔۔۔۔ یہی مردود ہے جو لوگوں کو قبروں، مزاروں اور تعزیوں پر جھکاتا ہے۔۔۔۔ یہی خبیث شیطان ہے جو انسانی شکلوں میں ضعیف الاعتقاد لوگوں کو شرک کے راستے پر لگاتا ہے۔۔۔۔ یہی لعنتی ہے جو پہلے خود شرارت کر کے تکلیف پہنچاتا ہے۔ پھر کہتا ہے فلاں بزرگ کا سلام مان لو تو ٹھیک اور تندرست ہو جاؤ گے۔۔۔۔ جن جن بزرگوں کو

پکارا جاتا ہے۔ اور ان کی قبروں پر سجدے کئے جاتے ہیں اور نیلام زمیں چڑھائی جاتی ہیں۔ قیامت کے دن یہ بزرگ ان کے کرتوتوں کا انکار کر دیں گے۔۔۔ اور قسم اٹھا کر کہیں گے۔۔۔ اِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ۔۔۔۔۔۔ خدا گواہ ہے ہم تمہاری پوجا پاٹ سے غافل اور بے خبر تھے۔

ایک اور مقام پر خداوند قدوس ارشاد فرماتے ہیں۔

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً کہ قیامت کے روز اللہ کے نیک بندے انبیاء، و اولیاء جن کی قبروں پر شرکیہ افعال کئے جاتے تھے اور جن کے نام کی نذر و نیاز دی جاتی تھیں۔ اور جن کو اس عقیدے سے پکارا جاتا تھا کہ وہ ہماری پکار سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ مشکلیں حل بھی کرتے ہیں۔ اور حاجتیں پوری بھی کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے نیک بندے ان شرکیہ افعال بجا لانے والوں کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور ان کی پوجا پاٹ کا انکار کر دیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا جس بزرگ اور فرشتے کی عبادت ہوتی ہے۔ وہ در اصل اس بزرگ اور فرشتے کی عبادت نہیں ہوتی۔ بلکہ در اصل وہ شیطان کی عبادت ہوتی ہے۔ تو اس آیت أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ کا مفہوم اور مطلب ہوا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔۔۔۔ اور یہی مفہوم ہے۔۔۔۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ کا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور یہی تمام انبیاء کی متفقہ دعوت اور پیغام تھا۔

○ قرآن مقدس میں ایک اور مقام پر سورہ انبیاء میں ارشاد باری ہوا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝

اے میرے محبوب پیغمبر آپ جب لا الٰہ الا اللہ کی تبلیغ کرتے ہیں تو لوگ آپ کو

ستاتے، مارتے، اور تنگ کرتے ہیں، آپ کلمۂ طیّبہ کا اعلان کرتے ہیں تو لوگ آپ کو ساحر، شاعر اور مجنون کہتے ہیں، آپ اپنے اللہ کی الوہیت کا اعلان کرتے ہیں تو مشرکین آپ کے گلے میں رسیاں ڈالتے، اور راستے میں کانٹے بچھاتے ہیں...... پتھروں کی بارش ہوتی ہے... اور بدن خون سے رنگین ہو جاتا ہے... کوئی آپ کا نام بگاڑتا ہے، اور بجائے محمدؐ کے مذمّم کہتا ہے..... صابی کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش ہوتی ہے، آپ کے سرِ مبارک پر گندگی ڈالی جاتی ہے...... آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اعلان کرتے ہیں تو مخالفین ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں لیکن میرے لاڈلے اور محبوب پیغمبر ان حالات کو دیکھ کر گھبرانا نہیں... دل تنگ نہ ہونا... فکرمند نہ ہونا..... غمگین نہ ہونا... اس لئے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ اور اعلان صرف آپ کے ذمّہ نہیں لگا، یہ فریضہ صرف آپ ادا نہیں کر رہے بلکہ آپ سے پہلے جتنے رسول اور پیغمبر ہم نے اس دنیا میں بھیجے تھے ان تمام انبیاء نے یہی اعلان... یہی بیان کیا تھا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ...... انہوں نے پوری تندہی اور جرأت اور بہادری سے تکالیف و مصائب برداشت کر کے اسی کلمہ کی اشاعت کی تھی، انہوں نے اللہ کی توحید کو کھُلم کھُلا لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ اور شرک و کفر کے خلاف کمربستہ رہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ ہی تمام انبیاء کی بعثت کی غرض و غایت اور مقصد تھا۔

حاضرینِ گرامی قدر! کبھی آپ نے اس کلمہ کی ترتیب پر غور فرمایا جو کلمہ تمام انبیاء کی متفقہ دعوت ہے کہ اس میں پہلے نفی ہے یعنی لَآ اِلٰهَ... پھر اِلَّا اللّٰهُ سے توحید کا اثبات کیا گیا ہے۔

یعنی صرف اپنی الوہیت و معبودیت کی دعوت نہیں دی کہ مجھے اِلٰہ مانو.... .... مجھے معبود مانو.... مجھے مسجود مانو.. بلکہ پہلے فرمایا لَآ اِلٰهَ کہ میری الوہیت

معبودیت کے تسلیم کرنے سے پہلے اس بات کا اقرار کرو کہ زمین و آسمان میں اور پوری کائنات میں کوئی بڑا یا چھوٹا معبود اور اِلٰہ بننے کے لائق نہیں... کوئی ولی الٰہ نہیں...... کوئی پیر الٰہ نہیں...... کوئی زندہ الٰہ نہیں...... کوئی مردہ الٰہ نہیں...... کوئی امام الٰہ نہیں...... کوئی پیغمبر اور رسول بھی الٰہ نہیں...... جب غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کا اقرار کر چکو تو اب کہو اِلَّا اللّٰہُ کہ الٰہ اور معبود ہے تو فقط ربّ العزت کی ذات ہے...... کلمہ میں پہلے نفی ہے بعد میں اثبات ہے...... اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب کسی برتن میں کوئی صاف اور پاکیزہ شئ ڈالنی ہو تو پہلے اس برتن کو خوب صاف کیا جاتا ہے۔ جب برتن صاف ستھرا ہو جائے تو پھر پاک اور طیب چیز اس میں ڈالی جاتی ہے... ورنہ برتن گندا اور ناپاک ہو تو اس ناپاک برتن میں پاک شئ بھی بیچ کر ناپاک ہو جائے گی.... دل کے برتن میں اللہ کی توحید داخل کرنا تھی تو پہلے دل والے برتن کو لا الٰہ کے صابن سے خوب صاف کیا تاکہ کفر و شرک کی غلاظت اور گندگی صاف ہو جائے.... غیر اللہ کی الوہیت و معبودیت کے عقیدے کو دل سے نکالا... کھرچا اور صاف کیا جب دل والا برتن لا الٰہ کے مانجنے مارنے سے خوب صاف ستھرا ہو گیا تو پھر اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کروا کے اس ستھرے اور پاکیزہ دل میں توحید خداوندی کا شربت ڈال دیا

انبیاء کرام کا انداز تبلیغ

انبیاء کرام کو تبلیغ کا جو انداز خداوند قدوس نے سکھایا اس میں پہلے نفی ہے پھر اثبات ہے۔ آج کچھ مصلحت پسند اور بزعم خویش مُصلح اور صلح کُن حضرات فرماتے ہیں کہ مولانا! مسئلہ ضرور بیان کرو لیکن انداز مثبت ہو... منفی انداز کچھ بہتر نہیں..... بس اس طرح توحید بیان کرو کہ کسی کو بھی تکلیف اور دکھ نہ پہنچے... توحید اس طرح بیان

بیان کرو کہ خالق ، مالک ، رازق ، مُدبّر اللہ ہے ۔ اولاد دینے والا ۔ نفع ونقصان کا مالک اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ شفا دینے والا ۔ ۔ ۔ ۔ عالم الغیب ۔ ۔ ۔ ۔ حاضر و ناظر اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے کہا جناب اس توحید کا تو ابوجہل بھی قائل تھا ۔ ۔ ۔ ۔ اس طرح کی توحید تو مشرکین مکہ بھی تسلیم کرتے تھے ۔ لیکن وہ اللہ کے ساتھ انبیاء و اولیاء کو بھی پکارتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ انہیں حاجت روا ۔ ۔ ۔ ۔ مشکل کشا جانتے تھے ۔ ۔ ۔ وہ انبیاء کو بھی عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے انبیاء کی تبلیغ کا انداز یہ تھا کہ پہلے لاَ اِلٰہ کا اقرار کر کے غیر اللہ کی الوہیت و معبودیت کو دل سے نکالو ۔ پھر اِلاَّ اللہُ کہہ کر توحید کا اقرار کرو ۔ پہلے یہ کہو کہ پوری کائنات میں عبادت و پکار کے لائق کوئی نہیں ۔ ۔ عالم الغیب اور حاضر و ناظر کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ حاجت روا اور مشکل کشا کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اولاد دینے والا ۔ ۔ ۔ ۔ نفع و نقصان کا مالک کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ جب یہ اقرار اور وعدہ کر چکو تو اب اِلاَّ اللہُ کے ساتھ اقرار کرو کہ الٰہ اور معبود صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے ۔

عام طور پہ جاہل عوام کا بھی خیال یہ ہوتا ہے کہ تقریر ایسی ہونی چاہیئے کہ تمام فرقے کے لوگ راضی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مولوی صاحب نے کیا کہا ہے ؟ اور ہم نے لوگوں سے خود سنا ہے کہ فلاں مولانا صاحب بہت اچھے عالم اور بہت اچھے آدمی ہیں ۔ اس لئے کہ وہ کسی کو کچھ نہیں کہتے ۔ اور ہر کوئی ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ حالانکہ جب بھی مسئلہ توحید بیان ہوگا ۔ چاہے بیان کرنے والا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو تو لوگ دو جماعتوں میں بٹ جائیں گے ۔ اور شدید مخالفت کا سامنا کرنا ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ یقین نہیں آتا تو رحمت کائنات کی مکی زندگی کو دیکھ لیجئے ۔ آپ کے تشریف لانے سے پہلے وہ لوگ ایک مذہب کے پیروکار تھے ان میں مذہبی فرقہ بندی نہیں تھی ۔ مذہبی انتشار نہیں تھا ۔ لیکن جب آپؐ نے

اعلانِ توحید فرمایا...... اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آہنی ضرب لگائی تو مکہ کی آبادی دو حصوں میں بٹ گئی...... گھر گھر لڑائی شروع ہوگئی.... خونی رشتے ٹوٹ گئے..... پیار کے بندھن چھوٹ گئے..... دوستیاں دشمنیوں میں بدل گئیں.... تو اس سے ثابت ہوا کہ جب بھی وضاحت اور صراحت سے مسئلہ توحید بیان ہوگا تو قوم دو حصوں میں بٹ جائے گی۔ اور اعلانِ توحید کرنے والے کی مخالفت ہوگی۔

آج معاشرے کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے منبر و محراب کے کچھ وارث اور اپنے آپ کو علماء کہلانے والے کچھ ایسے بھی موجود ہیں جن کی زندگیاں مسجدوں میں اور شہروں میں گزر گئیں۔ لوگ ان کی عزت بھی کرتے ہیں..... ان کا کہا بھی مانا جاتا ہے..... ان کا وقار بھی ہے.... عزت بھی...... لیکن ان کی زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں..... ان کی زبانیں حق کے اعلان سے گنگ ہیں.......

ان کے مقتدی توحید و شرک کے فرق سے بے خبر اور ناواقف ہیں.... ان منبر و محراب کے وارثوں نے یہ تو کہا کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ جس کی بخشش نہیں ہوگی...... یہ بھی کہا کہ مشرک کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت نہیں ہے.... یہ بھی بیان کیا کہ مشرک کے تمام اعمال غارت و برباد ہو جائیں گے...... لوگوں کو شرک سے بچنے کی تلقین بھی کی...... بدعت کی تردید اور بدعت کی برائی بھی بیان کی...... مگر سادہ لوح عوام کو یہ نہ بتلایا کہ شرک ہوتا کیا ہے...... اور کون سے افعال اور کون سے کام شرکیہ ہیں...... اور انسان کون سے کام کرے تو مشرک ہو جاتا ہے ..... لوگوں کو یہ نہ بتایا کہ بدعت کیا ہوتی ہے..... اور کون کون سے کام بدعت ہیں ..... منبر و محراب کے وارثوں نے حق کو چھپایا صرف اس لئے کہ لوگ ناراض نہ ہو جائیں.... کہیں واضح توحید بیان کرنے سے ہمارے مقتدی کم نہ ہو جائیں... کہیں

شرک کی حقیقت واضح کرنے سے نذرانے اور چندے بند نہ ہو جائیں ..... ہماری عزت اور وقار نہ گھٹ جائے ..... پھر غضب بالائے غضب یہ ہے کہ یہ کتمانِ حق کرنے والے علماء خود کو صلح کن اور مصلحت پسند کہلواتے ہیں اور خدا وند قدوس کی الوہیت و وحدانیت اور حق بیان کرنے والے علماء کو متشدد اور انتہا پسند کے طعنے دئے جاتے ہیں۔ توحید کے مبلغین اور واعظین کا تمسخر اڑایا جاتا ہے ..... اور انہیں طرح طرح کے الزامات اور فتووں سے نوازا جاتا ہے ..... حالانکہ ان کا اپنا کردار منافقانہ ہے۔ اور وہ اس آیت کے حقیقی مصداق ہیں مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ نہ ادھر نہ ادھر درمیانی چال چلنے والے ..... ہائے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ نے کیا خوبصورت جملہ کہا تھا کہ "بندہ مؤمن ہو تو ابو بکرؓ کی طرح ہو، اور اگر کافر ہو تو ابو جہل کی طرح ہو" یہ مذہب و دین کے معاملے میں درمیانی چال انسانیت نہیں ہے کہ سہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ـــــ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

اور کسی شاعر نے اسی کی ترجمانی کی ہے۔ ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا،

حضرات گرامی قدر..... بات دور نکل گئی۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آیت الکرسی میں اللہ رب العزت نے جو دعویٰ کیا ہے یہ وہی اعلان اور پیغام ہے جس کے لئے اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء کرام بھیجے تھے۔ تمام انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی کلمہ کی دعوت دی تھی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جس میں پہلے غیر اللہ کی الوہیت کی نفی ہے اور بعد میں اللہ رب العزت کے اکیلے الٰہ ہونے کا اثبات ہے۔

قرآن مقدس میں خداوند قدوس نے چند اولوالعزم انبیاء کا الگ الگ ذکر

فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی قوم کے سامنے لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی دعوت توحید پیش کی......

حضرت نوحؑ کی دعوت سب سے پہلے پیغمبر جو مسئلہ توحید کی دعوت اور شرک کے خلاف اعلانِ جہاد کے ساتھ بھیجے گئے وہ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی ذات گرامی ہے...... اُن سے پہلے تمام لوگ فطرتِ توحید پر تھے...... صرف اور صرف اللہ کی عبادت و پکار ہوتی تھی...... فقط الوہیت خداوندی کے قائل تھے...... ماتھا ٹیکنے کے لئے صرف ایک ہی آستانہ تھا...... شرک کا نام و نشان تک نہیں تھا...... ابلیس ابھی تک اپنی کوشش میں ناکام و نامراد تھا لیکن وہ اولادِ آدم کی گھات میں رہتا تھا کہ کوئی ایسا مناسب موقع ملے کہ اولادِ آدم سے شرک کروا کے انہیں مکمل طور پر تباہ و برباد کر دوں...... ان کے دلوں سے خالص توحید کا رنگ کھرچ دوں اور شرک کی نجاست بھر دوں...... اولادِ آدم سے ایسا بھیانک بدلہ اور انتقام لوں کہ شرک کر کے خدا کے بھی باغی بن جائیں اور ملائکہ کی نظروں سے بھی گر جائیں...... جب یہ شرک کے مریض بن گئے تو اللہ بھی ان پر غضب ناک ہو جائیگا۔ اور خود بھی اپنی نظروں سے گر جائیں گے...... یہ جب شرک کے رسیا ہو گئے تو دوزخ کے سزاوار ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں سے محروم ٹھہریں گے...... شرک کے مرتکب ہو کر یہ تباہی کی گھاٹیوں میں ایسے گریں گے کہ اللہ ان پر کبھی رحمت کی نظر بھی نہیں کریگا...... ابلیس اس سوچ میں مگن رہا اور گھات میں لگا رہا کہ اولادِ آدم سے ایسا کام کراؤں جس سے کلمۂ توحید کی حقیقت متاثر ہو جائے اور جس کام سے براہِ راست خدا کی ذات و صفات پر ضرب لگتی ہو...... ایسا کام جو خدا کی بغاوت ہو لیکن اولادِ آدم کو محسوس بھی نہ ہو اور یہ بغاوت کرتا رہے...... وہ اللہ کی صفات پر حملے کرتا رہے۔ لیکن اپنے گمان میں اس کام کو نیکی...... ثواب

اور بزرگوں سے محبت سمجھتا رہے۔

شرک کی ابتداء کیسے ہوئی

چنانچہ مدت مدیدہ کے بعد ابلیس کو ایک موقع ملا۔ اور اس نے کمال عیاری و مکاری سے خوب فائدہ اٹھایا اور خاطر خواہ کامیاب ہوا...... ہوا یوں کہ حضرت شیث ؑ کی اولاد میں پانچ بزرگ وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر بڑے پارسا۔ زاہد و عابد، شب زندہ دار...... بڑے نیک اور محبوب خلائق تھے... اولادِ آدم کی مختصر سی آبادی ان پانچ بزرگوں سے بے حد عقیدت رکھتی تھی...... لوگ ان سے محبت کرتے...... ان کی مجالس میں شریک ہوتے...... اور جب تک اُن کے چہروں کو نہ دیکھ لیتے چین نہ آتا...... وہ پانچ بزرگ ان کی محبت کا مرکز بھی تھے اور عقیدت کا محور بھی...... جب ان پانچ بزرگوں کا انتقال ہوگیا تو ان کے معتقدین اور عوام الناس کو ان کی جُدائی کا انتہائی صدمہ اور افسوس ہوا...... وہ اب اُن پانچ بزرگوں کو نہ دیکھ سکتے تھے نہ اُن کی باتیں سُن سکتے تھے...... اس لئے اُن کے چہرے افسردہ...... ہونٹ خاموش...... آنکھیں پُرنم...... دل پریشان اور دماغ مختلف قسم کی سوچوں میں گم رہنے لگا...... اب ابلیس کے پاس سنہری موقع تھا اس نے ان کی محبت وعقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھایا......

وہ ان مغموم و پریشان لوگوں کے ہاں ایک بزرگ کی شکل میں آیا۔ چہرے پر مصنوعی دکھ کا ماسک پہنا ہوا تھا۔ بڑی لجاجت اور زاری سے کہنے لگا...... لوگو! ہمارے پانچ بزرگ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہماری دنیا اندھیر ہوگئی...... دل بجھ گئے...... حوصلے ٹوٹ گئے...... مجھے اُن بزرگوں سے بے حد پیار تھا...... مجھے ان سے گہری عقیدت ومحبت تھی۔ اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری حالت بھی میری طرح ہے۔ تم بھی افسردہ ہو...... لیکن میرے دماغ میں ایک ترکیب

وغریب تجویز آئی ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کر لیں تو ہمارے غموں کا کافی حد تک مداوا ہو سکتا ہے۔ اور دنیاوی واخروی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں...... یہ بزرگ بھی ہم پر خوش ہونگے اور دلوں کو راحت وچین بھی مل جائے گا..... اُجڑے ہوئے عوام جو پریشان تھے اُن کو اس بزرگ کی صورت میں مسیحا نظر آیا اور انہوں نے بے قراری سے تجویز کے بارے سوالات شروع کر دیئے۔

ابلیس کہنے لگا یہ پانچ بزرگ محبوب خدا تھے۔ اور اللہ کو بھی اُن سے پیار تھا۔ اور اللہ تعالٰی ان کی بات نہیں موڑتا تھا اس لئے کہ وہ اس کے چہیتے تھے۔ لہٰذا اب ان کے مزارات پر جا کر اللہ کی عبادت کرو۔ اور اللہ کے دربار میں اپنی حاجات پیش کرتے ہوئے ان پانچ بزرگوں کا وسیلہ پیش کر دیا کرو۔ اس طرح اللہ جلد دعائیں قبول فرمائے گا۔ اور یہ بزرگ بھی خوش ہوں گے......... بس ابلیس نے ایسی چکنی چپڑی اور رنگین گفتگو کی اور ایسا جال پھینکا کہ سادہ لوح عوام اس میں پھنستے چلے گئے..... بزرگوں کی عقیدت نے ان کو اندھا کر دیا..... حقیقت خرافات میں کھو گئی اور بزرگوں کے مزاروں پر اولادِ آدم کا تانتا بندھ گیا...... میلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی...... رونقیں لگ گئیں...... عوام کی آمد و رفت شروع ہو گئی...... شیطان کا یہ وار کاری بھی تھا اور کامیاب بھی، چنانچہ لوگ آسانی کے ساتھ شرک کی پہلی سیڑھی پر چڑھ گئے کہ مانگو اللہ سے دینے والا وہی ہے۔ لیکن ان بزرگوں کیواسطہ اور وسیلہ سے، کیونکہ یہ اللہ کے محبوب ہیں...... لوگ اب خوش تھے کہ بزرگوں کی محبت وعقیدت کا ہم نے حق ادا کر دیا ہے۔ ان کی قبروں پر ہم نے رونقیں لگا دی ہیں۔ ...... اب یہ بزرگ بھی ہم سے راضی اور خوش ہونگے۔

کچھ مدت تک ابلیس نے عوام کو شرک کی اس پہلی سیڑھی پر کھڑا کیئے رکھا کہ مانگو اللہ سے مگر ان بزرگوں کے وسیلے اور واسطے سے...... اور جب لوگ اس عقیدے کے

عادی اور خوگر ہو گئے ...... ان کا یہ عقیدہ پختہ اور مضبوط ہو گیا تو اب ابلیس نے ان کو شرک کی دوسری سیڑھی پر پہنچانے کے ایک پتہ اور پھینکا..... لوگوں سے کہا کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیاروں کو اختیارات دے رکھے ہیں۔ یہ نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے اب کبھی کبھی ان بزرگوں کو بھی پکار لیا کرو... اب ان سے اپنی حاجتیں مانگ لیا کرو.. یہ تمہاری پکاریں سنتے بھی ہیں اور تمہارے حالات سے واقف بھی ہیں....... ابلیس اولاد آدم کو اپنے پیچھے لگا چکا تھا اور وہ آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے چل رہے تھے..... شیطان کی مکمل اطاعت ہو رہی تھی..... اُس کی ہر بات مانی جا رہی تھی..... اس نے اپنا خوبصورت جال پھینکا اور انسان شرک کی اس دوسری سیڑھی پر بھی بآسانی چڑھ گیا..... اب ان پانچ بزرگوں کی قبروں کی پوجا پاٹ عروج پر تھی۔ لوگ عقیدت سے ان کے مزاروں پر آتے... سجدے کرتے.... سلام کرتے..... منتیں مانتے..... نیازیں دیتے... مرادیں طلب کرتے.... حاجتیں مانگتے.... پکارتے.. اور ان کے نام کے وظیفے پڑھتے۔

شرک کی ابتداء قبروں سے

حضرات گرامی قدر..... آپ نے غور کیا کہ ابلیس نے شرک کی ابتداء بزرگوں کی قبروں سے کروائی۔ بزرگوں کی عقیدت و محبت کو آڑ بنا کر اس نے قبروں کی پوجا پاٹ سے شرک شروع کروایا..... آج کچھ لوگ عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ بتوں کے پجاری تھے۔ اس لئے قرآن ان کو مشرک کہتا ہے۔ اور ہم محبت و عقیدت سے بزرگوں کی قبروں کے سامنے جھکتے ہیں۔ اس لئے یہ شرک نہیں ہے۔ اور یہ ہمارا فعل خلاف شرع نہیں ہے۔

ہائے علماء سُو نے کس طرح سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنایا ہے۔ حالانکہ اگر آپ احادیث کی کتب کی ورق گردانی کریں تو آپ کو ایک ارشاد نبوی ہر کتاب میں

نظر آئے گا۔

رحمتِ کائنات نے فرمایا:

لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَى الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ مَسَاجِدًا

- اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو یہودیوں اور عیسائیوں پر کہ انہوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا...... پھر فرمایا اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ۔ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجاپاٹ کی جائے...... معلوم ہوا جب قبر کی پوجاپاٹ کی جائے وہ بت بن جاتی ہے۔

ایک اور موقع پر رحمتِ کائناتؐ نے پہلی اقوام کا شرک بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اُولٰٓئِکَ اِذَا مَاتَ فِیْھِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِیْہِ تِیْکَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللہِ

ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ جب انکے اندر کوئی نیک آدمی وفات پا جاتا تھا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے تھے اور اس میں اس بزرگ کی تصویریں لٹکا دیتے تھے یہ لوگ کائنات کے بدترین لوگ ہیں۔

ان روایات سے معلوم ہوا یہود و نصاریٰ کا اور پہلی اقوام کا شرک یہ تھا کہ وہ اپنے اپنے پیغمبروں اور نیک آدمیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ اور آنحضرتؐ نے اپنی امت کو اس شرک سے روکا ہے۔

سامعینِ گرامی!..... میں عرض کر رہا تھا کہ شیطان نے اولادِ آدم کو کھلے شرک کے راستے پر ڈال دیا تھا۔ اور پانچ بزرگوں کی قبروں کی پوجاپاٹ اور پکار شروع کرادی تھی......

اب ابلیس نے سوچا کہ اس شہر اور علاقہ کے لوگ تو ان قبروں اور مزاروں کی وجہ

سے شرک میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس علاقے سے دور رہتے ہیں وہ میرے جال سے باہر ہیں۔ وہ دور دراز کے علاقے سے ان قبروں تک نہیں آسکتے تو اس نے ایک چال چلی۔ اور جو لوگ ان قبروں سے دور رہتے ہیں ان سے کہا میں تمہاری پریشانی کو سمجھتا ہوں تم دور ہونے کی وجہ سے بزرگوں کی قبروں تک نہیں آسکتے ہو لیکن تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں ان بزرگوں کی مورتیاں اور مجسمے بنا دیتا ہوں.... .... مجھے ان بزرگوں کی صورتیں بڑی اچھی طرح یاد ہیں تم وہ تصویریں اور مجسمے اپنے گھروں میں رکھ لینا...... اور جب تمہیں کوئی مشکل اور حاجت پیش آئے تو ان مجسموں کے سامنے پیش کرنا..... ان کے سامنے جھکنا... ان بزرگوں کی ارواح کا ان مجسموں سے تعلق ہوگا۔ اس لئے وہ تمہاری پکاریں سنیں گے بھی سہی...... اور تمہاری مشکلات حل بھی کریں گے..... اس طرح وہ بزرگ تم پر راضی اور خوش ہوں گے....... اس طرح ابلیس لعین نے اولادِ آدم کو شرک کی اس آخری سیڑھی پر بھی چڑھا دیا۔ اور پتھر کے بت اور مجسمے بنا کر ان کے حوالے کر دیئے......اب لوگ بزرگوں کی قبروں اور ان کے مجسموں کی پوجا پاٹ میں مکمل طور پر غرق ہو گئے ہر حاجت ان کے سامنے پیش کرتے...... ہر مشکل ان کے سامنے رکھتے...... ہاتھ جوڑتے..... سجدے کرتے..... ان کے نام کی منتیں مانتے..... نیازیں دیتے..... نذرانے چڑھاتے..... اٹھتے بیٹھتے ان کو پکارتے.... غرضیکہ مکمل طور پر شرک کی دلدل میں پھنس گئے تھے۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے شرک و کفر کے خلاف عملی جہاد کے لئے حضرت نوحؑ کے سر پر نبوت کا تاج سجایا..... اور پھر ان کی توحید سے لبریز اور کفر سوز.. ..خوبصورت آواز شرک و کفر کے ایوانوں میں گونجنے لگی:۔

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اللہ کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

حضرت نوحؑ کی دعوت کے دو جز ہیں۔ اللہ کی عبادت کی دعوت اور غیر اللہ کے معبود اور الٰہ ہونے کی نفی۔۔۔۔۔۔ اور یہی مقصد اور مفہوم ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ کا۔۔۔ کہ اللہ تعالٰے کے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں ہے۔

حضرت نوحؑ نے خلوت و جلوت میں، بازاروں اور چوراہوں میں، ایک ایک کو اور مجمع میں، دن کے اجالے میں اور رات کی تاریکیوں میں، اپنی قوم کو یہی پیغام دیا کہ عبادت کے لائق یہ بزرگ نہیں، بلکہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ کی ذات بابرکات ہے۔

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال یہی ایک پیغام دیا۔ آپ قرآن مقدس کی ورق گردانی کرلیں، آپ کو بیسیوں جگہ حضرت نوحؑ کا تذکرہ ملیگا۔ پوری ایک سورت ان کے نام سے منسوب ہے، سورت نوح، موجود ہے مگر آپ کو ایک جگہ پر بھی حضرت نوحؑ کی تبلیغ و اعلان میں نماز کا ذکر نہیں ملیگا۔۔۔۔۔۔ روزے، زکوٰۃ اور حج کا تذکرہ نہیں ملیگا۔۔۔۔۔ حضرت نوحؑ کی تبلیغ میں ایک جگہ بھی صدقات وخیرات کا ذکر نہیں ملیگا۔۔۔۔ صلہ رحمی، حقوق والدین کا تذکرہ نہیں ملیگا۔۔۔۔ تجارت و معیشت کا ذکر نہیں ملیگا۔۔۔۔ جب بھی آپ حضرت نوحؑ کا ذکر قرآن مقدس میں پڑھیں گے تو آپ کو یہی ملیگا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا اُعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ۔ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی بھی معبود اور الٰہ نہیں ہے۔

پھر یہ آواز اور یہ اعلان ایک دن، دو دن۔ ایک سال دو سال۔۔۔ ایک صدی دو صدی نہیں بلکہ ساڑھے نو سو سال ڈنکے کی چوٹ اور علی الاعلان یہی آواز لگائی۔

اور یہی اعلان کیا لَآ اِلٰهَ کی تلوار سے بتوں کو پاش پاش کرتے رہے......
اب قوم نے مخالفت پر کمر باندھ لی...... پروپیگنڈے ہوئے.... بہتان لگے......
گالیاں ملیں...... گمراہ کہا گیا..... مجنون کے طعنے سُنے.. اور بعض مفسرین نے لکھا
ہے کہ ساڑھے نو سو سال کے عرصہ میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس دن حضرت نوحؑ
کو مار نہ پڑی ہو، اور مار بھی معمولی نہیں، بلکہ پتھروں کی اتنی بارش کہ اللہ کا یہ پیغمبر پتھروں
کے نیچے دب جاتا... پھر مرہم پٹی کرنے والا بھی کوئی نہیں.. غمگسار اور غمخوار بھی کوئی
نہیں.... جبرائیل امین آتے اور حضرت نوحؑ کو پتھروں سے نکال کر مرہم پٹی
کرتے..... تسلیاں دیتے..... حوصلہ بڑھاتے... اور حضرت نوحؑ پھر کھڑے
ہو کر اعلان کرتے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ لوگو!
اللہ کے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے۔

حضرت نوحؑ کی قوم کے سرداروں اور چوہدریوں نے دعوتِ توحید کے جواب
میں کہا مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ہم تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں اور
جو لوگ تجھ پر ایمان لائے ہیں وہ رذیل اور معاشرہ میں کم درجے کے لوگ ہیں۔
قوم نے ضد و تعصب کی انتہا کر دی...... انکار ہی انکار ان کا وطیرہ رہا......
... حق کی مخالفت پر کمر باندھ لی...... پھر خداوند قدوس نے طوفان کی صورت
میں عذاب بھیج کر زمین کو مشرکین سے پاک کر دیا۔ اور صرف مؤمن ہی روئے زمین
کے وارث ٹھہرے۔

حضرت ہودؑ کی دعوت

لیکن کچھ مدت کے بعد ابلیس نے پھر اپنا داؤ
آزمایا اور لوگوں کو گمراہی کے راستے پر چلانے
کی تدبیر کی..... انہیں شرک کی طرف مائل کیا۔ اور لوگ آہستہ آہستہ پھر شرک
کے رسیا ہو گئے۔ اور ابلیس نے ان لوگوں کو انہی پانچ بزرگوں کی پوجا پاٹ پر لگا دیا۔

ان پانچ بزرگوں کے علاوہ تین اور بزرگوں کے بت بھی بنا لئے گئے اور انکی پرستش و پکار شروع ہوگئی (ابن کثیر ص۲۲۱ ج۲) جب لوگ پھر شرک کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی و ہدایت کے لئے حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اور انہوں نے پیغام خداوندی سنایا۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

لوگو! ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں ہے ۔ سامعین گرامی!...... یہی پیغام حضرت نوحؑ کا تھا اور یہی پیغام حضرت ہودؑ کا اور یہی تمام انبیاء کی متفقہ دعوت ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

قوم کے سرداروں نے اس دعوت کے جواب میں کہا

اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا

کہ اے ہودؑ تمہاری مرضی اور تمنا یہ ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں۔ اور جن کو ہمارے باپ دادا پکارتے تھے ہم ان کی عبادت و پکار ترک کر دیں۔

(قوم کے جواب پہ ذرا غور فرمائیں کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور اپنے ماں باپ کے دین و مذہب کو ترک کر دیں یہ نہیں ہو سکتا...... اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کو مانتے بھی تھے اور اس کی عبادت بھی کرتے تھے۔ لیکن ساتھ اپنے معبودوں کو بھی پکارتے...... اور حضرت ہودؑ کا موقف یہ تھا پہلے لَآ اِلٰهَ کا اقرار کرو۔ اور معبودانِ باطلہ کی عبادت سے باز آجاؤ پھر اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کر کے اس بات کا عہد کرو کہ عبادت و پکار کے۔ لئے صرف اور صرف ایک ذات ہے۔ اور وہ خداوند قدوس کی ذاتِ گرامی ہے)

جب قوم کے لوگوں نے حضرت ہودؑ کی مخالفت ترک نہ کی اور انتہائی ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ ہود! تم کہتے تھے کہ اگر میری بات نہیں مانو گے تو عذاب خداوندی کی لپیٹ

میں آجاؤ گے۔ ہم تیری بات تسلیم نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ۔۔۔۔۔۔ پھر خداوند قدوس نے ایک تیز ہوا کے ذریعے ان تمام مشرکین کو تباہ و برباد کر دیا۔۔۔ ان کے مکان مٹی کے ڈھیر بن گئے۔ اور ان کے حالات کو بعد میں آنے والوں کے لئے باعث عبرت بنا دیا گیا۔۔۔۔

قوم عاد کی تباہی کے بعد دھرتی پر صرف اور صرف مسلمان اور مؤمنین باقی رہ گئے۔۔۔۔۔ مشرکین ہلاک ہو گئے۔ اور ایک دفعہ پھر زمین شرک و کفر سے پاک اور صاف ہو گئی۔۔۔۔ شیطان کی کمر ٹوٹ گئی۔۔۔۔۔۔ اُسے مایوسی ہوئی۔۔۔ اس کی محنت ایک مرتبہ پھر رائیگاں ہو گئی۔۔۔۔۔ لیکن وہ اس کھوج میں رہا۔ کہ اولادِ آدم کو پھر شرک کی وادیوں میں بھٹکا دے اور انہیں راہِ ہدایت سے برگشتہ کر دے۔۔۔۔۔۔ وہ اس میں کامیاب ہوا۔ اور قوم ثمود نے شرک کی راہ اختیار کر لی۔ وہ اللہ کے سوا بُت پرستی کا شکار ہو گئے۔۔۔۔۔ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو مسجود و معبود بنا لیا۔۔۔۔۔۔

چنانچہ خداوند قدوس نے ان کو توحید کی دعوت دینے اور شرک سے باز رکھنے کے لئے حضرت صالحؑ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنی شرک زدہ قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اے میری قوم عبادت اللہ کی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔۔۔۔۔
۔۔۔۔ اے میری قوم کے لوگو۔۔۔۔۔ اے غیر اللہ کو معبود و مسجود جاننے والو۔۔۔۔۔ اے غیر اللہ کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنے والو۔۔۔۔ غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دینے والو۔۔۔۔ انہیں اپنا مشکل کشا۔۔۔۔ حاجت روا سمجھنے والو۔۔۔۔۔
آؤ میں تم کو دعوت دینے آیا ہوں کہ مسجود و معبود۔۔۔۔۔ مالک و مختار۔۔۔۔۔ نافع و ضار۔۔۔۔ نذر و نیاز کے لائق۔۔۔۔۔ مشکل کشا و حاجت روا۔۔۔۔۔

صرف اور صرف اللہ ہے۔ اسی کی عبادت و پکار کرو۔ اور اللہ کے سوا کوئی بھی معبود و مسجود بننے کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے بتوں کی پرستش سے باز آجاؤ۔ حضرت صالحؑ کی تبلیغ کے جواب میں قوم کے سرداروں نے کہا۔ ۔ ۔ ۔

اَتَنْھٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا۔ اے صالح کیا تو ہمیں منع کرتا ہے کہ ہم ان کی پرستش نہ کریں جن کی پرستش و پوجا پاٹ ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ کیا تو ہمیں باپ دادا کے مذہب سے ہٹانا چاہتا ہے۔ ۔ ۔ ۔

قوم کے لوگوں نے ضد و عناد میں حضرت صالحؑ کی مخالفت کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دشمنی پر کمر باندھ لی۔ ۔ ۔ ۔ بہتان تراشی کی۔ ۔ ۔ تنگ کیا۔ ۔ ۔ طعنے دیئے۔ ۔ ۔ ۔ فتوے لگائے۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر اللہ کا عذاب ایک چیخ کی صورت میں ان پر قیامت بن کر ٹوٹ پڑا۔ اور جہاں کوئی مشرک و کافر تھا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکانات کھنڈرات میں بدل گئے۔ ۔ ۔ ۔ ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ ۔ ۔ ۔ ایک دفعہ پھر اللہ نے مسلمانوں پر رحمت فرمائی اور شرک و کفر کا نام تک مٹا دیا اور دھرتی پر صرف اور صرف لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے پرستار اور قائل رہ گئے۔ ۔ ۔ ۔ صرف اللہ کے پجاری بچے۔ باقی سب مشرکوں اور کافروں کو ہلاک و برباد کر دیا گیا۔ ۔ ۔

حضرت شعیبؑ کی دعوت

قرآن مقدس میں جہاں جہاں حضرت نوحؑ حضرت ہودؑ، اور حضرت صالحؑ کا تذکرہ ملتا ہے۔ وہاں ایک اور اولوالعزم پیغمبر حضرت شعیبؑ کا ذکر خیر بھی ہوا کہ انہوں نے کس طرح دعوتِ توحید قوم تک پہنچائی۔ ان کی قوم مدین نے شرک کا ارتکاب کیا۔ ۔ ۔ بتوں کے علاوہ ایک درخت کو متبرک مان کر اس کی پوجا پاٹ بھی شروع کر دی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شرک کے جراثیم اس قوم میں سرایت کر گئے۔ ۔ ۔ ۔ فضا شرک کی گندگی سے متعفن ہو گئی۔ ۔ ۔ کفر کی سیاہ چادر نے فضا میں تاریکی پھیلا دی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو خداوند عالم نے

حضرت شعیبؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا..... انہوں نے شرک وکفر کے گڑھ میں اعلانِ توحید کرتے ہوئے فرمایا

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

اے میری قوم. عبادت و پکار کے لائق بُت اور درخت نہیں. وہ معبود و مسجود والا بننے کے لائق نہیں..... عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے.

قوم کے سرداروں اور چوہدریوں نے جواب میں کہا

اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ.

اے شعیب کیا تیری نماز تجھ کو یہی سکھاتی ہے کہ ہم ان کی عبادت و پرستش چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے...... کیا ہم اپنے بڑوں کا مذہب ترک کردیں...... جا جا ہم تیری باتوں میں نہیں آئیں گے......

ہم تیرے کہنے پر اپنے باپ دادا کا دین و مذہب اُن کے جاری کردہ طور طریقے نہیں چھوڑ سکتے.... ہم تیری اطاعت نہیں کرتے..... تو نے جو ہمارا بگاڑنا ہے بگاڑ لے.

سامعین گرامی قدر..... آپ کے سامنے حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ. حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ کا تذکرہ اور ان کی تقریر..... ان کی تبلیغ... ان کی دعوت کا ذکر کیا گیا ہے... آپ نے یقیناً سمجھ لیا ہوگا کہ ان کے وعظ... ان کے بیان..... ان کے پیغام... ان کے اعلان... ان کی تبلیغ و دعوت کا لب لباب اور خلاصہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تھا... اُن کی مرکزی دعوت یہی کلمہ تھا... ان کی بعثت کا مقصد اسی کلمہ کی تبلیغ تھا... ان کی زندگی کا نصب العین اور مشن یہی کلمہ تھا... ان کا پروگرام یہی تھا... ان کی جدوجہد... محنت اور کوشش اسی

کلمے کے پھیلانے کے لئے تھی۔ ۔ ۔ ۔ ان کی اپنی قوم سے مخالفت اور دشمنی کی بنیاد بھی یہی کلمہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ رفیع الشان۔ ۔ ۔ ۔ رفیع القدر۔ ۔ ۔ ۔ عظیم المرتبت اور بے حد اہمیت کا حامل کلمہ آیۃ الکرسی کا دھونے ہے۔ ۔ ۔

دوسری بات ان انبیاء کے واقعات سے یہ ثابت ہوئی کہ پیغمبر کی مخالفت میں پیش پیش قوم کے غریب لوگ نہیں بلکہ سردار اور چودھری ہوا کرتے تھے۔ اس لئے کہ ان کو خطرہ ہوتا تھا کہ اگر پیغمبر کی سچی تعلیمات کو لوگوں نے قبول کر لیا تو ہماری بدمعاشی اور عیاشی پر زد پڑے گی۔

قرآن مجید نے تین طبقوں کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے۔ علماء، پیر، اور سردار، اس لئے کہ اگر یہ طبقے درست ہو جائیں تو پورا معاشرہ درست ہو سکتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علماء صحیح ہوں تو ان کے مقتدی خود بخود صحیح ہو جائیں گے۔ پیر درست ہو جائیں تو ان کے مرید بھی درست ہو جائیں گے۔ ۔ ۔ ۔ اور سردار اپنے آپ کو درست کریں تو ان کی رعایا ان کی دیکھا دیکھی اپنی اصلاح کرے گی۔

تیسری بات ان واقعات سے آپ نے یقیناً سمجھ لی ہو گی کہ ہر پیغمبر کی تبلیغ کے جواب میں لوگوں نے اپنے شرک کے لئے ایک ہی دلیل دی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم ان بتوں کی عبادت و پکار اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ہم اپنے باپ دادا کا دین و مذہب اور ان کے طور طریقے نہیں چھوڑ سکتے۔

آج بھی اگر آپ اپنے معاشرے میں نظر دوڑائیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ کسی شخص کو شرکیہ افعال اور بدعات سے روکا جائے تو وہ فوراً کہتا ہے کہ یہ کام تو ہمارے باپ دادا بھی کیا کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا ہمارے باپ دادا غلط راستے پر تھے؟ کیا ہم بڑوں کے طور طریقے چھوڑ دیں؟ یہی شرک اور بدعتی کی سب سے بڑی

دلیل بھی ہے . . . . حالانکہ دین و مذہب کسی کے باپ دادا کی جاگیر نہیں . . . .
اور دین کے افعال و اعمال میں کسی کے باپ دادا کی بات نہیں چلتی . . . . . اور
نہ دین کے معاملے میں والدین اور بڑوں کی اتباع و اطاعت کا حکم دیا گیا
ہے . . . . بلکہ دین وہ ہے جو قرآن بیان کرتا ہے اور جو محمد عربیؐ کی زبان بیان
کرے . . . . اطاعت صرف اللہ اور اس کے آخری پیغمبرؐ کی کرنی ہے . . . .
. . . . دین اور ثواب کا کام وہ ہوگا جس پر پیارے پیغمبرؐ کی مُہر ہوگی . . . . . اور قرآن
و سنت کے خلاف کسی کا کوئی قول اور کسی کی بات حجت اور دلیل نہیں ہو سکتی .

حضرات ! خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ آیت الکرسی میں جو دعویٰ اللہ نے فرمایا
ہے وہ دعویٰ اتنا عظیم اور اعلیٰ ہے کہ تمام انبیاءؑ کی بعثت اسی کے لئے ہوئی اور
تمام انبیاء نے اسی کی دعوت دی .

(وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ)

پانچویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ..... وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنِ الْکَرِیْمِ.... وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

برادرانِ اسلام..... آپ گذشتہ خطبہ میں سُن چکے ہیں کہ خداوندِ عالم نے یہ کائنات بسائی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے انبیاء بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا اور ان انبیاء کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی کہ ہر حال میں اور ہر ماحول میں ایک ہی اعلان کرنا ہے..... ایک ہی پیغام دینا ہے...... ایک ہی بیان کرنا ہے اور وہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ عبادت و پکار کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے...... اور یہی کلمہ آیت الکرسی کا دعویٰ ہے۔ جسے خداوندِ قدوس نے سات عقلی دلائل سے واضح کیا ہے.....

یہی وہ رفیع القدر مسئلہ ہے جس کا اعلان حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک کیا... یہی وہ عظیم الشان دعوئے ہے جس کے اعلان کے لئے حضرت ہودؑ و صالحؑ تشریف لائے.... اور یہی وہ بلند شان کلمہ ہے جس کی تبلیغ کے لئے حضرت شعیبؑ نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی...... ایک ایک پیغمبر کا ذکر کس طرح کروں، ایک ایک رسول کا نام کیسے لوں.... کیوں نہ کہہ دوں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء کا دعویٰ...... اور

تمام انبیاء کا اعلان..... تمام انبیاء کا پیغام صرف اور صرف ایک تھا۔ اور وہ تھا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ....... اللہ رب العزت سورت نحل میں ارشاد فرماتے ہیں یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا حکم اور وحی نازل فرماتا ہے اور ایک ہی حکم اور ایک ہی وحی تھی کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا کہ میرے پیارے نبیو!.... اپنی قوم کو ڈراؤ...... جو لوگ شرک وکفر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں انہیں سمجھاؤ..... جو بدبخت لوگ میرے سوا اوروں کو الٰہ اور معبود مانتے ہیں اور میری صفات میں میری مخلوق کو شریک کرتے ہیں..... جو غیر اللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا جانتے ہیں انہیں ڈراؤ اور سمجھاؤ کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں...... اُس کے سوا کوئی پکارنے کے لائق نہیں...... لوگوں کی پیشانیوں کو دَر دَر سے ہٹا کر میرے دَر پر جھکنے کا خوگر بناؤ...

ایک اور مقام پر خداوند قدوس نے پوری کائنات کے کفار و مشرکین کو چیلنج کیا ہے..... یہود کو بھی اور نصاریٰ کو بھی..... جو اپنے اپنے پیغمبروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے..... انہیں خدا کا بیٹا کہتے اور سمجھتے تھے..... ان کی قبور کا سجدہ کرتے... انہیں غائبانہ حاجات اور مشکلات میں پکارتے تھے...... انبیاء اور اولیاء کو خدا کا نائب گمان کرتے...... انہیں نفع و نقصان کا مالک جانتے تھے....... ان مشرکین یہود و نصاریٰ کو کھلا چیلنج کیا ہے کہ میں نے قرآن مجید میں بارہا اعلان کیا ہے کہ میرے تمام انبیاء کی بعثت کی غرض و غایت صرف ایک تھی...... ان کا اعلان صرف ایک تھا..... ان کا پیغام صرف ایک تھا اور وہ تھا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی اللہ کی الوہیت و معبودیت

کی دعوت اور غیر اللہ کی عبادت سے روکنا...... وہ خود بھی توحید کے پابند اور شرک سے دُور تھے اور لوگوں کو بھی شرک سے بچنے کی تعلیم دیتے اور توحید کی تبلیغ کرتے تھے...... کسی ایک پیغمبر نے بھی لوگوں کو اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت ویکار کی دعوت نہیں دی...... انہوں نے شرک کی تعلیم نہیں دی...... اگر کسی شخص کو ہمارے اس دعویٰ میں شک وشبہ ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت بھی جائز ہے اور یہ پہلے انبیاء کا مذہب ومسلک بھی ہے تو وہ اپنے اس دعویٰ کی سچائی معلوم کرنے اور اپنے دل کے اطمینان کے لئے........ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا........ وہ گزرے ہوئے انبیاء سے پوچھے، ان سے سوال کرے یعنی ان پر نازل ہونے والی کتابوں اور صحیفوں کا مطالعہ کرے۔ اور سابقہ انبیاء پر نازل ہونے والی کتابیں اور صحیفے وہ ڈھونڈ کر لائے جن میں رد وبدل نہیں ہوا جو اصلی حالت میں ہوں ان کو پڑھے اور دیکھے کہ کیا ہم نے کسی کتاب یا کسی صحیفے میں کسی پیغمبر کو اس بات کی اجازت دی ہے۔ اور کسی پیغمبر کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ رحمٰن ورحیم کو چھوڑ کر کسی اور کو اِلٰہ اور معبود بنالے...... کسی اور کی عبادت و پکار کرے...... کسی اور کو مشکل کشا وحاجت روا سمجھے...... وہ شخص پہلی کتابوں کا مطالعہ کرے اور پھر بتائے کہ ان کتابوں میں کہیں یہ تعلیم ملتی ہے...... کہیں یہ حوالہ ملتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے کسی محبوب اور برگزیدہ رسول کو خدائی اختیارات میں سے کچھ حصہ عطا فرما کے اسے اپنا نائب اور مختار بنا کر دنیا میں بھیجا ہو...... اسے نفع ونقصان کا مالک بنایا ہے...... اللہ اکبر! جس دور میں یہ چیلنج کیا جارہا ہے اور یہ آیت نازل ہورہی ہے اس دور میں یہود کے بڑے بڑے علماء...... گدی نشین...... اور عیسائیوں کے پادری اور بڑے بڑے رُہبان موجود تھے

اور وہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔۔۔۔۔ وہ توریت و انجیل کے حافظ اور عالم تھے۔۔۔۔۔ آسمانی کتب کے مضامین سے بخوبی واقف اور باخبر تھے۔۔۔۔۔ پھر شرکیہ عقائد پر کاربند بھی تھے۔ لوگوں کو غیر اللہ کی پرستش کی دعوت بھی دیتے تھے۔۔۔۔ آنحضرت کے دعویٰ توحید کی پرزور مخالفت بھی کرتے۔۔۔۔۔ اپنے شرکیہ عقائد و اعمال کو صحیح اور درست جانتے تھے۔۔۔۔۔ مگر جب قرآن نے یہ کفر شکن چیلنج کیا تو یہود و نصاریٰ کے علماء اور گدی نشینوں میں سے کسی کو بھی یہ ہمت اور جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنے مشرکانہ عقائد اور کفریہ نظریات کی تائید میں توریت و انجیل یا کسی آسمانی صحیفے میں سے ایک بھی مستند حوالہ پیش کر سکے۔۔۔۔۔۔ اور اپنے غلط مؤقف پر کوئی دلیل پیش کر سکے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور وہ اپنے مسلک کی صداقت و حقانیت کے لئے کوئی دلیل پیش کر بھی کس طرح سکتے تھے کیونکہ خداوند قدوس نے تمام سابقہ کتابوں اور صحیفوں میں ایک ہی پیغام اور ایک ہی اعلان فرمایا تھا۔ کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔۔۔۔۔۔۔ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

سامعین گرامی۔۔۔۔۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے تمام پیغمبروں اور نبیوں نے اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے دور میں ایک ہی پیغام دیا تھا۔ اور وہ توحید کا پیغام تھا۔۔۔۔۔ وہ صرف اور صرف اللہ کی معبودیت کا پیغام تھا۔۔۔۔۔۔ وہ صرف اور صرف الوہیت خداوندی کا اعلان تھا۔۔۔۔۔ وہ صرف اور صرف غیر اللہ کی عبادت و پکار سے بغاوت و انکار کا اعلان تھا۔۔۔ ۔۔۔۔ وہ شرک سے بیزاری کا پیغام تھا۔۔۔۔۔۔۔ اور ان تمام انبیاء کے پیغام کا خلاصہ اور نچوڑ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ تھا جو آیۃ الکرسی کا دعویٰ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا اعلانِ توحید

انبیاء کرامؑ کی مقدس جماعت میں خاندانِ ابراہیمؑ ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے...... حضرت ابراہیمؑ امام الموحدین اور جدّ الانبیاء کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے ان کو آزمائشوں پر پورے اترنے کے صلہ میں یہ انعام دیا کہ ان کے بعد امام الانبیاء سرورِ کونینؐ تک جتنے پیغمبر اور رسول دنیا میں تشریف لائے وہ سارے کے سارے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد اور نسل میں تھے...... حضرت ابراہیمؑ نے جس گھر میں آنکھ کھولی تھی وہ گھرانہ صرف بُت پرست ہی نہ تھا بُت گر بھی تھا.... حضرت ابراہیمؑ کا والد آذر وقت کا بہت بڑا گدی نشین اور پیر تھا جو بُت تراش کر اور بنا بنا کر بازار میں فروخت کرتا تھا۔ .... وہ اپنے گھر میں دیکھتے اور مشاہدہ کرتے تھے کہ میرا باپ پتھروں اور لکڑیوں کے بت اور مجسمے بناتا ہے۔ اگر کسی بت کی آنکھ۔ ناک۔ کان اور ہاتھ پاؤں درست نہیں بنتے تو وہ اسے پھینک کر دوسرا معبود بنالیتا ہے...... وہ دیکھتے تھے جو بننے میں دوسروں کے محتاج ہوں وہ معبود اور حاجت روا نہیں ہوسکتے...... وُہ دیکھ رہے تھے کہ جو اپنے اوپر بیٹھی مکھی کو نہیں اُڑا سکتے وہ مشکل کشا کیسے ہو سکتے ہیں...... وہ کسی کی پکار کیسے سُن سکتے ہیں...... جو اپنے اوپر سے مصیبت اور دُکھ کو نہیں ہٹا سکتے...... وہ دُوسروں کے نفع و نقصان کے مالک کیسے ہو سکتے ہیں.... اتنے بے جان.... عاجز.... لاچار اور بے کس کہ جس طرح بنانے والے کی مرضی ہوتی ہے اسی طرح ڈھل جاتے ہیں ایسے عاجز اور لاچار مسجود و معبود نہیں ہوسکتے۔

حضرت ابراہیمؑ اچھی طرح سمجھتے اور جانتے تھے کہ لکڑی کے بنے ہوئے کھلونوں اور بُتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

ایسے حالات اور دور میں اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیمؑ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ اور اعلان حق کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے تبلیغ کا آغاز اپنے گھر سے کیا۔ اس لئے کہ وہ بچپن سے دیکھ رہے تھے۔ کہ شرک کا ایک بہت بڑا مرکز خود ان کے گھر میں قائم ہے...... اور ان کا پورا گھرانہ اور گھر کا ماحول بُت پرستی سے اَٹا ہوا ہے...... اُن کے گھر طرح طرح کے بُت موجود ہیں...... گھر کے تمام افراد ان کے سامنے جھکتے...... منتیں مانتے...... حاجتیں پیش کرتے...... ان سے مدد مانگتے...... ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے...... اپنا پورا گھرانہ شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے...... اور والد کی بُت سازی...... بُت گری اور بُت پرستی پوری قوم کے لئے مرجع اور محور بنی ہوئی ہے...... اس لئے فطرت کا تقاضا تھا کہ دعوتِ توحید اور پیغامِ حق کا آغاز اور ابتدار اپنے گھر سے ہونی چاہیئے...... پھر اللہ کے خلیل نے سب سے پہلے اپنے بُت گر اور بُت پرست والد کو مخاطب فرمایا۔

حضرات گرامی !...... ذرا تصور کیجیئے...... پورا معاشرہ بُت پرستی کا شکار ہے...... عوام و خواص شرک کے مریض ہیں...... شہری اور دیہاتی عوام کفر پر کمر بستہ ہیں...... اپنا خاندان بُت پرست ہے...... دوست و احباب میں سے کوئی بھی توحید پرست نہیں...... وقت کے حکمران مشرک ہیں...... پورے ملک میں ایک شخص بھی ان کا حامی و امدادی نہیں ہے...... حضرت ابراہیمؑ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ اگر باپ بگڑ گیا اور گھر سے نکال دیا تو میرا اس بھری دنیا میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے...... پورے شہر میں مجھے کہیں پناہ نہیں ملے گی۔

مگر ان تمام نازک حالات کے باوجود اللہ کا یہ مجاہد پیغمبر مستقبل کے خطرات

سے بے پرواہ ہوکر اپنے بُت ساز اور بُت پرست والد کے سامنے عجیب و
غریب انداز میں واضح اور کھلے اور سادہ الفاظ میں مسئلہ توحید بیان کرتا ہے۔ فرمایا
يَاأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا
اے میرے ابا! آپ ان کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو تیری پکار کو سُن نہیں سکتے
اور تجھے دیکھ نہیں سکتے اور ذرہ برابر تیرے کام نہیں آسکتے۔

حضراتِ گرامی .... آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ کی تقریر و بیان کی ابتدا
مثبت نہیں بلکہ منفی ہے... یوں نہیں کہتے کہ ابا حضور اللہ کی عبادت کرو....
اللہ کا سجدہ کرو.... اللہ کو پکارو..... اسے نفع و نقصان کا مالک سمجھو.... اولاد
اور شفاء اس سے مانگو.... نہیں بلکہ پہلے والد کے دل و دماغ سے غیر اللہ کی
عبادت کو کھرچنا تھا..... شرک سے باطن کو پاک کرنا تھا۔ پھر توحید دل میں داخل
کرنا تھی۔ اس لئے شروع ہی میں منفی رنگ اپنایا۔ اور فرمایا ابا حضور تم ان
کی عبادت کیوں کرتے ہو....... ذرا غور فرمایئے یوں نہیں کہتے آپ
بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو اس لئے کہ بتوں کا ذکر کرتے تو صرف بُت پرستی
کی نفی ہوتی اور قبریں پوجنے والے کہتے کہ بُت پرستی تو شرک اور حرام ہے۔ بُت
سُن نہیں سکتے...... دیکھ نہیں سکتے...... کسی کام نہیں آسکتے۔ لیکن قبروں میں
مدفون بزرگ سنتے بھی ہیں، دیکھتے بھی ہیں، لہٰذا ان کو پکارنا شرک نہ ہوگا۔

حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کا خاص ذکر نہیں کیا بلکہ مَا کا حرف استعمال کیا۔
جو عموم کے لئے ہوتا ہے اور سب کو شامل ہے..... فرمایا تو آپ ان کو
معبود و مسجود کیوں سمجھتے ہیں...... آپ ان کو کیوں پکارتے ہیں.... آپ
ان کے نام کی نذر و نیاز کیوں دیتے ہیں..... آپ ان کو اپنا مُشکل کُشا
کیوں جانتے ہیں.... آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کرتے ہیں جو تیری آواز اور

پکار کو سُن نہیں سکتے۔۔۔۔ تیرے حالات کو دیکھ نہیں سکتے اور جو چیز تو ان سے مانگے وہ اتنے عاجز و بے کس ہیں کہ تیرے ذرہ برابر کام بھی نہیں آسکتے۔

اب حضرت ابراہیمؑ کی تقریر میں بت پرستی کی تردید بھی ہوگئی، شجر پرستی کی تردید بھی ہوگئی۔۔۔۔ قبر پرستوں کی تردید بھی ہوگئی۔۔۔۔ آفتاب پرستی کا رد بھی ہوگیا۔۔۔۔ آتش پرستوں کی تردید بھی ہوگئی اور خلاصہ یہ ہوا کہ جو غائبانہ آواز کو سُن نہ سکے اور حالات کو دیکھ نہ سکے وُہ پکار کے قابل نہیں۔۔۔۔ عبادت و پکار کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالٰی کی ذات ہے جو آہستہ سے آہستہ آواز کو سنتا بھی ہے، اور باریک سے باریک شئی کو دیکھتا بھی ہے اور تمام اختیارات جس کے ہاتھ میں ہیں۔۔۔۔۔۔ گویا کہ حضرت ابراہیمؑ کہنا چاہتے تھے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ ۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔ لَا یَسْمَعُ اِلَّا اللهُ ۔۔۔ اللہ کے سوا غائبانہ پکاریں سُننے والا کوئی نہیں۔۔۔۔ وَلَا یُبْصِرُ اِلَّا اللهُ اللہ کے سوا غیب سے دیکھنے والا بھی کوئی نہیں۔۔۔۔۔ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ اِلَّا اللهُ اللہ کے سوا کام آنے والا بھی کوئی نہیں۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ نے بیان جاری رکھا اور فرمایا

یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ۝

اے میرے ابا آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، شیطان میرے رحمٰن و رحیم مولا کا نافرمان ہے۔۔۔۔ (ذرا سوچئے۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ کا والد شیطان کی عبادت تو نہیں کرتا تھا وُہ بزرگوں کے فوٹو اور تصویروں پر مشتمل بتوں کو پوجتا تھا۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ اسے کہہ رہے ہیں کہ شیطان کی عبادت نہ کرو۔۔۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں یا اللہ تعالٰی کی عبادت ہوتی ہے یا پھر شیطان کی عبادت ہوتی ہے)

حضرت ابراہیمؑ نے خوبصورت انداز میں دلائل و براہین کے زور سے پیغام

توحید سنایا۔۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد نے اُن کی مدلل تقریر کے جواب میں غصّہ و غضب میں لال پیلا ہو کر کہا

أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ۔۔۔۔۔۔ ابراہیمؑ تیری گفتگو اور تقریر کا انداز بتا رہا ہے کہ تو میرے الٰہوں اور معبودوں سے کنارہ کش ہو رہا ہے اور تو میرے معبودوں کو شیطان کہتا ہے۔۔۔۔۔۔ تو میرے معبودوں سے اعراض اور روگردانی کر رہا ہے۔۔۔۔ میں اپنے معبودوں کی توہین اور گستاخی برداشت نہیں کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ ابراہیمؑ کان کھول کر سنو

لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا

اگر تو اپنی اس ہتک آمیز اور گستاخانہ تبلیغ سے باز نہ آیا اور تو نے میرے معبودوں کی مخالفت ترک نہ کی۔۔۔۔۔ تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔۔۔ اور ہاں مجھے تجھ جیسے گستاخ اور بزرگوں کے بے ادب بیٹے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔ جلدی کرو اور میرے گھر سے نکل جاؤ۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ کو نظر آ رہا تھا کہ اس زمین پر میرا کوئی مونس و غمخوار نہیں ہے۔۔۔۔ میرا کوئی ہمدرد و ہمراز نہیں ہے۔۔۔۔ میرا کوئی دوست اور ساتھی نہیں۔۔۔۔۔۔ اُن کو نظر آ رہا تھا کہ بھری دنیا میں میرے سر پر ہاتھ رکھنے والا۔۔۔۔ ٹھکانہ دینے والا کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔ والد نے گھر سے نکال دیا تو پورے شہر میں ایسی جگہ کوئی نہیں جہاں میں سر چھپا سکوں گا۔۔۔۔۔۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے یہ نہیں سوچا کہ گھر سے باہر کا ماحول بھی میرے لئے سازگار نہیں۔۔۔۔ خاندان کا بھی کوئی شخص مجھے پناہ نہیں دے گا۔۔۔۔ گھر سے نکل کر جاؤں گا کہاں ؛ مجھے اپنے موقف میں کچھ نرمی کر لینی چاہیئے۔۔۔۔۔۔ اپنے والد سے مفاہمت کر لینی چاہیئے۔۔۔ انداز بدل لینا چاہیئے۔۔۔۔۔۔ لیکن اللہ کے اس مجاہد پیغمبرؑ نے بغیر کسی خوف و ڈر کے اور مستقبل سے بے پرواہ ہو کر

فرمایا ابو حضور۔۔۔ اگر آپ نے گھر سے نکلنے کی دھمکی اس لئے دی ہے کہ میں پیغامِ توحید کے سنانے میں نرم ہو جاؤں۔۔۔۔ اور میرے معبودوں کے خلاف آواز نہ اٹھاؤں۔۔۔۔۔ حق چھپالوں۔۔۔ اور باطل سے مفاہمت کر لوں۔۔۔۔ تو آپ بھی کان کھول کر سن لیں۔۔۔۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ میرا آخری سلام قبول فرمائیے۔۔۔۔۔۔ میں آپ کو۔۔۔۔ خاندان کو۔۔۔۔۔ گھر بار کو۔۔۔۔۔۔ وطن کو۔۔۔۔ ہر عزیز سے عزیز تر شئی کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن مسئلہ توحید میں نرمی اختیار نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا پیغام میں نے سُنانا ہے۔۔۔۔۔۔ یہ ترانہ میں نے گانا ہے۔۔۔۔۔ یہ اعلان میں نے کرنا ہے۔۔۔۔۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔۔۔۔۔ یہ فرض خدا نے میرے ذمہ لگایا ہے اور میں ہر حال میں یہ فرض ادا کرتا رہوں گا۔ اب اللہ کا یہ مجاہد پیغمبر گھر سے باہر آیا۔ اور سوچا کہ اس سے پہلے کہ میں شہر چھوڑ جاؤں اور کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں تو کیوں نہ اپنی اُس قوم کے سامنے جو بُت پرستی کے مرض میں مبتلا ہے۔ اعلانِ توحید کروں۔ اور پیغامِ خدا ان تک بھی پہنچا دوں۔

اب مشرک قوم سے پوچھتے ہیں مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔۔۔۔۔ وہ کہنے لگے نَعْبُدُ اَصْنَامًا ہم بُتوں کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اُن سے مرادیں مانگتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ ہماری مدد کرتے ہیں۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ہ یا وہ تمہیں نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں۔۔۔۔۔ مطلب یہ تھا کہ وہ تمہاری پکار کو سُن بھی نہیں سکتے اور تمہارے نفع و نقصان کے مالک بھی وہ نہیں ہیں۔۔۔۔۔ گویا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو جو دعوت اور پیغام دیا اس کا خلاصہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

تھا کہ عبادت و پکار کے لائق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور یہی کلمہ آیۃ الکرسی کا دعویٰ ہے۔

حضرت یعقوبؑ علیہ السّلام کا اعلانِ توحید

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں ایک عظیم المرتبت پیغمبر حضرت یعقوبؑ ہیں۔ انہوں نے تمام زندگی پیغام توحید سُنایا۔۔۔ اپنے دادا کے مشن کو زندہ رکھا۔۔۔ اور اپنے اس مشن کو موت کے وقت بھی نہیں بھولے۔۔۔۔۔ قرآنِ مقدس نے اس وقت کا تذکرہ کیا ہے۔ جب ان پر آخری وقت آچکا تھا۔۔۔۔ موت کے فرشتے حاضر تھے۔۔۔۔ نزع کا عالم تھا ایسے وقت میں انہوں نے اپنے تمام بیٹوں کو بُلایا۔۔۔ اور آخری وصیت فرمائی۔۔۔

سامعینِ گرامی قدر! ذرا تصور کیجئے۔۔۔ انسان کا آخری وقت ہو۔۔۔۔۔ موت کا یقین ہو۔۔۔ بچے پاس ہوں اور وصیت کا وقت مل جائے۔۔ تو انسان کس قسم کی وصیت کرے گا۔۔۔۔ یہی نا کہ آپس میں اتفاق سے رہنا۔۔۔ بڑوں سے کہے گا چھوٹوں کا خیال رکھنا۔۔۔۔ فلاں سے رقم لینی ہے۔۔۔ غرضیکہ ہر شخص دنیاداری کی وصیت کریگا۔۔۔۔ لیکن حضرت یعقوبؑ نے کتنی پیاری اور اہم وصیت کی ہے۔۔۔ قرآن یہود و نصاریٰ کو خطاب کر کے کہتا ہے جن کا دعوٰے یہ تھا کہ حضرت یعقوب یہودی یا عیسائی تھے کہ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب پر موت آئی تھی۔۔۔۔ مطلب یہ تھا کہ تم موجود نہیں تھے۔ پھر تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ یہودی مذہب یا نصاریٰ کا عقیدہ رکھتے تھے۔۔۔۔۔ ہاں ہم موجود تھے اس لئے ہم ان کی آخری وصیت نقل کر رہے ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے آخری وقت اپنے بیٹوں کو بُلایا اور فرمایا

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ   اے میرے بیٹو مجھے بتاؤ میرے بعد کس کی عبادت اور پوجا پاٹ کروگے.... غائبانہ کس کو پکاروگے.

بیٹوں نے بیک زبان کہا

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ٥

ابا حضور، ہم نے اور کس کی عبادت کرنی ہے ہم تو عبادت کریں گے تیرے الٰہ کی اور تیرے باپ دادا حضرت ابراہیمؑ، اسماعیل اور اسحاق کے الٰہ کی....

شک پڑتا تھا.. تیرا الٰہ.... اور تیرے باپ دادا کا الٰہ کہ شاید الٰہ دو ہیں. اس لئے بیٹوں نے اس شک کو مٹایا اور ساتھ ہی کہا اِلٰهًا وَّاحِدًا. کہ الٰہ دو نہیں بلکہ الٰہ صرف ایک ہی ہے.

حضرت یعقوبؑ کی اس آخری وصیت اور بیٹوں کے جواب سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوبؑ نے بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ فرمائی تھی.

حضرت یوسفؑ کا جیل میں اعلانِ توحید

حضرت یعقوبؑ کے لائق فرزند حضرت یوسفؑ پیغمبر بنائے گئے تو ان کے ذمہ بھی یہی ڈیوٹی لگائی گئی کہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کی دعوت دو. اور شرک و کفر سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے محنت اور کوشش کرو.

حضرت یوسفؑ کو جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا ہے اور یہ سزا ان کو صرف اس لئے ملی کہ انہوں نے بیگمات مصر کی خواہشات کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تھا..... مولانا ابوالکلام آزاد نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے. کہ لوگ جیل کی سزا اس لئے جھیلتے ہیں کہ وہ جرم و گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں.

لیکن حضرت یوسف قید و بند کی سزا اس لئے بھگت رہے تھے کہ انہوں نے جرم کے ارتکاب سے انکار کر دیا تھا۔

جیل میں ان کے دو قیدی ساتھیوں کو خواب آئے تو انہوں نے حضرت یوسفؑ کو خوبصورت اور نیک سیرت سمجھتے ہوئے تعبیر چاہی۔۔۔۔ حضرت یوسفؑ کو تبلیغ توحید کا سنہری موقع میسر آ گیا۔۔۔۔ فرمایا کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر بتلا دوں گا۔ لیکن اس سے پہلے ایک اہم اور ضروری بات بھی سُن لو۔۔۔۔۔۔ فرمایا

اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ ، کٰفِرُوْنَ ۰

مَیں نے اس قوم کا دین و مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت سے بھی انکاری ہیں۔۔۔۔۔ آؤ پہلے میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں۔۔ ۔۔۔۔ مَیں نے کون سی راہ اختیار کی ہے۔۔۔۔ کس کا دین و مذہب اپنایا ہے۔۔۔ ۔۔۔ میرا دین کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ وہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا دین ہے۔ اور ان ہستیوں کے ناموں سے تم بخوبی واقف اور آگاہ ہو میرا تعلق بھی اسی گھرانہ سے ہے۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ط

مَیں نے حضرت ابراہیمؑ۔۔ حضرت اسحاقؑ۔۔ اور حضرت یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے۔۔۔۔ مَیں نے اپنے آباؤ اجداد کا دینِ توحید اپنے سینے سے لگایا ہے اور اُسے اپنایا ہے۔

مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ط

ہمیں یہ بات مناسب اور لائق نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک

بنائیں۔ ملت ابراہیمی نام ہی شرک سے دُوری کا ہے۔ . . . . ملت ابراہیمی نام ہی دین حنیف کا ہے کہ سب سے توجہ ہٹا کر صرف ایک اللہ کی طرف متوجہ ہونا

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

یہ اللہ کا فضل وکرم ہے ہم پر اور دوسرے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے . . .

حضرت یوسفؑ کس بات کو اللہ کا فضل وکرم سمجھ رہے ہیں . . . . . آج ہم اللہ کا فضل سمجھتے ہیں دنیا کی دولت کو . . . . . تجارت کو . . . . . مکانات و باغات کو . . . . . مکان بناتے ہیں اور معلوم ہے کہ دولت جائز اور مناسب نہیں تھی . . . . . رشوت کی کمائی تھی . . . . . یا سُود کا پیسہ تھا . . . . . یا کم تول کر جھوٹ بول کر کمایا تھا۔ لیکن جب بنگلہ اور کوٹھی مکمل ہو جاتی ہے تو اس کے فرنٹ پر جلی حروف سے لکھ دیتے ہیں هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ . . . . . ہاں آج ہم دولت کو فضلِ رَبی سمجھ رہے ہیں . . . . . لیکن حضرت یوسفؑ فرما رہے ہیں کہ اللہ رب العزت نے جو ہمیں شرک کی نحوست سے بچایا ہے اصل میں یہ فضلِ ربی ہے . . . . .

ہاں ہاں سنو! اور خوب غور سے سنو! توحید خداوندی پر ایمان . . . . . . خالق کائنات کی خالص پکار . . . . . . اور شرک سے دوری و بیزاری . . . واقعی اللہ کا بہت بڑا فضل ہے . .

اس لئے کہ انسان کی نجات کا دارومدار اسی پر ہے . . . . . جنت و دوزخ میں داخلے کا سبب یہی ہے . . . . . شرک اتنا منحوس گناہ ہے کہ نبی کا چچا کرے تب دوزخی . . . . نبی کا والد کرے تب جہنمی . . . . نبی کا بیٹا کرے

تب سزا کا حقدار..... نبی کی بیوی کرے تب لائق عذاب و سزا.... جس کی بخشش و مغفرت کی کوئی صورت نہیں..... مشرک کے لئے ابد الآباد دوزخ ہی دوزخ ہے۔ تو جو شخص اس منحوس مرض سے بچ جائے واقعی اس پہ اللہ کا بہت بڑا فضل و کرم اور انعام و احسان ہے۔

حضرت یوسفؑ نے بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

اے میرے جیل کے رفیقو (حضرت یوسفؑ کے یہ ساتھی اور دوست صرف جیل کے تھے اس لئے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے میرے جیل کے دوستو..... مگر ابوبکرؓ صرف غار کا ساتھی نہیں تھا کہ اُسے لِصَاحِبِ الْغَارِ کہہ کر مخاطب کیا جاتا بلکہ وہ تو نبوت کا ساتھی تھا۔ اسی لئے فرمایا اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ جب کائنات کا امامؐ اپنے ساتھی اور دوست سے کہہ رہا تھا)۔

حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں، میرے جیل کے ساتھیو، تم خود فیصلہ کرو کہ الگ الگ..... جُدا جُدا..... بہت سے معبود اور مشکل کشا بہتر ہیں یا اکیلا اللہ بہتر ہے۔ جو زبردست ہے... بارش بھی برساتا ہے..... فصلیں بھی اُگاتا ہے..... بیمار بھی کرتا ہے، شفا بھی دیتا ہے..... اولاد بھی دیتا ہے اور روزی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے..... قادر بھی ہے قدیر بھی..... مالک ہے مختار بھی..... ہر شئی کا عالم ہے اور غالب بھی..... لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ اس کی شان ہے..... صَمَدْ اس کا وصف ہے........ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے...... داتا بھی ہے اور گنج بخش بھی...... غریب نواز بھی ہے اور دستگیر بھی...... زبردست ہے...... ساری کائنات زیردست...... انبیاء بھی زیردست...... اولیاء بھی زیردست...... صالحین بھی زیردست

.... فرشتے بھی زیردست..... جنات بھی زیردست..... سورج چاند ستارے بھی زیردست..... پہاڑ ندی نالے بھی زیردست..... آسمان زمین اور پہاڑ بھی زیردست..... ساری کائنات زیردست اور وہ اکیلا زبردست ہے..... اب تم خود ہی بتاؤ! کہ اس اکیلے اللہ کی عبادت و پکار کرنا بہتر ہے جو زبردست ہے۔ اور ہر حاجت پوری کرنے پر قادر ہے یا ان متعدد معبودوں کی پوجا پاٹ کی جائے جو خود عاجز و مجبور ہیں۔ اور تم خود بھی اعتراف کرتے ہو کہ ان میں سے کوئی بارش برسانے والا ہے... لیکن اولاد کوئی دوسرا دیتا ہے..... کوئی مقدمے سے رہائی دیتا ہے..... مگر شفاء کوئی اور دیتا ہے ... کوئی ایک مشکل حل کرسکتا ہے..... کوئی دوسری حاجت پوری کرتا ہے... ... کوئی بیٹری نکالتا ہے..... اور کوئی اولاد دیتا ہے..... اب خود فیصلہ کرو۔ کہ دَر دَر کی ٹھوکریں کھانا۔ ایک ایک آستانہ پر جبین کا جھکانا بہتر ہے یا اکیلے قادر و قدیر اور زبردست کے آگے جھک جانا بہتر ہے،

علامہ محمد اقبال مرحوم نے کیسی خوبصورت بات کہی ہے۔ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ؎
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اور کسی نے علامہ اقبال کے اس شعر میں یہ ترمیم کی ہے ؎

وُہ ایک دَر جسے تو گراں سمجھتا ہے ؎
ہزار دربار وں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرت یوسفؑ بڑے احسن انداز میں سمجھانا چاہتے ہیں کہ اِلٰہ صرف اور صرف اکیلا اللہ ہے۔ اسے پکارو اور اپنی حاجتیں اُسی سے طلب کرو.... وہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے..... اب حضرت یُوسفؑ

نے مثبت انداز سے ہٹ کر ذرا منفی پہلو اپنایا ہے۔ فرمایا جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو۔۔۔۔ جن کو تم پکارتے ہو۔۔۔۔ جن کو مشکل کشا اور حاجت روا جانتے ہو۔ ذرا ان کی بھی حقیقت سن لو۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً

ان کے سوا جن کو تم پکارتے ہو، نفع و نقصان کا مالک جانتے ہو۔۔۔۔ ان سے حاجتیں مانگتے ہو۔۔۔ وہ کچھ بھی طاقت نہیں رکھتے، ان کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ اِلَّاۤ اَسْمَآءً ۔ وہ تو صرف نام ہی نام ہے، اور وہ نام بھی خدا تعالے نے نہیں رکھے نہ اللہ نے ان ناموں کی صداقت کے لئے کوئی نازل کی ہے۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ بلکہ

سَمَّیْتُمُوْھَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ ۔

کچھ کے نام تم نے خود رکھے، اور کچھ کے نام تمہارے باپ دادا رکھ کر گئے تھے ۔۔۔ تمہارے پاس کوئی دلیل کوئی برہان نہیں ہے۔۔۔۔ تم نے خود کسی کا نام داتا۔۔۔۔ کسی کا گنج بخش۔۔۔۔۔ کسی کا دستگیر۔۔۔۔ کسی کا غوث اعظم ۔۔۔ کسی کا غریب نواز۔۔۔۔ اور کسی کا نام لجپال رکھ لیا ہے۔۔۔۔

یہ شرکیہ نام تم نے اپنے معبودوں کے رکھے لئے، بس یہ نرے نام ہی نام ہیں ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔۔۔۔ اس لئے کہ داتا صرف اور صرف اللہ ہے۔۔۔۔ داتا فارسی کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے دینے والا۔۔۔ عربی میں مُعطی عطا کرنے والا۔۔۔۔ اور اس سے تو انکار نہیں کہ مُعطی اللہ کا صفاتی نام ہے۔۔۔۔۔ تو پھر داتا یعنی بخشنے والا بھی اللہ ہی ہے۔۔۔۔۔ عطا کرنے والا صرف وہی ہے۔

آنحضرتؐ اکثر دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَاۤ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ

اے میرے پروردگار جس کو تو دینا چاہے اُسے روکنے والا کوئی نہیں . . .
. . . اور جس سے تو روک لے اسے دینے والا کوئی نہیں . . . .

داتا اللہ ہے لیکن مشرکین نے حضرت علی ہجویریؒ کا نام داتا رکھ لیا ۔ اور پاگلوں کو اتنا علم نہیں کہ جو داتا ہوتا ہے اس پر موت نہیں آتی ۔ اور جس پر موت آجائے وہ داتا نہیں ہوتا . . . . تعجب بالائے تعجب ہے کہ داتا پر موت آگئی ۔ اور لوگوں نے داتا کو زمین میں دفن کر دیا ۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ خود اوپر اور داتا نیچے ، اور ہم موحدین کا داتا وہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئیگی . . . .

اسی طرح گنج بخش بھی فارسی کا لفظ ہے اور اس کا معنیٰ ہے خزانہ بخشنے والا . .
اب خود ہی انصاف فرمایئے کہ خزانہ بخشنے والا کون ہے . . . . صرف اور صرف اللہ رب العزت . . لیکن لوگوں نے گنج بخش بھی حضرت علی ہجویریؒ کا نام رکھ لیا . . . . . .

حالانکہ اللہ رَبُّ العزت نے اپنے پیارے اور آخری پیغمبرؐ سے اعلان کروایا کہ

لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ

مَیں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں ۔

تمام کے تمام خزانے بھی اللہ کے پاس ہیں ۔ اور خزانے بخشنے والی ذات بھی مولا کریم کی ہے . . . .

اسی طرح دستگیر بھی فارسی کا لفظ ہے ۔ (آپ یقیناً تعجب کریں گے کہ اکثر شرکیہ لفظ اور جملے فارسی زبان میں ہیں ۔ اس لئے کہ جو ممالک بیت اللہ سے مشرقی جانب ہیں انہیں اسلام ایران کے ذریعے اور ایران کے راستے پہنچا ہے پھر ایرانی ذہن نے صحیح اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی اور شرکیہ جملے اور شرکیہ کلمات کو ہمارے دین کا حصہ بنا دیا ۔)

دستگیر کا مطلب ہے مددگار . . . . . مصیبت میں کام آنے والا . . . .

.... یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لیکن لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا نام دستگیر رکھ دیا۔

اسی طرح غوث اعظم کا لقب بھی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے لئے مخصوص کیا گیا حالانکہ غوث کا معنیٰ ہے فریادرس یعنی انسان کی فریاد کو پہنچنے والا .....
... ظاہر بات ہے کہ مصیبت کی فریاد کو پہنچنے والی ذات بھی خداوند قدوس کی ہے میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ داتا.... گنج بخش....... دستگیر غوث اعظم..... یہ سب نام اور صفتیں اللہ رب العزت کی ہیں..... اللہ کے سوا کوئی داتا نہیں...... اس کے سوا کوئی گنج بخش نہیں.... اس کے سوا کوئی غریب نواز نہیں..... اس کے سوا کوئی دستگیر نہیں..... کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وہی آقا وہی داتا وہی مشکل کشا سب کا
وہی اک غوث اعظم ہے یہی للکار دیتا جا
وہ جلتے ہیں تو جلنے دو جو ہیں توحید کے دشمن
ندائے وحدت کی قرآں سے گلی کوچوں میں دیتا جا
اسی کے نام پہ مرلے اسی کے نام جیتا جا
اسی کے نام کی مئے ہو تو بھر بھر جام پیتا جا
رہِ توحید میں ہو اگر سمندر شرک کے حائل
لگا دے جست موجوں میں تو طوفاں سے نہ گھبرا جا

سامعین گرامی قدر.... حضرت یوسفؑ نے فرمایا جن کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو ان کی کچھ حقیقت نہیں ہے وہ نرے نام ہی نام ہیں۔ کچھ کے نام تم نے خود رکھے اور کچھ کے نام تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے۔ اور دین وہ نہیں جو

ہم یا ہمارے باپ دادا ایجاد کریں بلکہ

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ۔ فیصلہ اور حکم صرف اللہ کا چلے گا ۔ اور میں تو اپنے مولا کریم کے حکم کا غلام ہوں...... غور سے سنو! زمین و آسمان کے خالق نے کیا فیصلہ دیا ہے۔

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ۔ اس خالق کائنات نے فیصلہ کیا ہے کہ میرے سوا کسی کی بھی عبادت اور پوجا پاٹ نہیں کرنی...... میرے سوا کسی کو بھی غائبانہ نہیں پکارنا... میرے سوا کوئی بھی الٰہ نہیں ہے...... غرضیکہ حضرت یوسفؑ نے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بھی یہی اعلان کیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ..... تو ثابت ہوا سب انبیاء کی متفقہ دعوت اور اعلان اسی کلمہ کی تبلیغ تھا.. اور یہی کلمہ آیۃ الکرسی کا دعویٰ ہے جس کی تشریح و تفسیر ہم عنقریب کریں گے۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

چھٹی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ.. وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفَوْا عَهْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ. لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ. الٰخ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین گرامی قدر.... گذشتہ کئی خطبات میں میں نے آیۃ الکرسی میں کئے گئے دعویٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ. کی اہمیت وفضیلت پر روشنی ڈالی ہے. تاکہ اس عظیم المرتبت کلمے کا مفہوم و ترجمہ اور تشریح و تفسیر کے سمجھنے سے پہلے یہ حقیقت آپ کے ذہن میں رہے کہ یہ کلمہ اور یہ چار حروف کوئی معمولی شئی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے انبیاء کی نگاہوں میں یہ کلمہ کتنی اہمیت وفضیلت کا حامل ہے...... یہی وہ کلمہ ہے جس پہ دین و دنیا کی بنیاد ہے....... یہی وہ کلمہ ہے جو تمام انبیاء کی بعثت کی غرض و غایت ہے....... یہی کلمہ تمام انبیاء کی مرکزی دعوت اور پیغام تھا...... حضرت نوحؑ کا پیغام یہی کلمہ تھا...... حضرت ہودؑ، وصالحؑ اسی مقصد کے لئے تشریف لائے تھے...... حضرت شعیبؑ کا اعلان یہی تھا...... حضرت ابراہیمؑ نے ہر مقام پہ اسی کلمہ کی تبلیغ کی تھی...... حضرت یعقوبؑ نے مسئلہ توحید ہی کی وصیت و نصیحت فرمائی تھی...... حضرت یوسفؑ نے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری میں یہی پیغام

دیا تھا۔ اور یہی کلمہ آیۃ الکرسی کا دعویٰ اور مرکزی مقام ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک مشہور و معروف پیغمبر ہوئے ہیں۔ جن کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہے۔

قرآنِ مقدس میں جن انبیاء کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا گیا ہے۔ ان میں حضرت موسیٰؑ نمایاں اور منفرد حیثیت رکھتے ہیں...... غالباً ان کا تذکرہ تمام انبیاء کرامؑ سے زیادہ اور کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے.... تقریباً پانچصد ۵۰۰ چودہ مقامات پر حضرت موسیٰ و ہارون اور فرعون و بنی اسرائیل کا تذکرہ موجود ہے..... اور تقریباً ایک سو سات ۱۰۷ جگہوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ اور ذکرِ خیر قرآنِ مقدس میں کثرت کے ساتھ اور تفصیل کے ساتھ اس لئے کیا گیا ہے کہ ان کے بیشتر حالات رحمتِ کائنات سید الانبیاء والمرسلینؐ کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں...... ان کے حالات و واقعات میں۔ غلامی و آزادی کے باہم معرکے...... حق و باطل کے ٹکراؤ کی بے مثال داستان...... بہادری و شجاعت اور حوصلے کے بے نظیر واقعات موجود ہیں...... علاوہ ازیں اُن کے حالات میں بصائر و عبر... مواعظ و نصائح کا نادر ذخیرہ موجود ہے...... اس لئے قرآن میں حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع و محل جگہ جگہ اُن کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا واقعہ کثرت سے اس لئے بیان ہوا ہے کہ ان کے واقعہ میں امامِ کائناتؐ کے لئے تسلی و تشفی ہے.... کہ اے میرے پیغمبر اگر اعلانِ حق اور تبلیغِ توحید کے سلسلہ میں مصائب و مشکلات اور دکھ کا سامنا ہے...... راستے میں کانٹے بچھتے ہیں...... گلے میں رسیاں ڈالی جاتیں ہیں..... فتوے لگتے ہیں...... پھبتیاں کسی جاتی ہیں...... مذاق

بنایا جاتا ہے۔۔۔۔۔ مخالفتیں ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ وطن چھوڑنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔
تو پریشان نہ ہوں۔۔۔۔ گھبرائیے نہیں ذرا حضرت موسیٰؑ کو تو دیکھیں کہ انہوں نے
کس بہادری اور کس پامردی سے۔۔۔۔۔ کس جرأت اور دلیری سے۔۔۔۔۔ کتنی
شجاعت اور جوانمردی سے۔۔۔۔۔ کتنے تحمل اور حوصلے سے۔۔۔۔ فرعون کے
دربار میں۔۔۔۔۔ ہاں ہاں اُس فرعون کے دربار میں جو صرف بادشاہ ہی نہیں تھا
بلکہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ کا دعویدار تھا۔۔۔۔۔ جو بلاشرکت غیرِ مصر کا حکمران
تھا۔۔۔ اور سیاہ و سفید کا مالک تھا۔۔۔ اس فرعون کے سامنے۔۔۔۔۔ اُس
کے بھرے دربار میں۔۔۔۔۔ وزیروں اور مشیروں اور فوج کے ہوتے ہوئے۔۔
نعرۂ توحید بلند کیا تھا۔۔۔۔۔ اعلانِ حق کیا تھا۔۔۔ اور فرعون کی جھوٹی خدائی
کے خلاف اعلانِ بغاوت کیا تھا۔۔۔۔۔ میرے آخری پیغمبرؐ آپ بھی حضرت موسیٰؑ
کی طرح بہادر و شجاع بن کر مسئلہ توحید بیان فرمائیں۔۔۔۔ اور مصائب و دُکھ پر۔۔
۔۔۔ تکالیف پر اسی طرح صبر و تحمل فرمائیں۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے تکالیف
و مصائب پر صبر و تحمل کیا تھا۔

حضرت سیدنا موسیٰؑ مصر سے بھاگ کر مدین حضرت شعیبؑ کے ہاں تشریف
لے گئے۔۔ وہاں اُن کی شادی حضرت شعیبؑ کی بیٹی سے ہوئی۔۔۔ چند سالوں
کے بعد یہ حضرت شعیبؑ سے رُخصت چاہتے ہوئے اپنے وطن مصر کی جانب چل
پڑے۔۔۔۔ بال بچے ہمراہ ہیں۔۔۔۔ بکریوں کا ریوڑ ہے۔۔۔۔ چلتے چلتے حضرت
موسیٰؑ اپنے وطن کا راستہ بھول گئے۔۔۔۔ رات کا وقت۔۔۔۔ یخ بستہ ہوائیں چل
رہی ہیں۔۔۔۔ سخت سردی کا موسم۔۔۔۔ گھنا جنگل۔۔۔۔ سر چھپانے کے لئے جگہ
نہیں۔۔۔۔ سردی سے بچاؤ کا سامان نہیں۔۔۔۔ اور اس پریشانی کے ساتھ ایک
اور پریشانی لاحق ہوئی کہ مسافری کے عالم میں بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہو گئی۔۔۔۔

.... آزمائش پر آزمائش ...... امتحان کے بعد دوسرا امتحان .... پریشانیاں اور مصائب اکٹھے ہو رہے ہیں ..... آسمان پر کالے بادل ہوں ... اور سردی کا موسم ہو ایسے وقت میں آگ کی جستجو کسے نہیں ہوتی .... اسی تمنا اور آرزو میں پریشان ہیں کہ اچانک سامنے ایک درخت پر آگ نظر آئی .... چمکتا ہوا شعلہ.. ... دیکھا تو خوشی سے اپنی بیوی سے فرماتے ہیں ... اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی اس گفتگو کا قرآن میں ذکر کیا ہے۔

اِذْ رَاٰ نَارًا جب حضرت موسیٰؑ نے آگ دیکھی فَقَالَ لِاَهْلِهِ تو حضرت موسیٰؑ نے اپنی بیوی سے کہا (ذرا غور فرمائیے یہاں اهل کا لفظ بیوی کے متعلق استعمال ہوا ہے، معلوم ہوا .. اهل بیت سے مراد بیوی ہوتی ہے قرآن میں دیگر مقامات پر بھی اهل بیت کا اطلاق بیوی پر ہوا ہے۔ اور آیت تطہیر میں بھی خطاب ازواجِ نبیؐ سے ہے۔ اور مراد رحمتِ کائنات کی بیویاں ہیں۔ آیت تطہیر کے ماقبل اور مابعد کو دیکھئے کس کا ذکر ہو رہا ہے)

حضرت موسیٰؑ نے اپنی زوجۂ محترمہ سے فرمایا اُمْكُثُوٓا اِنِّیٓ اٰنَسْتُ نَارًا یعنی لَّعَلِّیٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی

تم یہیں ٹھہرو، میں آگ دیکھ رہا ہوں، شاید وہاں سے کوئی چنگاری تمہارے لئے لاسکوں۔ (تاکہ اُس چنگاری سے آگ جلائیں اور سینک کر سردی دور کرسکیں) اور اگر میں انگارہ لانے میں کامیاب نہ ہوسکا تو وہاں کوئی شخص ضرور ہوگا۔ اس سے مصر کا راستہ پوچھ آؤنگا ...

حضرت موسیٰؑ آگ لینے کے لئے آگے بڑھے ہیں۔ جب یہ قریب پہنچے ہیں تو آگ دُور ہٹ گئی ہے۔ جب واپس ہوتے ہیں تو آگ پھر قریب ہو جاتی ہے.. غور سے دیکھا کہ آگ ایک درخت پر روشن ہے۔ لیکن نہ وہ آگ درخت کو جلاتی ہے نہ

گُل ہوتی ہے۔ بلکہ اُس آگ سے درخت کا سبزہ اور زیادہ نکھر گیا ہے ..... یہ دیکھ کر حضرت مُوسیٰؑ کو ایک انجانا سا خوف محسوس ہؤا اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ واپس ہو جائیں ... ۔ جوں ہی قدم واپسی کے لئے اُٹھائے آگ قریب آ گئی اور آواز آئی....

یَا مُوسیٰ إِنِّیۤ أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْن۔ ایک اور مقام پر فرمایا إِنِّیۤ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔

اے موسیٰ جسے تم آگ سمجھ کر آئے تھے وہ آگ نہیں مَیں تیرا پالنہار مولا ہوں۔ ... مَیں کائنات کا رب ہوں..... اپنی جوتیاں اتار دیجئے آپ ایک مقدس و مطہر مقام پر کھڑے ہیں..... ۔اور اس مقام پر جوتیاں سمیت آنا ٹھیک نہیں۔

(سامعین گرامی قدر! حضرت موسیٰؑ ابھی پیغمبر اور رسول بنائے تو نہیں گئے مگر چند لمحوں کے بعد تاج نبوت و رسالت ان کے سر پر سجایا جاتا ہے۔ اور پیغمبر نبوت و رسالت کے عطا ہونے سے پہلے بھی اتنا عظیم اور بلند و بالا شان رکھتا ہے کہ اولیاء اللہ.... صالحین.... شہدا.... محدثین و مفسرین کی پوری جماعت مل کر بھی ان کے قدموں کے تلوؤں کے برابر نہیں ہو سکتی..... قبل از نبوت بھی وہ بہت اعلیٰ اور افضل ہوتا ہے..... یہاں قرآن نے حضرت موسیٰؑ کا واقعہ کتنے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ سمجھنے والوں کے لئے اس میں کتنے دلائل و براہین ہیں... وہ جوتیوں سمیت ایک مقدس و پاک مقام پر آ گئے اور اللہ رب العزت نے حکم دیا کہ آپ مقدس وادی میں ہیں۔ اس لئے جوتیاں اتار دیجئے۔ اگر حضرت موسیٰؑ عالم الغیب ہوتے اور انہیں علم ہوتا کہ میں ایک مقدس وادی میں موجود ہوں جہاں جوتیوں سمیت آنا منع ہے تو وہ کبھی بھی جوتیوں سمیت وہاں نہ آتے.... اسے چھوڑیئے اس سے تھوڑا سا پیچھے چلے جایئے۔ وہ اپنے وطن

مصر کا راستہ بھول گئے ہیں۔ . . . . اور قرآن نے اس راستے بھولنے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کسی سے مصر کا راستہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ . . . خداوندِ قدوس نے مسئلہ سمجھایا کہ جو راستہ بھول جائے وہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں ہوتا۔ .)

اب خداوندِ قدوس نے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا ارشاد ہوا

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى

میرے موسیٰؑ تم تو آگ لینے آئے تھے۔ اور اس لئے آئے تھے کہ وہاں کسی سے مصر کا راستہ پوچھ لوں گا۔ . . . . تم لوگوں سے مصر کا راستہ پوچھنے آئے تھے اور ہم نے آپ کو وقت کا پیغمبر بنا کر لوگوں کے لئے ہادی بنا دیا ہے کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لاؤ۔ . . . . تم آگ کی روشنی دیکھ کر آئے تھے اور ہم نے آپ کو ایسی روشنی عطا کر دی ہے جس سے پورا ماحول جگمگا اٹھے گا۔ . . . . ہاں ہاں تم انگارہ لینے آئے تھے کہ سینک کر سردی دور کر سکیں۔ اور ہم نے آپ کو نبوت و رسالت اور اپنی ہمکلامی سے نواز دیا ہے۔ . . . . . کسی شاعر نے کتنی خوبصورت بات کی ہے کہ

خدا کے فضل کا موسیٰ سے پوچھئے احوال

آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

مَیں نے آپ کو اپنے پیغام کے لئے چن لیا ہے۔ . . . . اب میری وحی کو میرے پیغام کو ظاہری کانوں سے بھی اور دل کے کانوں سے بھی سنئے۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ . . . . . . بے شک مَیں . . . اللہ ہوں، میرے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اس لئے عبادت و پکار صرف میری کرو۔ . . . . یہ تھی پہلی وحی جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ . . . . یہ تھا پہلا پیغام جو حضرت موسیٰؑ کو ملا۔ . . . . اور یہی پیغام دے کر حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے دربار میں بھیجا گیا کہ فرعون کے دربار میں جاؤ وہ بڑا متکبر اور مغرور ہو چکا ہے۔ . . .

... اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کا دعویٰ کرتا ہے...... لوگوں سے اپنی الوہیت ومعبودیت کا اقرار کرواتا ہے...... خدائی کا دعویدار ہے...... جاؤ اور اس کے بھرے دربار میں نعرہ لگاؤ کہ اِلٰہ.... معبود اور رب تم نہیں بلکہ اِلٰہ اور معبود صرف اللہ رب العزت کی ذات گرامی ہے...... جاؤ اور میری وحدانیت کا مسئلہ کھرا کھرا بیان کرو...... لہجہ نرم ہو...... انداز بہتر ہو مسئلہ گرم ہو......
... حضرت موسیٰ کے ساتھ اب ان کے بھائی حضرت ہارون کو بھی پیغمبر بنا دیا گیا تھا ....اس لیے دونوں کو خطاب فرمایا اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى تم دونوں فرعون کے ہاں جاؤ وہ سرکشی میں بہت بڑھ گیا ہے..... یہ عرض کرتے ہیں مولا تو جانتا ہے کہ وہ بڑا ظالم اور جابر ہے اس کے ہاں کوئی قانون نہیں... عدل وانصاف نام کی کوئی شئی وہاں نہیں..... مولا اگر وہاں تیرا نام کسی نے نہ سنا تو! تیرا نام تو بہت بڑا ہے۔ ہمیں اپنی مخالفت کی پرواہ تو نہیں لیکن تیرے نام کی گستاخی وتوہین ہم سے برداشت نہ ہوگی۔

وہاں ہم نے نعرہ لگانا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اگر انہوں نے سننے سے انکار کر دیا تو کیا بنے گا...... اللہ اکبر! ذرا اندازہ لگائیے، اللہ رب العزت کو مسئلہ توحید سے کتنا پیار اور کتنی محبت ہے..... فرمایا.... لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ خوف نہ کرو تم کیا سمجھ رہے ہو کہ وہاں فرعون کے دربار میں صرف تم دونوں ہوگے، نہیں نہیں اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ وہاں تمہارے ساتھ میں بھی موجود ہوں گا.. باقی رہی یہ بات کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا نعرہ اور مسئلہ توحید فرعون اور اس کے درباریوں نے نہ سنا تو پھر کون سنے گا..... تو میرے کلیم گھبرانے کی ضرورت نہیں...... تمہارا کام ہے مسئلہ توحید کھول کر بیان کرنا...... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا جرأت مندانہ نعرہ لگانا اَسْمَعُ وَاَرٰى کسی نے اس مسئلہ کو سنا تو کیا ہوا

یُں کائنات کا رب سنوں گا بھی سہی اور تمہیں دیکھوں گا بھی سہی۔ . .

سامعین گرامی قدر! . . . حضرت موسیٰ کے واقعہ بیان کرنے سے میرا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ ان کو نبوت و رسالت عطا کرنے کے بعد پہلی وحی جو ان پر نازل فرمائی وہ کلمہ توحید کی تبلیغ تھی اور یہی کلمۂ توحید آیۃ الکرسی کا مرکزی مقام اور دعویٰ ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور مسئلہ توحید

قرآن مقدس ایک اور پیغمبر کا ذکر اکثر مقامات پر کرتا ہے۔ جو زمرۂ بنی اسرائیل کے آخری رسول ہیں۔ حضرت سیدنا عیسیٰؑ جن کو بن باپ پیدا کیا گیا۔ اور بن موت آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ اور جن کو والدہ کی گود میں قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ اور ان کی گفتگو اور پنگھوڑے میں کی گئی پہلی تقریر کو قرآن کے اوراق میں جگہ دی گئی۔ وہ والدہ کی گود میں بولے تو مسئلہ توحید بیان کیا۔ . . . . . اللہ کی عبادت و الوہیت کی دعوت دی . . . . . . اور پھر وہ میدانِ محشر میں بولیں گے تو ان کے بول قرآن میں ذکر کیے وہاں اللہ کی توحید بیان کریں گے۔ . . . . . گویا کہ زندگی کے پہلے دن بھی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ . . . اور قیامت کے میدان میں بھی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ . . . .

والدہ کی گود میں جو بیان فرمایا ہے اسے رَبُّ العزت نے سورۂ مریمؑ میں بیان فرمایا۔ جب لوگوں کے حضرت مریمؑ کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا تو حضرت عیسیٰؑ ماں کی گود میں قدرتِ خداوندی سے بولے اور کہا

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ . . . میں اللہ کا بندہ ہوں۔ جو قدرتِ خداوندی سے پیدا ہوا ہوں . . . . . . اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا . . . ماضی کا صیغہ تحقق کے لئے معنی مضارع کا کریں گے۔ اللہ مجھے کتاب دے گا۔ اور اس نے مجھے نبوت و رسالت سے بھی سرفراز کرنا ہے۔ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا

دُمْتُ حَيًّا . اور اللہ تعالٰی نے مجھے نماز کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہے .... میں نے اپنی ماں سے حسن سلوک بھی کرنا ہے ....

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں تقریر کرتے کرتے آخر میں فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ .

بے شک وہ اللہ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے .... وہ میرا بھی پالنہار ہے اور تمہارا بھی پالنہار ہے ..... میرا بھی مربی ہے اور تمہارا بھی مربی ہے .... میری بھی نشوونما کرنے والا ہے اور تمہاری بھی نشوونما کرنے والا ہے ...... جو میرا بھی روزی رساں ہے اور تمہارا بھی روزی رساں ہے ہاں ہاں جو مجھے بھی پروان چڑھانے والا ہے اور تمہیں بھی پروان چڑھانے والا ہے ...... فَاعْبُدُوْهُ عبادت اور پکار صرف اسی کی کرو سجدہ و رکوع صرف اسی کا کرو... غائبانہ امدادیں صرف اسی ہی سے مانگو...... هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے .

غرضیکہ حضرت عیسیٰ نے زندگی کے پہلے روز اسی کلمہ کی تبلیغ فرمائی کہ اللہ کے سوا عبادت و پکار کے لائق کوئی نہیں .

اب ذرا اُس بیان کو بھی سُن لیجئے جو حضرت عیسیٰ اللہ تعالٰی کے سوال کے جواب میں میدانِ قیامت میں دیں گے ..... جب عیسائی جو دنیا میں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدۂ محترمہ کو معبود و مسجود مانتے تھے ان کو پکارتے تھے ان سے مدد مانگتے تھے . ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے تھے ..... حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو الٰہ تسلیم کرتے تھے . خدائی اختیار میں کفیل اور دخیل سمجھتے تھے ... یہ عیسائی اپنے شرکیہ عقائد اور کفریہ اعمال کی ذمہ داری حضرت عیسیٰ پر ڈال دیں گے کہ ہمیں تو حضرت عیسیٰ فرما گئے تھے کہ مصائب و مشکلات میں مجھے اور میری ماں کو بھی پکار لینا ہم

تمہاری مدد کریں گے۔

(یہاں یہ مشرکین اور اہلِ بدعت کی پرانی عادت ہے کہ اپنے شرکیہ کرتوتوں اور کفریہ اعمال کی ذمہ داری بزرگانِ دین کے سر تھوپ دیتے ہیں حالانکہ بزرگانِ دین تو خود ساری زندگی لوگوں کو شرکیہ اعمال سے روکتے رہے)

اللہ تعالےٰ میدانِ محشر میں حضرت عیسیٰؑ سے عیسائیوں کے لگائے گئے الزام کے بارے پوچھیں گے ...... خداوندِ قدوس نے اپنا سوال اور حضرت عیسیٰ کا جواب قرآنِ مجید سورہ مائدہ کے آخری رکوع میں بیان فرمایا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط

اے میرے پیغمبر عیسیٰ کیا تم نے دنیا والوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو اِلٰہ اور معبود بنا لینا ...... ہمیں بھی مصائب اور مشکلات میں پکارنا ...... ہمارے نام کی نذر و نیاز دینا ...... ہمیں بھی عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھنا ...... مجھے اور میری ماں کو مسجود سمجھنا ...... غائبانہ ہم سے بھی مدد مانگنا ...... ہمیں نفع و نقصان کا ... عزت و ذلت کا ... موت و حیات کا ...... بیماری و شفاء کا مالک سمجھنا ...... یہ عیسائی تیرے سامنے کھڑے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں تو یہ سب کچھ حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا۔ یہ سارے کا سارا الزام تم پر لگا رہے ہیں۔ یہ تمام تر ذمہ داری تجھ پر ڈال رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ یہ سب کچھ سُن کر کانپ جائیں گے۔ حدیث میں آتا ہے ان کے بدن میں کپکپی آجائے گی پھر سنبھل کر جواب دیں گے۔

سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ط

اے میرے مولا کریم تیری ذات ہر قسم کے نقائص اور شریکوں سے پاک ہے۔ اور

مَیں وہ بات بھلا کیسے کہہ سکتا تھا جس بات کے کہنے کا مجھے حق بھی کوئی نہیں۔۔
۔۔۔۔۔۔اے میرے اللہ شرک کی منحوس بات اور تیرے سوا اپنی عبادت کی دعوت
۔۔۔۔۔بھلا یہ مجھ سے کیسے ممکن ہے۔
اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۔۔۔۔۔۔۔۔ میرے مولا اگر مَیں نے یہ خبیث
بات کہی ہے تو تُو اُسے جانتا ہے۔ اس لئے کہ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ
اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۔۔
تُو تو وہ بات بلکہ وسوسہ تک کو جانتا ہے جو میرے دل میں آئے۔ اور مَیں اُس
چیز کو نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے۔۔۔۔۔۔ حضرت عیسیٰؑ کا مطلب یہ تھا کہ
اے عَلَّامُ الْغُيُوْبِ تجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ تو ہر بات کا سُننے
اور جاننے والا ہے۔ اور تو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ شرکیہ بات کہنا تو بڑی دُور کی
بات ہے میرے تو دل میں بھی کبھی اس کا وسوسہ اور خیال تک نہیں آیا کہ لوگ میری
بھی پوجا پاٹ کریں۔۔۔۔
مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖ ۔۔۔۔۔۔۔ میرے اللہ
مَیں نے انہیں اسی مسئلے کی تبلیغ و تلقین کی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا اور
وہ مسئلہ کیا تھا؟
اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۔۔۔۔۔۔ کہ عبادت صرف
اللہ کی کرو۔۔۔۔۔۔ غائبانہ پکار صرف اللہ کی کرو۔۔۔۔۔۔۔ سجدہ و رکوع کے لائق
صرف اللہ ہی ہے جو میرا بھی پالنہار ہے اور تمہارا بھی پالنہار ہے۔۔۔
سامعین گرامی قدر۔۔۔۔ حضرت عیسیٰؑ کا پیغام اور اعلان بھی یہی مسئلہ توحید
تھا۔ اُن کی زندگی کا پہلا دن تھا ماں کی گود میں قوتِ گویائی ملی تو فرمایا۔۔ عبادت
کے لائق صرف ایک ذات ہے۔ اور وہ خداوندِ قدوس کی ذاتِ گرامی ہے۔۔۔

..... اسی طرح میدان محشر میں اپنے رب کے حضور کھڑے ہیں تو یہی اعلان فرمایا کہ عبادت و پکار کے لائق صرف ایک ذات ہے اور وہ خداوند قدوس کی ذات گرامی ہے .... اور یہی آیۃ الکرسی کا دعویٰ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ....

خاتم الانبیاءؐ اور مسئلہ توحید کا اعلان

حضرات گرامی ..... اس موضوع کے آخر میں اب امام الانبیاء سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام و اعلان سماعت فرمایئے کہ انہوں نے ساری زندگی کس چیز کی دعوت دی .... کونسا مسئلہ تھا... جس کے لئے مصائب برداشت کئے .... دکھ جھیلے .... تکالیف اٹھائیں .... بھوک اور پیاس برداشت کی .... مخالفتیں مول لیں .... وطن چھوڑنا پڑا ...... کانٹوں بھری راہ پر چلنا پڑا .... میں اختصار کے ساتھ بیان کروں گا کہ نبوت عطا ہونے کے بعد آپ کا پہلا وعظ کیا تھا ... اور زندگی کے آخری دن بستر علالت پر آپ کی زبان پر کون سا جملہ اور کون سا کلمہ تھا .....

آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اب حکم ہوا قُمْ میرے پیغمبر اٹھو اور لوگوں کو میرا پیغام سناؤ۔ لوگوں کو واضح الفاظ میں بتاؤ کہ الٰہ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نہیں الٰہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات گرامی ہے۔

اب اللہ کے پاک پیغمبر گھر سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اور کپڑا ہلا کر لوگوں کو جمع فرماتے ہیں۔ جب لوگ اکٹھے ہو گئے ..... بوڑھے بھی ..... جوان بھی .... اور بچے بھی تو فرمایا لوگو اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ اللہ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور میری رسالت پوری کائنات

کے لوگوں کے لیے...... مشرکین مکہ انبیاء کے منکر نہیں تھے. اس لئے آپ کے اس دعویٰ کا کوئی ردِ عمل نہ ہوا. کہنے لگے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں تو پھر اس کا پیغام سنایئے....... اب رحمت کائنات ؐ نے بغیر کسی تمہید کے پیغام خداوندی سنایا فرمایا

قُوْلُوْالَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا........ اے تین سو ساٹھ بتوں کے پجاریو.... حضرت ابراہیم..... حضرت اسماعیل..... لات و منات کو اِلٰـہ اور معبود سمجھنے والو.... سنو! اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے..... حضرت ابراہیمؑ بھی الٰہ نہیں..... حضرت اسماعیلؑ بھی الٰہ نہیں..... لات و منات بھی الٰہ نہیں.... ... الٰہ اور معبود صرف اور صرف ایک ہے اور وہ خداوندِ قدوس کی ذاتِ گرامی ہے...... اے مکہ کے رہنے والو اگر فلاح اور کامیابی چاہتے ہو تو میری اس بات کو تسلیم کرو.

کفارِ مکہ عربی دان تھے، عربی ان کی مادری زبان تھی، اِلٰـہ کا معنیٰ اور مفہوم الٰہ کا مقصد اور ترجمہ اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے، وہ سمجھ گئے کہ اگر اس کلمے کا راج ہو گیا تو ہمارے تین سو ساٹھ معبودوں کی خیر نہیں...... وہ سمجھ گئے کہ اس کلمہ سے ہمارے عقیدے پر کاری ضرب لگے گی..... ان کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی کہ اِلٰـہ صرف ایک ہے اور ہمارے مشکل کشا کچھ بھی طاقت اور قدرت نہیں رکھتے.

بس اسی دن سے مخالفت کا آغاز ہو گیا..... محبت کی جگہ نفرت نے لے لی...... پیار کی جگہ عداوت نے لے لی..... پھول برسانے والوں نے کانٹے بچھانے شروع کئے...... ہار ڈالنے والے ہاتھوں نے گلے میں رسیاں ڈال کر سانس لینا دشوار کر دیا...... دُعا دینے والی زبانوں نے گالیاں نکالیں..... صادق کہنے

والوں نے کذاب کہا۔۔۔۔۔ اپنے جھگڑوں اور اختلاف میں منصف اور سچ ماننے والوں نے مجنون اور دیوانہ کہنا شروع کیا۔۔۔۔۔ پھول پھینکنے والے ہاتھوں نے پتھروں کی بارش کر دی۔۔۔۔۔ شفقت کا ہاتھ سر پر رکھنے والوں نے خنجر چلانے شروع کئے۔۔۔۔۔ گلے سے لگانے والوں نے وطن سے بے وطن کر دیا۔۔۔۔۔ سر کی قسم کھانے والوں نے ان کے سر کی قیمت لگا دی۔۔۔۔۔ ہاں ہاں صرف ان کو نہیں بلکہ جو بھی ان کا بنا اس کا جینا دوبھر کر دیا گیا۔۔۔۔۔ کانٹوں پر لٹایا گیا۔۔۔۔۔ دہکتے انگاروں پر تڑپایا گیا۔۔۔۔۔ کھولتے ہوئے پانی میں جلایا گیا۔۔۔۔۔ بیٹے کے سامنے اس کی بوڑھی ماں کو دو اونٹوں سے باندھ کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔۔۔۔۔ خاوند کے سامنے اس کی بیوی کو برہنہ کر دیا گیا۔۔۔۔۔ ہر ظلم توڑا گیا۔۔۔۔۔ ہر ستم روا رکھا گیا۔۔۔۔۔ ہر حربہ استعمال کیا گیا کہ کسی طرح یہ لوگ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے باز آجائیں۔ لیکن یہ نشہ وہ نہیں جسے تلخی اتار دے۔۔۔۔۔ بلکہ یہ تو انسان کے جسم اور روح میں سرایت کرنے والا ایسا نشہ ہے جو تلخیوں سے بڑھتا ہی رہتا ہے۔۔۔۔۔ اعلانِ نبوت سے لے کر وفات تک پورے تیئیس سال کا عرصہ آپؐ نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تبلیغ فرمائی ہے۔ اور کوئی سختی۔۔۔۔۔ مصیبت آپ کا راستہ نہ روک سکی۔ کسی قسم کا لالچ آپ کو اپنے مؤقف سے ہٹا نہ سکا۔۔۔۔۔ بادشاہی کا لالچ۔۔۔۔۔ کبھی دولتِ دنیا کا لالچ۔۔۔۔۔ کبھی خوبصورت عورتوں کا چکمہ۔۔۔۔۔ کبھی منت وسماجت کہ اس کلمہ سے باز آجاؤ۔۔۔

لیکن آپؐ نے اور آپ کے رفقاء نے تن من دھن کی قربانی دے کر اس کلمہ کی تبلیغ کو عام کیا۔۔۔ پورے تیئیس سال یہی نغمہ تھا۔ اور آپؐ کی آواز تھی۔۔۔۔۔ اسی کلمہ کے لئے جنگیں ہوئیں۔۔۔۔۔ اسی کلمہ کی مخالفت کے طوفان اٹھے۔۔۔۔۔ اسی کلمہ کو مٹانے کے لئے مشرکین نے اپنی توانائیاں صرف کیں۔۔۔۔۔ یہی کلمہ تھا جس کے

لئے آنحضرتؐ نے دن رات ایک کر دیا تھا۔ اور نبوت عطا ہونے کے بعد پورے تیئس سال یہی مسئلہ بیان فرمایا۔

سامعینِ گرامی قدر۔۔۔۔۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ تیئس سال کے بعد یہی امام الانبیاء، سرورِ کائناتؐ بسترِ علالت پر ہیں۔۔۔۔۔ مرض الموت میں مبتلا ہیں۔۔۔۔۔ سکراتِ موت طاری ہیں۔ ٹھنڈے پانی میں ہاتھ بھگو کر اپنے سینے اور چہرے پر ملتے ہیں۔۔۔۔۔ کبھی گھبراہٹ میں اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی لیٹ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ کبھی چادر اپنے اوپر پھیلا لیتے ہیں اور کبھی چادر اپنے اوپر سے ہٹا دیتے ہیں۔۔۔۔۔ غشی پر غشی طاری ہو رہی ہے۔۔ پیالہ کے مشکیزے سے اپنے اوپر ڈالتے ہیں اور زبان پر یہ الفاظ ہیں اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔۔۔ مولا مَیں موت کی تلخیاں اور سختیاں برداشت کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔ اب تو موت کی سختیوں پر موت کی تلخیوں پر میری مدد فرما۔ مجھے ہمت اور توفیق دے کہ اس تکلیف کو برداشت کر سکوں۔۔۔۔۔۔۔۔ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آپ کا سر مبارک تھا۔۔۔۔۔ اور بار بار فرماتے تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ۔ مولا میری نبوت کا پہلا دن تھا اور کوہِ صفا پر کفار کے سامنے یہی کلمہ کہا تھا۔ اس وقت میں تنہا تھا۔۔۔۔۔ میرا کوئی ہمدرد نہیں تھا۔۔۔۔۔ کوئی غمگسار نہیں تھا۔۔۔۔۔ کوئی لبیک کہنے والا نہیں تھا۔۔۔ مَیں نے اس کلمہ کا اعلان کیا۔۔۔ پتھروں کی بارش ہو گئی۔۔۔۔۔ مَیں لہو میں نہا گیا۔۔۔۔۔ لیکن میں نے مصائب و تکالیف میں گھر کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اعلان کیا۔۔۔۔۔ اس کلمے کا نعرہ لگایا۔۔۔۔۔ یہی پیغام سنایا۔۔۔۔۔ اور آج مجھ پر موت کی تلخیاں طاری ہیں۔۔۔۔۔ مَیں بسترِ علالت پر ہوں۔۔۔ بدن کمزور ہو گیا ہے۔۔۔ لیکن آج اپنے آخری وقت میں پھر کہتا ہوں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لیکن آج میں اکیلا نہیں ہوں۔ بلکہ

میرے ساتھ ایک لاکھ سے زائد ساتھی اور غمگسار ہیں..... آج میرے ساتھ ایک لاکھ سے زائد کا لشکر ہے... جانثار ہیں..... آج میرے ساتھ ابوبکرؓ جیسا باوفا دوست ہے..... عمرؓ جیسا جری اور بہادر ہے..... عثمانؓ جیسا باحیا اور دولت دنیا خرچ کرنے والا ہے...... علیؓ جیسا نڈر اور شجاع ہے...... خالد بن ولید..... عمرو بن العاص..... سعد بن ابی وقاص..... ابو عبیدہ جیسے کمانڈر انچیف ہیں..... بلال جیسا عاشق ہے..... ابوسفیان..... مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ جیسے مدبر اور جہاندیدہ لوگ ہیں..... مولا آج میرے ساتھ فوج ہے..... لشکر ہے..... دوست ہیں..... ساتھی ہیں..... جانثار ہیں..... جماعت ہے..... جتھہ ہے..... میرے اشارہ پر مر مٹنے والے لوگ ہیں۔

لیکن میرے پالنہار میں اکیلا ہوں..... یا میرے ساتھ لاکھوں کا لشکر ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا..... میں نے تو تیرا پیغام ہر صورت میں لوگوں تک پہنچانا ہے..... آج سے تئیس سال پہلے میں اکیلا تھا... کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر اعلان کیا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ... اور آج میرے ساتھ لاکھ سے زائد ہمدرد ہیں.. اور میں بستر علالت پر ہوں، موت کی تلخیاں، طاری ہیں.. تب بھی میرا اعلان اور میرا پیغام وہی ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

لیکن کوہِ صفا کے اعلان میں اور آج کے اعلان میں ایک نمایاں فرق بھی بیان فرمایا... کوہِ صفا پر صرف دعویٰ پیش کیا تھا.. لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ... لیکن ساتھ دلیل کا ذکر نہیں فرمایا..... لیکن آج لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دلیل بھی دی کہ..

اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ یا اللہ مجھ پر موت کی تلخیاں طاری ہیں.... یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے..... اس لئے کہ

تیرے سوا اگر کوئی اور بھی الٰہ ہوتا تو مولا وہ میری ذات ہوتی، کیونکہ مَیں ساری کائنات سے اعلیٰ.... افضل.... اور اکمل ہوں.... سید الانبیاء والمرسلین ہوں.... امام الانبیاء اور خاتم النبیین ہوں..... کیونکہ مَیں تمام کائنات سے بڑھ کر اللہ کا محبوب ہوں..... اس کا پیارا ہوں..... اس لئے اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ اور معبود بننے کے لائق ہوتا تو مَیں ہوتا اور اگر مَیں الٰہ ہوتا تو موت کی سختیاں اور تلخیاں مجھ پر کبھی نہ آتیں..... موت کی تلخیوں کا مجھ پر آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ کے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں ہے۔

سامعینِ گرامی قدر..... میری اس گفتگو سے واضح ہوگیا کہ آنحضرتؐ کی تبلیغ کا پہلا دن تھا تو اعلان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تھا.... اور زندگی کا آخری دن تھا تو زبان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تھا..... پوری زندگی آپ نے اور تمام انبیاء نے اپنی اپنی قوم کے سامنے اسی کلمہ کی تبلیغ کی تھی..... اسی کلمے کا اعلان کیا تھا..... اسی کلمے کا بیان کیا تھا..... یہی کلمہ ان کا پیغام تھا..... اور یہی کلمہ آیت الکرسی کا دعویٰ اور مرکزی مقام ہے۔

(وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ)

ساتویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔

برادران اسلام! گذشتہ کئی خطبات میں میں نے آیۃ الکرسی کے پہلے جملے اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔۔۔۔۔۔ جو آیت الکرسی کا دعویٰ اور مرکزی مقام ہے اس کی فضیلت و اہمیت ۔ اور اس کے مقام و مرتبہ پر روشنی ڈالی ہے ۔۔۔۔ کہ یہی عظیم الشان کلمہ ہے جس کے لئے یہ پوری کائنات سجائی گئی ہے ۔۔۔۔۔۔ یہی وہ رفیع القدر دعویٰ ہے جس کے لئے انبیاء کو مبعوث کیا گیا ۔۔۔۔ اور ان کے ذمہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ اس کلمہ کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہ کریں ۔۔۔۔۔ یہی کلمہ ہے جو انبیاء کی دعوت کا مرکزی نکتہ تھا ۔۔۔۔ ان کی زندگی کا مشن تھا ۔۔۔۔ اور ان کی تبلیغ کا خلاصہ تھا ۔۔

یہی کلمہ ہے جو دین اسلام کی بنیاد ہے ۔ اور پورے دین کی عمارت اسی بنیاد پر قائم ہے ۔۔۔۔۔۔ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار بھی اسی کلمہ پر ہے ۔۔۔۔۔۔ ہاں یہی وہ کلمہ ہے جس پر انسان کی نجات کا دار و مدار ہے ۔۔۔۔۔۔ اس کلمے کے اقرار اور تصدیق ہی سے انسان جنت کا مستحق بنتا ہے اور اس کلمہ پر ایمان متزلزل ہو جائے تو جہنم اس انسان کا ابدی ٹھکانہ بن جاتی ہے ۔۔

یہی وہ کلمہ ہے کہ جس کے اقرار کرنے والے حاملین عرش ملائکہ مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں.......

حضراتِ گرامی! اگرچہ اس کلمہ کی فضیلت واہمیت کا آیۃ الکرسی کی تشریح وتفسیر سے تو اتنا تعلق نہیں تھا. لیکن چونکہ اس کلمۂ توحید کا مفہوم ومطلب اور معنیٰ بیان کرنا ہے... اور کلمۂ توحید کی تشریح وتفسیر بیان کرنی ہے... اللہ کا مقصد بیان کرنا ہے... اِلٰہ کا مفہوم سمجھانا ہے... اللہ کا مطلب اور معنیٰ واضح کرنا ہے.

اس لئے پہلے اس کلمہ کی فضیلت واہمیت بیان کی ہے تاکہ آپ حضرات اس کلمہ کا مفہوم ومقصد ذوق وشوق اور غور وتدبر سے سنیں

حضراتِ گرامی قدر!... ایک بات ذہن نشین فرما لیجئے کہ کلمۂ توحید کے پڑھنے کی جتنی فضیلت آپ نے سنی کہ اس کے پڑھنے والے پر جنت واجب ہوجاتی ہے ..... اور اس کلمہ کے پڑھنے والے کے گذشتہ تمام گناہ ہٹا دئے جاتے ہیں.... ...اس پڑھنے سے مراد وہ پڑھنا نہیں جو طوطے کی طرح رٹا رٹایا ہو کہ انسان کلمہ بھی پڑھے اور اس کی عملی زندگی کلمہ کے خلاف ہو..... بلکہ اس کلمہ کا پڑھنا باعث نجات اور باعث فضیلت ہے. جو دل کی گہرائیوں سے پڑھا جائے. اور کلمہ کے مطالبات ولوازمات پورے کئے جائیں

اگر صرف زبانی کلمہ پڑھنے کا نام ایمان ہوتا تو مدینہ کے منافقین بھی مومن شمار ہوتے...... عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کی پوری جماعت کلمہ پڑھتی تھی..... نمازیں بھی مسجد نبوی میں ادا کرتے تھے........ سفر جہاد میں آنحضرتؐ کے ساتھی بنتے...... لیکن آج دنیا کا کوئی عقلمند شخص عبداللہ بن ابی کو مسلمان اور مومن ماننے کے لئے تیار نہیں...... اس لئے کہ وہ زبانی کلمہ کا اقراری

تھا. مگر کلمہ کے مطالبات و لوازمات پورے نہیں کرتا تھا۔۔۔۔اور کلمہ میں کئے گئے عہد پر پورا نہیں اترتا تھا۔۔۔

کلمہ پڑھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کا زبانی اقرار بھی کرے، پھر قبروں، مزاروں، تعزیوں، اور تابوتوں پر سجدہ ریز بھی ہو۔۔۔ہاں ہاں اس کلمہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ زبان پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی ہو اور نذر و نیاز۔۔ غیر اللہ کے نام پر دی جائے۔۔۔۔۔۔۔ زبان سے کلمہ کا اقرار ہو اور پھر یا علی مدد۔۔۔۔۔ یا پیر مدد۔۔۔۔۔۔ اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کے نعرے بھی ہوں۔۔۔۔۔۔ زبانی طور پر کلمے کا اقرار بھی اور طواف مزاروں کے بھی۔۔۔۔۔۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی ضربیں بھی۔۔۔۔۔ اور مصیبت کے وقت بزرگوں کی پکار بھی۔۔۔۔۔۔۔ اولیاء اور انبیاء کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھنا بھی۔۔۔۔۔۔ زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار بھی۔۔۔۔۔ لیکن فلاں تکلیف ہوگئی ہے تو فلاں دربار پر چلے جاؤ اور فلاں بیماری لاحق ہوگئی ہے تو فلاں قبر پر چلے جاؤ۔۔۔۔۔۔ فلاں بزرگ کو پکارو تو مصیبت دور ہو جاتی ہے اور بعض کلمہ گو یہاں تک کہتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ دے رکھا ہے یہ سب ہمارے حضرت صاحب کی نظرِ کرم ہے۔

حاضرین گرامی قدر۔۔۔۔۔ اس کلمے کے اقرار کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ زبان پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وظیفہ بھی ہو اور پھر عقیدہ یہ ہو کہ ؎

خدا کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے جو ہمیں جو کچھ لینا ہے لے لینگے محمدؐ سے،

اور کبھی منبر پر یہ وعظ ہو ؎

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمدؐ ۔۔۔۔۔۔۔ محمدؐ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

اور کبھی کلمہ گو گلا پھاڑ کر پڑھے ؎

وُہی جو مستوی تھا عرش پر خدا بن کر ۔۔۔۔۔۔ اتر پڑا مدینہ میں مصطفےٰ بن کر۔

جو شخص اٹھتے بیٹھتے...... بیماری و تندرستی میں...... دن اور رات میں
...... صبح اور شام غیر اللہ کو پکارے...... ان سے مدد مانگے...... یا شیخ
عبد القادر شیئاً للہ کے وظیفے پڑھے...... غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دے.
...... قبروں اور مزاروں پر سجدے کرے...... کبھی قبر کا طواف کرے...
.... اولاد صاحب قبر سے مانگے...... شفا کے لئے غیر اللہ کو پکارے....
انبیاء و اولیاء میں خدائی صفات مانے...... انہیں عالم الغیب......
حاضر و ناظر...... مشکل کشا...... حاجت روا سمجھے...... غیر اللہ کو نفع و
نقصان کا مالک گردانے...... یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْنَا حَالَنَا اور یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اِسْمَعْ قَالَنَا کے وظیفے پڑھے...... اور پھر اس کا دعویٰ ہو کہ چونکہ میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ
پڑھتا ہوں اس لئے مجھے مؤمن و مسلمان سمجھا جائے.... تو اس کا یہ دعوٰے محض نِجر
جھوٹ اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ اس کے عقائد اور افعال اور عملی زندگی کلمۂ اسلام
کے خلاف ہے. کلمۂ اسلام اس وقت مفید ہوگا. جب اس کے لوازمات، اور
مطالبات پر انسان پورا اترے... اور کلمہ میں کئے گئے عہد کو پورا کرے.... اور
یہ اس وقت ہوگا جب وہ کلمہ کے مفہوم و مطالب اور اس کے معنیٰ سے واقف اور
باخبر ہوگا..... اُسے معلوم ہو کہ الٰہ کا مفہوم کیا ہے.... اور الٰہ کسے کہتے ہیں.

آج میں نے آسان اور عام فہم انداز میں یہ کوشش کرنی ہے کہ آپ کو کلمۂ اسلام کا صحیح مفہوم اور خاص کر کے اِلٰــہ کا معنیٰ اور مطلب سمجھا دوں.

ایک اور بات بھی ذہن نشین فرمالیجئے کہ مشرکین مکہ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین جو اختلاف اور جھگڑا تھا... وہ اللہ کی ذات میں نہیں تھا. بلکہ اختلاف اور جھگڑا اِلٰــہ میں تھا...... تیرہ سالہ مکہ مکرمہ کے دور میں مشرکین مکہ اور آنحضرتؐ کے مابین شدید ترین لڑائی اور مخالفت رہی...... پھر دس سالہ مدنی

دور میں بھی مشرکینِ مکہ سے جنگیں ہوتی ہیں۔ ۔ ۔ کبھی بدر، کبھی اُحد، کبھی خندق،
مسلمانوں نے خون کے
نذرانے دیئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ موت کو مسکرا کے گلے لگایا۔ ۔ ۔ ۔ زخموں سے پیار کیا۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ وطن سے بے وطن ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خاک و خون میں تڑپائے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
انگاروں پر لٹائے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سُولیوں پر چڑھائے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تلواروں سے چیرے
گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیروں سے چھلنی کئے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے بچوں کو نیزوں کی انیوں میں پرویا
گیا۔ ۔ ۔ کھولتے ہوئے پانی میں بھون دیا گیا۔ ۔ ۔ ۔ عورتوں کے منہ پر طمانچے
مارے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سفر کرتے کرتے ان کے پاؤں سُوج گئے۔ ۔ ۔ کبھی کانٹوں سے
زخمی ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خود رحمتِ کائنات امام الانبیا رسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
کے گلے میں رسّی ڈالی گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پتھروں
کی بارش کر کے لہولہان کر دیا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سرِ مبارک پر گندگی پھینکی گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بیٹی کو نیزے مارے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذہنی اذیت
دی گئی۔ ۔ ۔ ۔ بُہتان باندھے گئے۔ ۔ ۔ ۔ فتوے لگے۔ ۔ ۔ ۔ نام بگاڑا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کبھی شاعر۔ ۔ ۔ ۔ کبھی ساحر۔ ۔ ۔ ۔ اور کبھی مجنون کہا گیا۔ ۔ ۔ ۔ یہ سب کچھ کیوں
ہوا۔ ۔ ۔ یہ مخالفت اور دشمنی کس مسئلے کی بنا پر تھی۔ ۔ ۔ ۔ اس جھگڑے کی وجہ
کیا تھی۔ ۔ ۔ ۔ کیا رحمتِ کائناتؐ مشرکینِ مکہ سے اللہ کی ذات منوانا چاہتے تھے
کیا مشرکینِ مکہ اللہ کے انکاری تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا وُہ خُدا کو نہیں مانتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ہرگز نہیں، کان کھول کر غور سے سن لیجئے کہ مشرکینِ مکہ کے ساتھ آنحضرتؐ کا
اختلاف اللہ کی ذات کے منوانے میں نہیں تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اللہ کے قائل تھے
اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خانہ کعبہ جس کے وہ متولی تھے اور خادم تھے اُسے
بیتُ اللہ یعنی اللہ کا گھر کہتے تھے، اگر وُہ اللہ کو نہ مانتے ہوتے تو بیتُ اللہ کہنے کا

کیا مطلب ؟

آپ یقیناً جانتے ہونگے کہ ہمارے پیارے رسولِ اکرمؐ کے والدِ محترم کا اسم گرامی عبداللہ تھا اور یہ نام دورِ جاہلیت میں رکھا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ صرف اللہ کے قائل ہی نہیں تھے بلکہ بچوں کا نام عبداللہ رکھتے اور اللہ کیطرف نسبت کرتے تھے...

مشرکینِ مکہ صرف اللہ کے اقراری ہی نہیں تھے بلکہ مصائب و مشکلات میں اللہ کو پکارتے بھی تھے.... قرآن مجید نے ان کی ایک دعا کا تذکرہ کیا ہے جب وہ جنگِ بدر کے لئے مکہ سے رُوانہ ہوئے تو دُعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۔

اے اللہ! اگر تیرا وہ نبی سچا ہے جس کے مقابلے میں ہم جنگ کرنے جا رہے ہیں تو ہم پر پتھروں کی بارش برسادے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکینِ مکہ صرف اللہ کے اقراری ہی نہیں تھے بلکہ اُسے پکارتے بھی تھے۔

اسی طرح قرآنِ مقدس نے ان کی ایک اور دعا اور پکار کا تذکرہ کیا ہے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔

کہ پس جب مشرکینِ مکہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں اور کوئی ناگہانی آفت آن پہنچتی ہے تو دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ ۔ اس وقت خالص اللہ کو پکارتے ہیں..... اس وقت نہ حضرت ابراہیم یاد آتے ہیں نہ حضرت اسمٰعیل..... نہ لات نہ منات نہ عزیٰ نہ ہُبل...... نہ کوئی پیر نہ فقیر...... نہ کسی کا واسطہ نہ وسیلہ...... بلکہ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ ۔ خالص اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں فَلَمَّا نَجّٰهُمْ

إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ اور جب ان کی خالص پکار سن کر ہم ان کو بحفاظت خشکی تک پہنچاتے ہیں تو کنارے پر شرکیہ افعال کے مرتکب ہوتے ہیں...... کسی نے کہا حضرت ابراہیمؑ نے کندھا دیا تھا کہ کشتی کنارے آن لگی. کسی نے کہا جی یہ سب ہمارے بزرگوں کی نظر کرم کا نتیجہ ہے.... بغرضیکہ ہر مشرک نے اپنے اپنے معبود اور مشکل کشا کے سر سہرا باندھا...... لیکن اس آیت سے اتنی بات تو ثابت ہو گئی کہ مشرکین بھی اللہ کے قائل بھی تھے اور جب سمندروں کی لہروں میں ان کی کشتیاں گھر جاتی تھیں تو اس وقت وہ خالص اللہ تعالے کو پکارتے تھے.

(لیکن ذرا آج کے مسلمان اور عاشق رسول کہلانے والے کا نظریہ اور عقیدہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ عین مصیبت میں بھی خداوند قدوس کو چھوڑ کر اولیاء اور انبیاء اور بزرگان دین کو پکارتا ہے اور نعرہ لگاتا ہے... یا داتا الحق.... پیرا دستگیر...... اور کبھی پکارتا ہے... یا معین الدین چشتی...... لگا دے پار کشتی...... اور کبھی یہ شعر پڑھتا ہے

امداد کن امداد کن از بحر غم آزاد کن ...... در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

یہ فیصلہ اب آپ ہی فرمائیں کہ جو شخص عین مصیبت کے وقت خالص اللہ کو پکارتا ہے اور جب اسے نجات مل جاتی ہے تو اوروں کو اللہ کا شریک بناتا ہے وہ تو پکا اور لاشک مشرک ہے........ لیکن جو شخص عین مصیبت میں بھی اللہ کو چھوڑ کر انبیاء اور اولیاء کو پکارتا ہے... یہ مسلمان بھی ہے اور عاشق رسول بھی ہے .. یہ کہاں کا انصاف ہے اور یہ کونسا عدل ہے....... اگر قیامت کے دن ابوجہل نے استغاثہ کر دیا کہ یا اللہ میں عین مصیبت میں صرف اور صرف تجھے پکارتا تھا. نجات پانے کے بعد شرک کرتا تھا میرے لئے آج جنت کے دروازے بند.

۔۔۔۔۔ تیری رحمت سے میں دور ہوں۔۔۔۔۔ اور جو عین مصیبت میں بھی تجھے نہیں پکارتا تھا بلکہ اولیاء اللہ وانبیاءؑ کو پکارتا تھا آج اس کے لئے تیری جنت کے دروازے کھلے ہیں۔۔۔۔۔ یا اللہ یہی تیرا انصاف ہے۔۔۔۔۔ تو آپ ہی انصاف سے بتلائیں خداوند قدوس کا فیصلہ کیا ہوگا۔۔۔۔۔۔

ہاں میں تو عرض کر رہا تھا کہ مشرکین مکہ اللہ رب العزت کے قائل بھی تھے، اُسے پکارتے بھی تھے، بلکہ اس کی صفات کے بھی قائل تھے، وہ خالق۔۔۔۔۔ مالک۔۔۔۔۔ رازق۔۔۔۔۔ محی۔۔۔۔۔ ممیت۔۔۔۔۔ مدبر۔۔۔۔۔ بارش برسانے والا۔۔۔۔۔ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ ہی کو سمجھتے تھے۔

قرآن مقدس کی متعدد آیات اس پر گواہ ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○

اے میرے رسولِ انورؐ ان سے پوچھ تمہیں زمین و آسمان سے روزی کون دیتا ہے۔۔۔۔۔ تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے۔۔۔۔۔ کون ہے جو مردوں سے زندوں کو نکالتا ہے اور کون ہے جو زندوں سے مردوں کو نکالتا ہے۔ اور کون ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔۔۔۔۔

فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ تو یہ جواب دیں گے یہ سب کام کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔

یہ سورت یونس میں مشرکین مکہ کا عقیدہ بیان ہوا۔ جن کے شرک میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ سب لوگ ان کے مشرک ہونے پر متفق ہیں۔۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہماری روزی کا سامان مہیا کرنے والا اور روزی رساں صرف

اور صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ذرا آج کے مسلمان کہلانے والے کا عقیدہ بھی دیکھئے۔

یہ کہتا ہے ؎

جہاں سے رزق بندوں میں خدا تقسیم کرتا ہے ہو وہاں مجھ کو نظر آئی کلائی اپنے خواجہ کی

مکہ کا مشرک کہتا ہے مجھے روزی میرا اللہ دیتا ہے۔ اور آج کا نام نہاد مسلمان کہتا ہے کہ مجھے روزی میرا پیر اور خواجہ دیتا ہے۔

سورت یونس میں مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ بیان ہوا کہ وہ کاربِ عالم کا مدبر صرف اور صرف اللہ کو مانتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ کہتے تھے اس کائنات میں جو نظام چل رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی پیدا ہو رہا ہے اور کوئی مر رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی صحت مند ہے اور کوئی بیمار۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی خوشحال ہے کوئی بدحال۔ ۔ ۔ ۔ کوئی خوبصورت ہے اور کوئی بدصورت۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی کے ہاں لڑکے ہی لڑکے اور کسی کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی بارش کبھی قحط سالی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی گرمیاں اور کبھی سردیاں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی بہار اور کبھی خزاں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی یخ بستہ ٹھنڈی ہوائیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کبھی جلانے والی لُو۔ ۔ ۔ ۔ کبھی دن اور پھر رات۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سورج کی آتشیں کرنیں اور چاند کی ضیا پاشیاں۔ ۔ ۔ ۔ ستاروں کی جگمگاہٹ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سمندر دریا۔ ۔ ۔ ۔ یہ سر بفلک پہاڑ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ پوری کائنات کا نظام جو چل رہا ہے یہ چلانے والا کون ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کاربِ عالم کا مدبر کون ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کاربِ عالم کا مدبر صرف اور صرف اللہ کی ذاتِ گرامی ہے۔

لیکن ذرا آج کے مسلمان اور عاشقِ رسول کہلانے والے کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ۔ ۔ اور یہ عقیدہ کسی عام شخص کا نہیں بلکہ بریلوی مذہب کے بانی اور موجد مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب حدائق بخشش حصہ اول

صـ۲ میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے ایک شعر بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں ؎
ذی تصرف بھی ہے مختار بھی ماذون بھی ہے ٭ کارِ عالم کا مدبّر بھی ہے عبدالقادر،
جو شخص کارِ عالم کا مدبّر اللہ ہی کو مانتا تھا وُہ تو مشرک بھی ہے اور کافر بھی۔۔۔۔۔۔
لیکن جو شخص کارِ عالم کا مدبّر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو مانتا ہو وہ مسلمان بھی ہے اور عاشقِ رسُول بھی؟۔۔۔۔۔۔۔ ذرا اپنے ضمیر سے فیصلہ فرمایئے۔۔۔۔آپ کا ضمیر کیا کہتا ہے۔

سامعینِ گرامی قدر۔۔۔۔۔۔ بات دُور نکل گئی میں عرض کر رہا تھا کہ مشرکینِ مکہ اور آنحضرتؐ کے مابین اختلاف اور جھگڑا اللہ کی ذات اور صفات میں نہیں تھا بلکہ اختلاف اِلٰہ میں تھا۔۔۔آنحضرتؐ کا مُوقف یہ تھا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی اِلٰہ نہیں ہے۔ اور مشرکینِ مکہ اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء کو بھی الٰہ مانتے تھے۔۔۔۔۔۔

چونکہ وہ عربی دان تھے۔ اس لئے جب امام الانبیاءؐ نے قُوْلُوْا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اعلان فرمایا۔ اس اعلان میں آپ نے مشرکین کے کسی معبود کا نام نہیں لیا تھا۔۔۔۔ لیکن تمام اہلِ مکہ آپ کے جانی دشمن بن گئے۔۔۔۔۔۔ کیونکہ وُہ سمجھتے تھے کہ اس کلمہ کے اقرار کا مطلب اور نتیجہ ہمارے مشکل کشاؤں کے خلاف اعلانِ جہاد ہے۔۔۔۔۔۔ وہ اِلٰہ کا معنیٰ جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کلمہ کا اقرار ہماری نذر و نیاز، اور نذرانوں اور ہمارے عقائد پر کاری ضرب ہے۔

لیکن آج کا کلمہ گو چونکہ الٰہ کے مفہوم سے آگاہ نہیں ہے۔ اس لئے وُہ کلمہ بھی پڑھتا ہے اور شرک کا مرتکب بھی ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اس لئے ضروری ہے کہ کلمہ طیبہ کا ایسا عام فہم اور آسان۔۔۔۔ انتہائی سادہ انداز میں مفہوم اور معنیٰ اور مطلب بیان کیا جائے کہ ہر مسلمان اس کا مفہوم سمجھ جائے اور صحیح

معنوں میں کلمہ طیبہ پر عمل پیرا ہو سکے۔

اب ذرا دماغ اور ذہن کچھ دیر کے لئے میرے حوالے کر دیجئے۔ تاکہ میں آیۃ الکرسی کے دعویٰ (جو کلمہ توحید ہے) کا معنیٰ اور مفہوم بیان کر سکوں .... اور قرآن و سنت کے دلائل سے کلمے کا صحیح مفہوم آپ کے دل و دماغ میں اتار سکوں۔

سامعین گرامی قدر.... عموماً لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کا معنیٰ کیا جاتا ہے نہیں کوئی معبود مگر اللہ........ گویا کہ ہم نے اِلٰـہ کا معنیٰ "معبود" کیا۔ .... لیکن کیا معبود، اردو یا پنجابی کا لفظ ہے۔ جسے آسانی کے ساتھ آپ سمجھ سکتے ہیں... ہرگز نہیں بلکہ اِلٰـہ بھی عربی کا لفظ ہے اور معبود بھی عربی ہی کا لفظ ہے۔ اور ہم میں سے اکثریت عربی سے ناواقف..... عربی گرائمر سے بے خبر.... ہمیں کیا معلوم معبود کیا ہوتا ہے...... ہاں ایک اور معنیٰ اس سے ذرا آسان کیا جاتا ہے کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ .... لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کا لفظ بھی عربی ہے۔ اور ہم میں سے اکثریت عربی زبان اور عربی گرائمر سے ناواقف اور بے خبر ہے۔ اس لئے انہیں تو الٰـہ کے صحیح معنیٰ اور مفہوم کا علم نہ ہو سکا۔ اس لئے ضروری ہے کہ الٰـہ کا معنیٰ اور مفہوم اپنی زبان میں ہو۔ اور اتنا عام فہم اور سہل ہو کہ جاہل سے جاہل انسان کو سمجھنے میں دقت نہ ہو...... الٰـہ کا ایسا مطلب بیان کیا جائے کہ شہری بھی سمجھ سکے اور دیہاتی بھی..... عالم بھی سمجھ جائے اور جاہل بھی..... تو آیئے اِلٰـہ کا معنیٰ اور تفسیر..... ترجمہ اور تشریح اپنی زبان میں کرتے ہیں..

الٰـہ کا صحیح مفہوم

سامعین گرامی..... اتنی بات تو ہر مسلمان کو تسلیم ہے کہ اِلٰـہ کا معنیٰ ہے

"معبود" اور معبود وہ ہوتا ہے جس کی عبادت کی جائے..... تو اب سب سے پہلے عبادت کی تفسیر اور عبادت کی تعریف کا سمجھنا ضروری ہے..

.....جب عبادت کی تعریف واضح ہو جائے گی..... تو الٰہ کا مفہوم بھی واضح ہو جائے گا.... جب پتہ چل گیا کہ عبادت کسے کہتے ہیں تو الٰہ کا مفہوم بھی سمجھ آجائے گا.. اس لئے کہ الٰہ ہوتا ہی وہی ہے جس کی عبادت کی جائے. جب عبادت کا مفہوم اور عبادت کی تفسیر اور عبادت کی تعریف واضح ہوگئی تو الٰہ کا مفہوم بھی واضح ہو جائے گا. اس لئے کہ الٰہ ہوتا ہی وہی ہے جس کی عبادت کی جائے....

یاد رکھئے..... عبادت ایک کُلی ہے جس کے نیچے جزئیات ہیں. یا یوں کہیئے کہ عبادت کے کئی افراد اور عبادت کی کئی اقسام ہیں..... نماز اور روزہ... ...... حج اور زکوٰۃ..... قربانی اور نذر و نیاز..... طواف..... سجدہ اور رکوع ... صفا اور مروہ کے درمیان سعی.... حجرِ اسود کا چومنا.... احرام کا باندھنا. ... دُعا اور پکار..... یہ سب افعال اور اعمال عبادت کے افراد اور اقسام ہیں.. ... اب عبادت کی ایسی جامع مانع تعریف ہونی چاہیے جو اپنے تمام افراد پر محیط ہو.. ..عبادت کی ایسی تفسیر اور ایسا مفہوم بیان ہونا چاہیے جو اپنی تمام اقسام پر صادق آئے..

عام طور پر علماء عبادت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عبادت انتہائی خشوع و خضوع..... نہایت تذلل..... بے حد عاجزی و انکساری کا نام ہے. لیکن عبادت کی یہ تعریف کامل و مکمل اور جامع و مانع نہیں ہے..... عبادت کی یہ تعریف اپنے تمام اقسام کو محیط نہیں ہے..... اس لئے کہ جس قسم کی انکساری اور جس قدر خشوع و خضوع سجدہ و رکوع میں پایا جاتا ہے..... اس قسم کا خشوع و خضوع اور اس قدر عاجزی و انکساری روزہ..... نذر و نیاز..... سعی بین الصفا و المروہ.. اور قربانی میں نہیں پائی جاتی.

عبادت کسے کہتے ہیں

اس لئے عبادت کی ایسی جامع مانع اور خوبصورت تعریف ہونی چاہیے جو اپنی تمام اقسام پر محیط ہو...... آیئے میں آپ کے سامنے عبادت کی وہ لاجواب اور مکمل و کامل تعریف بیان کرتا ہوں جو اپنے تمام افراد پر محیط ہوگی.... یہ تعریف علامہ ابن قیم نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مدارج السالکین میں تحریر فرمائی ہے.

انہوں نے عبادت کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی ہے.

اَلْعِبَادَۃُ عِبَادَۃٌ عَنِ الْاِعْتِقَادِ وَالشُّعُوْرِ بِاَنَّ لِلْمَعْبُوْدِ سَلْطَۃٌ غَیْبِیَّۃٌ فَوْقَ الْاَسْبَابِ یَقْدِرُ بِھَا عَلَی النَّفْعِ وَالضَّرَرِ فَکُلُّ دُعَاءٍ وَثَنَاءٍ وَتَعْظِیْمٍ یَنْشَاُ بِھٰذَا الْاِعْتِقَادِ فَھِیَ عِبَادَۃٌ.

سامعین گرامی قدر...... میں آپ کی سہولت کے لئے عبادت کی تعریف کا مختصر مفہوم عرض کر دوں گا.....

عبادت ہر اس تعظیم اور ہر اس کام کو کہتے ہیں جو دو عقیدوں کے ساتھ کیا جائے..... ایک عقیدہ یہ کہ میں جو عمل اور جو کام کر رہا ہوں اور جس کے لئے کر رہا ہوں.. وہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہے..... وہ غیب سے مجھے دیکھ رہا ہے..... میں اس سے چھپ نہیں سکتا..... وہ مجھے دیکھتا ہے لیکن میں اُسے نہیں دیکھ رہا..... اور دوسرا عقیدہ یہ کہ جس کے لئے یہ کام کر رہا ہوں. وہ مختار کل ہے..... مالک و مختار ہے..... نفع و نقصان اس کے ہاتھ میں ہے..... وُہ راضی ہوگیا تو نفع پہنچا سکتا ہے... برکت عطا کر سکتا ہے. اور اگر ناراض ہوگیا تو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے.

ان دو عقیدوں کے ساتھ کوئی تعظیم اللہ کے لئے کرے گا تو وہ تعظیم عبادت بن

جائے گی۔ اور اگر ان دو عقیدوں کے ساتھ کوئی تعظیم کسی نبی ولی کے لئے کرے گا۔
تو وہ تعظیم اُس نبی ولی کی عبادت بن جائے گی اور کلمۂ اسلام کا انکار لازم آئے گا۔
.... کیونکہ کلمۂ اسلام میں اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ تیرے سوا عبادت کے لائق کوئی
نہیں ہے۔

یاد رکھئے .... ان دو عقیدوں نے ہاتھ باندھنے کو عبادت بنا دیا .....
.... ان ہی دو عقیدوں نے نماز میں قیام کو عبادت بنا دیا .... ان دو عقیدوں
نے رکوع اور سجدے کو عبادت بنا دیا ... ان ہی دو عقیدوں نے التحیات میں دو
زانو بیٹھنے کو عبادت بنا دیا .... ان دو عقیدوں نے ثناء کرنے .... پکارنے
کو عبادت بنا دیا .... ان دو عقیدوں نے قربانی کرنے .... مال خرچ کرنے کو
عبادت بنا دیا .... ان دو عقیدوں نے بیت اللہ کے طواف اور حجر اسود کے
چومنے کو عبادت بنا دیا .... ان ہی دو عقیدوں نے روزہ رکھنے کو عبادت بنا دیا
.... ان دو عقیدوں نے سعی بین الصفا والمروۃ کو عبادت بنا دیا .... ان دو
عقیدوں نے نذر و نیاز اور منت کو عبادت بنا دیا .... ہاں ہاں ان دو عقیدوں
کو ذہن میں رکھ کر یہ افعال اللہ کے لئے کرے گا تو یہ افعال اللہ کی عبادت بن جائیں
گے .... اور اگر ان دو عقیدوں کے ساتھ یہ کام کسی نبی اور ولی کے لئے کرے گا تو وہ
کام اس نبی اور ولی کی عبادت بن جائے گا۔ اور کلمۂ اسلام کا انکار ہو جائے گا۔

ان دو عقیدوں کے ساتھ کہ فلاں پیغمبر اور فلاں پیر .... فلاں نبی اور فلاں
ولی .... اور فلاں بزرگ اور فلاں صاحب مزار غائبانہ میرے حالات سے واقف اور
باخبر ہے اور اُن کو میرے حالات سے آگاہی اور علم ہے .... وہ عالم الغیب اور حاضر
وناظر ہے وہ ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے .... اور اُن کو اللہ تعالٰی نے اختیارات دے
رکھے ہیں، وہ نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں .... راضی ہونگے تو برکت دینگے ...

.... ناراض ہوگئے تو نقصان پہنچا سکتے ہیں.... گیارہویں نہ دی تو بھینسوں کے تھن سوکھ جائیں گے..... بزرگ ناراض ہو گئے تو جانوروں کے تھنوں سے دُودھ کی بجائے خون آجائے گا۔

ان دوؔ عقیدوں کے ساتھ کسی قبر پہ دوزانو بیٹھے گا تو یہ دوزانو بیٹھنا صاحب قبر کی عبادت بن جائے گی۔ ان دوؔ عقیدوں کو ذہن میں رکھ کر کسی قبر کا طواف کرے گا تو یہ طواف صاحب قبر کی عبادت بن جائے گا۔ ان دو عقیدوں کے ساتھ کسی نبی،..... ولی کے لئے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا تو یہ قیام اس نبی،... ولی کی عبادت بن جائے گا..... ان دو عقیدوں کے ساتھ کسی غیر اللہ کو پکارے گا تو یہ پکار اس غیر اللہ کی عبادت بن جائے گی..... ان دو عقیدوں کے ساتھ کسی بزرگ کے نام کی نذر و نیاز دے گا..... پیران پیرؒ کی گیارہویں دے گا... .... یا جعفر صادقؓ کے نام کے کونڈے بھرے گا...... یا حضرت حسینؓ کے نام کی سبیل لگائے گا تو یہ نذر و نیاز اس بزرگ کی عبادت بن جائیگی،......

ذرا غور فرمائیے ! ایک مصیبت زدہ شخص "یا اللہ مدد" کہتا ہے اس کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ جس ذات سے مدد مانگ رہا ہوں وہ غائبانہ میری پکار اور میری آواز کو سُن رہا ہے۔ اور مدد کرنے پر بھی قادر بھی ہے۔ اس عقیدے نے ان الفاظ کے کہنے کو عبادت بنا دیا۔ اس طرح یا اللہ مدد کہنا اللہ ربُّ العزت کی عبادت بن گیا...

ایک اور شخص ہے جو "یا علی مدد" "یا پیر مدد" "یا رسُول اللہ مدد" کہتا ہے... عقیدہ اس شخص کا بھی یہی ہے کہ حضرت علیؓ..... اور میرا پیر اور رسول اللہ ﷺ غائبانہ میری پکار کو سُن رہے ہیں۔ اور میری مدد کرنے پر قادر بھی ہیں۔ تو اس عقیدے نے ان الفاظ کے کہنے کو حضرت علیؓ.... پیر اور رسُول اللہ ﷺ کی عبادت

بنا دیا۔ اسی طرح ایک شخص زکوٰۃ دیتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صدقہ دیتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ اس عقیدہ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے
حالات سے واقف ہے اور میرے مال خرچ کرنے کو دیکھ رہا ہے اور نفع و
نقصان پہنچانے پر قادر بھی ہے۔ اس عقیدے نے مال خرچ کرنے کو اللہ کی عبادت
بنا دیا۔

ایک دوسرا شخص ہے جو غیر اللہ کے نام کی نیاز دیتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پیران پیر
کے نام کی گیارہویں دیتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت جعفر صادق کے نام کے کونڈے
بھرتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت حسینؓ کے نام کی سبیل لگاتا ہے عقیدہ اس شخص کا بھی
یہی ہے کہ پیران پیرؒ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت جعفر صادقؒ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور حضرت حسینؓ
میرے حالات سے واقف ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کو میرے مال خرچ کرنے کا علم ہے
۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ نفع و نقصان پہنچانے پر قادر بھی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ان کی نیاز دُونگا
تو خوش ہونگے مال میں برکت ہوگی۔ اور اگر گیارہویں نہ دی تو نقصان ہو جائے گا
۔ ۔ ۔ ۔ جانوروں کے تھن سوکھ جائیں گے۔ ۔ ۔ اس عقیدے سے غیر اللہ کے نام
پر جو چیز بھی دے گا۔ وہ غیر اللہ کی عبادت بن جائیگی۔ ۔ ۔

اسی طرح ایک شخص ہے وُہ جمعۃ المبارک کی نماز کے لئے مسجد میں آیا ہے۔
اُس نے ہاتھ باندھے ہیں اللہ کے دربار میں کھڑا ہے اس عقیدے کے ساتھ کہ جس
ذات کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور مَیں اُس کو نہیں
دیکھ سکتا وہ حاضر و ناظر ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس عقیدے نے ہاتھ باندھنے کو قیام کو
اللہ کی عبادت بنا دیا۔

ایک دوسرا شخص ہے اس نے جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد یا کانفرنس
اور جلسہ کے ختم ہونے پر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھے ہیں۔ آنحضرتؐ پر سلام پڑھنا

چاہتا ہے۔ عقیدہ اس کا بھی یہی ہے۔ کہ آنحضرت حاضر ناظر ہیں۔۔۔۔۔۔
وہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن میں ان کو نہیں دیکھ رہا۔ تو اس عقیدے نے قیام اور ہاتھ
باندھنے کو رسول اللہ کی عبادت بنا دیا اور کلمۂ اسلام کا انکار ہو گیا۔ کیونکہ کلمہ میں
اقرار کیا تھا کہ میں اللہ کے سوا کسی کی بھی عبادت نہیں کروں گا۔

اِلٰہ کے لئے دو صفتوں کا ہونا ضروری ہے

سامعین مکرم۔۔۔۔۔۔ ان مثالوں سے یہ حقیقت
واضح ہو گئی کہ دو صفات۔ ایک عالم الغیب ہونا۔ اور دوسرا مختار کل ہونا،
صرف اور صرف اِلٰہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ ذات ہے فقط خداوند قدوس
کی۔۔۔۔۔۔ چونکہ اُس کے سوا کوئی نبی۔۔۔۔ ولی۔۔۔ پیر۔۔۔ فقیر عالمُ
الغیب اور مختار کل نہیں ہے اس لئے وہ اِلٰہ بھی نہیں۔ یہ دونوں صفات
صرف اور صرف اللہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے کائنات میں صرف وہی
اللہ ہے۔

ہاں خوب غور سے سُن لو۔۔۔۔۔۔ جو شخص اللہ کے سوا کسی نبی اور ولی کو
عالم الغیب سمجھتا ہے اور مختار کل جانتا ہے تو وہ اس نبی اور ولی کو الٰہ بنا رہا
ہے۔۔۔ کیونکہ یہ دونوں صفات الٰہ کے ساتھ خاص ہیں اور جس میں یہ
دونوں صفات پائی جائیں وہ الٰہ بن جاتا ہے۔۔

قرآن مقدس میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ایک دو مثالیں
بطورِ نمونہ آپ بھی سماعت فرمائیں۔۔۔۔۔۔ سورت قصص میں ارشادِ
خداوندی ہوا۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ
تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ٥

اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور مختار ہے. مخلوق کے ہاتھ میں کسی قسم کا کچھ اختیار نہیں ہے...... یعنی اپنی مرضی اور پسند سے مخلوق کو پیدا کرنے والا خداوند قدوس ہے. جس طرح چاہتا ہے صورتیں بناتا ہے... کسی کو خوبصورت..... کوئی بدصورت..... کسی کو کالا.... کوئی گورا... کسی کو بینا اور کوئی نابینا.... کسی کو عقلمند اور کوئی پاگل.... کسی کو صحیح الاعضاء اور کوئی ناقص الاعضاء.... جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے. تمام اختیارات اس کو حاصل ہیں... اور جن کو تم پکارتے ہو اور نفع و نقصان کا مالک جانتے ہو، ان کو کسی قسم کا کوئی اختیار حاصل نہیں..... یہ ایک صفت کا ذکر ہوا، یعنی مختار کل ہونا........ آگے دوسری صفت کا تذکرہ کیا وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ ... اور تیرا پروردگار جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سینے میں چھپا ہوا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں.... یعنی عالم الغیب بھی صرف اور صرف تیرے رب کی ذات ہے...... ان دو صفات کا تذکرہ کرنے کے بعد خداوند عالم نے نتیجہ نکالا. فرمایا وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ..... ان صفات کا حامل وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے...... مطلب یہ ہے کہ عالم الغیب ہونا اور مختار کل ہونا یہ دونوں صفات اللہ میں پائی جاتی ہیں...

خداوند قدوس نے سورہ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝

اُسی اللہ کے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور اُسی اللہ کا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور اُسی اللہ کے لئے جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور اُسی کا ہے جو کچھ زمین کے نیچے ہے....... آسمان اور آسمان کے اندر جو کچھ ہے سب کا مالک

ومختار اللہ ہے... آسمانوں میں۔ لوح وقلم ہے..... جنت وجہنم ہے.... سدرۃ المنتہیٰ ہے... فرشتے ہیں.... انبیاء کی ارواح ہیں۔ ان سب کا مالک ومختار اللہ ہے.... پھر زمین بھی اسی کی ہے.... یہ زمین پھر اس پہ سر بفلک پہاڑ کی میخیں.... یہ زمین اور اس کو چیرتے ہوئے دریا اور سمندر.... پھر سمندروں میں تیرتی مچھلیاں.... دریاؤں میں ہیرے اور موتی.... لولوٗ مرجان.... یہ زمین اور اس پر اُگنے والی فصلیں اور باغات.... باغات میں رنگ برنگ پھول.... پھولوں میں طرح طرح کی خوشبو.... یہ زمین اور اس پر چلتے ہوئے انسان.... اور انسانوں کے لئے بنائے گئے مکان .... یہ زمین اور اس زمین پہ گھنے گھنے جنگل.... اور جنگلات میں درندے اور چرندے.... غرضیکہ جو کچھ زمین میں ہے سب کا مالک ومختار صرف اور صرف اللہ ہے۔

آگے فرمایا وَمَا بَيْنَهُمَا زمین وآسمان کی ہر شئی کا مالک بھی میں ہوں اور جو کچھ زمین وآسمان کے درمیان ہے وہ بھی میرا ہے.... ہاں سُن لو... یہ سورج کا نظام میرے حکم کے تابع.... چاند کی ضیاپاشیاں میری فرمانبردار.... .... یہ جگمگ کرتے ستارے بھی میرے غلام.... یہ فضا میں اڑتے ہوئے خوبصورت پرندے میرے حکم کے تابع.... اور یہ اُڑتے ہوئے کالے رنگ کے بادل میرے قبضہ میں.... ان تمام چیزوں کا مالک بھی میں ہوں... پھر فرمایا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے.... پانی ہے.... انبیاء کرام کے اجساد ہیں، مرنے والوں کے جسم ہیں یہ سب میرے قبضۂ قدرت اور میرے اختیار میں ہیں.... یہ ایک صفت (مختار کل) کا تذکرہ کیا.... .... ساتھ ہی دوسری صفت کا بھی ذکر فرمایا وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ

السِّرَّ وَ اَخْفٰی ..... اے انسان اگر تو بلند آواز سے بات کرے تو تیرا رب پوشیدہ اور مخفی بات بھی جانتا ہے، وہ دلوں کے راز تک جانتا ہے ....

اللہ تعالٰے نے اپنی ان دو صفات کا تذکرہ کرنے کے بعد نتیجہ نکالا۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ کہ اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی الٰـہ نہیں ہے

خداوند قدوس نے سورت آل عمران کی ابتداء میں ارشاد فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۔ ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ۔

بے شک اللہ سے پوشیدہ اور مخفی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں ... ... یعنی اس کا علم وسیع ہے. کائنات کی کوئی چیز اس پر چھپی ہوئی نہیں ہے ...... یہ پہلی صفت علم غیب کا ذکر فرمایا..... پھر فرمایا میرا علم بھی وسیع ہے۔ اور قدرت بھی وسیع ہے. مادہ کے رحم میں مَیں ہی ہوں جو اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق تصویریں بناتا ہوں...... جب یہ دونوں صفات میری ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ میرے سوا اس کائنات میں کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔

سامعین گرامی قدر..... اس تمام بحث اور میری تقریر کا خلاصہ اور لبِّ لباب یہ نکلا کہ الٰـہ وہ ہوتا ہے جس کی عبادت کی جائے..... اور جس کی عبادت کی جائے اس میں دو صفات کا ہونا ضروری ہے.. ایک یہ کہ وہ عالم الغیب ہو.. اور دوسرے یہ کہ مختار کل اور متصرف فی الامور ہو.. .... چونکہ یہ دو صفات اللہ ربُّ العزت کے علاوہ مخلوقات میں سے کسی کے اندر نہیں پائی جاتیں..... اس لئے اللہ تعالٰے کے سوا کوئی الٰـہ نہیں ہے.. ... اگر کوئی شخص یہ دو صفات اللہ تعالٰے کے سوا کسی نبی... ولی.....

.... زندہ یا مُردہ میں سمجھے گا تو اُس نے اس نبی اور ولی کو الٰہ بنالیا۔ اور کلمۂ اسلام کا انکار لازم آیا۔ اس لئے کہ کلمۂ اسلام میں اللہ سے عہد کیا تھا کہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

آٹھویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔

سامعین گرامی قدر! ...... عبادت کی آسان تشریح اور تفسیر آپ نے گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں سماعت فرمائی۔ جس کا خلاصہ اور لبِ لباب یہ تھا کہ دو صفات صرف اور صرف معبود میں پائی جاتی ہیں۔ ایک عالم الغیب ہونا ۔ اور دوسری مختار کل ہونا۔ جب یہ دو عقیدے ذہن میں رکھ کر کوئی فعل اور عمل کیا جائے گا تو وہ فعل اور عمل عبادت بن جائے گا...... یہ دو صفتیں اگر اللہ کے سوا کسی اور میں مانی گئیں تو یہ اس کی عبادت ہو جائے گی۔ اور کلمے کا انکار لازم آئے گا۔ اس لئے کہ کلمہ میں اقرار کیا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

عبادت کی تین قسمیں

حضرات گرامی! آج کے خطبہ میں آپ کے سامنے عبادت کی اقسام کے بارے کچھ عرض کرونگا۔ عبادات کی تین قسمیں ہیں

قولی عبادت.......... بدنی عبادت.............. مالی عبادت

یہ تینوں عبادتیں صرف اور صرف خداوند قدوس کے لئے ہونگی.... قولی عبادت بھی اللہ کے لئے...... بدنی عبادت بھی اللہ کے لئے..... اور مالی عبادت بھی اللہ کے لئے ہوگی۔

شبِ معراج میں جب آنحضرتؐ سے خداوندِ عالم نے پوچھا تھا کہ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور جو تحفہ پیش کیا تھا وہ ہم ہر نماز میں التحیات کے اندر پڑھتے ہیں۔۔۔۔۔ رحمتِ کائناتؐ نے عرض کیا تھا:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ کہ اے میرے پالنہار مولا۔۔۔۔۔۔ میری اور میری امت کی قولی عبادت صرف اور صرف تیرے لئے ہوگی۔۔۔۔۔۔۔ وَالصَّلَوٰتُ ـــــــ میری اور میری امت کی بدنی عبادت بھی خالص تیرے لئے ہوگی۔۔۔۔۔۔۔۔ وَالطَّیِّبَاتُ میری اور میری امت کی مالی عبادت بھی صرف اور صرف تیرے لئے ہوگی۔

ہم قولی۔ بدنی اور مالی عبادت تیرے سوا کسی اور کی نہیں کریں گے

قرآن مجید میں ایک مقام پر خداوندِ قدوس نے اپنے پیارے پیغمبرؐ سے اعلان کروایا۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔۔ بے شک میری نماز (یعنی قولی عبادت اور بدنی عبادت اس لئے کہ نماز میں دونوں قسم کی عبادت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ ہاتھ باندھنا۔۔۔۔ رکوع کرنا۔ سجدہ کرنا۔ التحیات میں دو زانو بیٹھنا یہ سب بدنی عبادت ہے اور اللہ اکبر کہنا۔ ثنا پڑھنا، رکوع اور سجدہ تسبیح پڑھنا یہ قولی عبادت ہے۔)

اور میری قربانی (یعنی مالی عبادت اس لئے کہ قربانی مالی عبادت ہے)

اور میرا جینا اور میرا مرنا صرف اللہ کے لئے ہے جو کائنات کا پالنہار ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر فرمایا

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔

اے میرے محبوب رسول ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی........قرآن مقدس جیسی کتاب عطا فرمائی ۔ جان و مال کی قربانی دینے والی روحانی اولاد عطا کی . . . قیامت کے دن حوض کوثر کا ساقی بنایا ۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ پس آپ ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے ۔ نماز پڑھیں اپنے رب کے لئے (یعنی بدنی اور قولی عبادتیں اپنے رب ہی کے لئے کریں ۔

وَانْحَرْ اور قربانی بھی اپنے رب ہی کے لئے کریں ۔ (یعنی مالی عبادت بھی صرف اور صرف اللہ کے لئے کریں)

حضرات گرامی قدر......عبادت کی ان تین اقسام کی تشریح و تعبیر کا بیان کرنا بہت ضروری ہے تاکہ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے ۔

مالی عبادت

مالی عبادت ، وہ عبادت ہے جس کا تعلق انسان کے مال سے ہو ۔ جیسے زکوٰۃ ، عشر ، فطرانہ ، صدقات ، قربانی وغیرہ یا کوئی منت ماننا ، اور نذر و نیاز دینا ، یہ صرف اور صرف اللہ کا حق ہے ۔

مثلاً ایک شخص کہتا ہے اگر میرا مریض تندرست ہو گیا یا مجھے مقدمہ سے رہائی مل گئی یا مجھے ملازمت حاصل ہو گئی تو ایک سو روپیہ اللہ کے نام پر دوں گا ۔ یا مسجد تعمیر کراؤں گا ۔ یا کسی مدرسہ میں دو ننگا یا دیگ پکا کر غریبوں میں تقسیم کروں گا ۔ یہ منت ہو گئی ، نذر ہو گئی اور یہ اللہ کی عبادت بن گئی ۔ کیونکہ منت ماننے والے کا نظریہ و عقیدہ یہ ہے کہ جس ذات کے لئے منت اور نذر مان رہا ہوں وہ عالم الغیب ہے ۔ حاضر و ناظر ہے اور نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے ۔ ان عقائد نے

اس مُنّت   ماننے کو عبادت بنا دیا........

ایک اور شخص ہے جو کہتا ہے کہ اگر میرا مریض تندرست ہو گیا.... یا مجھے مقدمہ سے رہائی نصیب ہوئی تو داتا دربار پر دیگ اتاروں گا یا ان کی قبر پر چادر چڑھاؤں گا۔ تو یہ بھی حضرت علی ہجویریؒ کی منت اور نذر ہو گئی۔ اور یہ منت اور نذر ماننا عبادت تھی۔ اس طرح یہ حضرت علی ہجویری کی عبادت ہو گئی اور شرک لازم آ گیا۔ اور کلمہ کا انکار ہو گیا جس میں وعدہ اور اقرار کیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بھی عبادت نہیں کریں گے۔

آپ فقہ حنفی کی تمام کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں۔ وہاں آپ کو واضح اور صریح حکم ملے گا کہ اَلنَّذْرُ عِبَادَتٌ وَالْعِبَادَۃُ لِغَیْرِ اللّٰہِ کُفْرٌ صَرِیْحٌ وَّ شِرْکٌ قَبِیْحٌ ۔ نذر عبادت ہے (اللہ کی نذر مانے گا تو اللہ کی عبادت بن جائے گی۔ غیر اللہ کی نذر مانے گا تو وہ غیر اللہ کی عبادت بن جائے گی)۔۔ اور غیر اللہ کی عبادت واضح کفر اور صریح شرک ہے۔

قرآن پاک میں حضرت مریمؑ کی والدہ ماجدہ کی اس دعا کا ذکر ہے جب وہ امید سے ہوئیں تو انہوں نے اللہ کے حضور نذر مانی تھی۔ عرض کیا

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا ۔

سو لائیں نے نذر مانی تیرے لئے کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اسے تیرے لئے آزاد کر دوں گی۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ نذر صرف خداوند قدوس کے لئے ماننی چاہیئے۔ اسی طرح نیاز بھی صرف اللہ کا حق ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کی نیاز دینا حرام اور شرک ہے۔۔۔۔۔۔ کیونکہ نیاز دینے والے کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ جس بزرگ کی نیاز دے رہا ہوں، پیران پیرؒ گیارہویں دے رہا ہوں۔ حضرت

جعفر صادقؒ کے کونڈے بھر رہا ہوں۔ بی بی فاطمہ کی صحنک پکار رہا ہوں۔ حضرت حسینؓ کے نام کی سبیل لگا رہا ہوں۔ تو یہ بزرگ میرے حالات سے واقف اور باخبر ہیں۔ اگر نیاز دوں گا تو خوش ہوں گے۔ مال، اولاد، اور گھر میں برکت ہوگی، اور اگر نیاز نہ دوں گا تو ناراض ہوں گے۔ اور گھر میں، کان میں، تجارت میں نقصان ہوگا۔ اگر گیارہویں نہ دی تو بھینس کے تھن سوکھ جائیں گے، اور دودھ کی بجائے خون جاری ہو جائے گا۔ گھر میں بے برکتی ہو جائے گی، بزرگ ناراض ہو جائیں گے۔ وہ عالم الغیب ہیں میرے حالات سے واقف ہیں۔ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اور یہ عقیدہ واضح شرک ہے۔ اس لئے کہ یہ صفات اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ جب اللہ کے سوا کسی اور میں تسلیم کی گئیں تو شرک ہو گیا اور اس طرح غیر اللہ کے نام پر دی جانے والی نیاز حرام ہو گئی۔

غیر اللہ کی نیاز عقل کے بھی خلاف ہے،

غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز، اور منت ماننا قرآن و سنت کے خلاف تو ہے ہی عقل کے بھی خلاف ہے۔۔۔۔۔۔ اس لئے کہ جب زمین و آسمان کی ہر شئے کا پیدا کرنے والا اللہ ہے، اور ہر چیز کا مالک بلا شرکت غیر صرف اور صرف اللہ ہے۔ جب ہر شئے کو رزق دینے والا اللہ تعالٰی ہے تو معمولی عقل اور معمولی سوچ رکھنے والا انسان بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ نذر و نیاز اور منت بھی اسی کے نام کی ہونی چاہیئے۔۔۔۔۔ جب اندھیری زمین کا سینہ چیر کر دانے کو باہر نکالنے والا وہی ہے۔۔۔۔۔ جب ایک دانے کو سات سو دانے میں بدلنے والا وہی ہے۔۔۔۔۔ جب آسمان سے خوشگوار بارش برسانے والا وہی ہے۔ جب چاند کو ضیا پاشیاں بخشنے والا وہی ہے۔۔۔۔۔ جب جانوروں کو پیدا کر کے تمہارے لئے گوشت اور دودھ کا

انتظام کرنے والا وہی ہے .... جب زمین اُس کی ہے اور آسمان اُس کا ہے، جب چاند اس کا ہے اور ستارے اس کے ہیں۔ جب نباتات، جمادات اس کے ہیں، زمین پر پہاڑوں کی میخیں ٹھونکنے والا وہی ہے، پانی کو روانی بخشنے والا وہی ہے .... ہر ایک کا روزی رساں وہی ہے ...... بیماری اور شفاء دینے والا وہی ہے ... تو پھر نذر و نیاز اور منت کے لائق بھی وہی ہے۔

جب کسی پیر و پیغمبر نے، کسی نبی اور ولی نے، کسی جن اور فرشتے نے، کسی زندہ و مُردہ نے، زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی پیدا نہیں کی اور جب ان کا ذرہ برابر بھی اختیار نہیں ہے، تو وہ نذر و نیاز کے لائق نہیں ہیں۔

خداوندِ قدوس نے ۲۶ پارہ کے پہلے صفحہ پر ایک چیلنج ان لوگوں کو دیا ہے جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں، اور اُن کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ۖ

میرے محبوب پیغمبر آپ ان سے پوچھئے کہ بھلا بتاؤ تو سہی کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو، جن کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہو، اور منتیں مانتے ہو۔ جن کو داتا، گنج بخش، لجپال، اور غریب نواز کہتے ہو أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کی کونسی چیز پیدا کی ہے۔ یا آسمان کے بنانے میں اُن کا کوئی حصہ ہے .... جب زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی انہوں نے نہیں بنائی، تو پھر نذر و نیاز کے لائق وہ نہیں، بلکہ نذر و نیاز اُس کے نام کی دو جس نے کائنات کا ذرہ ذرہ پیدا فرمایا ہے۔

مشرکینِ مکہ کا شرک مشرکینِ مکہ جہاں اور قسم کے شرک میں مبتلا تھے۔ وہاں وہ اپنی آمدنی میں سے اللہ تعالےٰ کے حصہ

کے ساتھ ساتھ اپنے شریکوں (حضرت ابراہیم۔ حضرت اسماعیل۔ لات ومنات عزیٰ وہبل) کا حصہ بھی نکالتے تھے۔

خداوند قدوس نے سورت انعام میں اُن کے اس شرکیہ عمل کا ذکر فرمایا

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا

اللہ رب العزت نے جو کھیتی اور مویشی پیدا فرمائے اُن میں سے ایک حصہ اللہ کا نکالتے ہوئے کہتے ہیں هٰذَا لِلّٰهِ یہ اللہ کا حصہ ہے وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ حصہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ اپنے مال میں سے اللہ کا حصہ بھی نکالتے تھے، اور اپنے معبودوں کی نذر و نیاز بھی دیتے تھے۔ یعنی اللہ کی نذر و نیاز بھی دیتے تھے، اور اپنے معبودوں کی نذر و نیاز بھی دیتے تھے۔ اور یہی اُن کا شرک تھا۔

ابلیس لعین اور نذر و نیاز

خداوند قدوس نے جب ابلیس کو اپنی نافرمانی اور حکم عدولی کی بنا پر دھتکار دیا اور آسمان سے اتر جانے کا حکم فرمایا تو اُس نے اللہ کے سامنے دیدہ دلیری کرتے ہوئے کہا

قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ (النساء رکوع ۱۸)

کہنے لگا مولا تو مجھے اپنی رحمت سے دور کر رہا ہے۔۔۔۔۔ جنت سے بھی تو نے دیس نکالا دیا۔۔۔۔۔ اپنے دربار سے دھتکار دیا۔۔۔۔۔ لیکن سن لے کہ میں اس آدم کی اولاد کو ہر ممکن طریقے سے گمراہ کروں گا۔۔۔۔۔ اُن کے آگے پیچھے۔ دائیں بائیں سے اُن پر چھپ کر حملہ کروں گا۔۔۔۔۔ اُن کو امید

دلاؤں گا...... نعمتیں تیری استعمال کریں گے...... تیری زمین پہ چلیں گے...... مکان بنائیں گے...... زمین کا سینہ چیر کر روزی حاصل کریں گے...... آسمان سے خوشگوار بارش برسا کر ان کے باغات اور فصلوں کو سرسبز و شاداب تو کرے گا...... روزی کے اسباب بھی تو مہیا کرے گا...... جانور بھی پیدا تو کرے گا...... دودھ بھی اپنی قدرت کاملہ سے خوش ذائقہ صاف و شفاف ان کے برتنوں تک تو پہنچائے گا...... تیرے سورج اور تیرے چاند کی روشنی سے نفع اٹھائیں گے...... لیکن لَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝ ان میں سے اکثر تیرے نہیں بلکہ میرے ہو گے...... تو ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہیں پائے گا۔ اور لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ کہ دنیا کی ہر چیز تو انہیں عطا کرے گا۔ گندم تیری.... جانور تیرے.... پانی تیرا.... زمین تیری آسمان تیرا.... دریا تیرے سمندر تیرے... مال و دولت بھی تو عطا کرنے والا لیکن میں ان سے اپنا حصہ ضرور وصول کر دں گا...

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے غیر اللہ کی نذر و نیاز مراد ہے...... یعنی کھائیں گے تیرا اور نذر و نیاز غیر اللہ کے نام کی دیں گے۔

غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز حرام

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر غیر اللہ کے نام پر دی جانے والی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۝

لوگو تم پر حرام کر دیا مُردار یعنی وہ جانور جو بغیر ذبح کئے مرگیا۔ یا ذبح تو کیا گیا، لیکن شرعی طریقے سے ذبح نہیں کیا گیا اور خون بھی حرام قرار دیا۔ (مراد دم مسفوح ہے) اور خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ (گوشت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ جانور میں مقصودی شئی گوشت ہے جب وہ ہی حرام ہے تو دوسری اشیاء تو بطریق اولیٰ حرام ہونگی) اور ہر وہ شئی حرام ہے۔ خواہ اناج ہو یا جانور۔۔۔۔۔ دُودھ کی سبیل ہو یا شربت کی۔۔۔۔۔ دیگ ہو یا شرینی۔۔۔۔۔ کپڑے ہوں یا نقد رقم، جس چیز پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، اور وہ چیز غیر اللہ کا تقرّب حاصل کرنے کے لئے دی جائے۔۔ جیسے گیارہویں پیران پیر کی۔۔۔۔۔ کونڈے امام جعفر کے۔۔۔۔۔ سبیل حضرت حُسینؓ کی۔۔۔۔۔ بکرا فلاں بزرگ کے نام کا۔۔۔ یہ سب غیر اللہ کے تقرب کے لئے نذر و نیاز ہے جو شریعت میں خنزیر سے بڑھ کر حرام ہے۔

رئیس المفسرین حضرت مولانا حُسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے مَا سے مراد کلمہ لیا ہے یعنی وہ کلمہ شرکیہ جو غیر اللہ کی نذر و نیاز میں بولا جاتا ہے۔ وہ بولنا بھی حرام ہے یعنی یہ کلمہ کہنا کہ پیران پیر کی گیارہویں دوں گا۔۔۔۔۔ امام جعفر کے کونڈے بھروں گا۔۔۔ میرا مریض ٹھیک اور تندرست ہوگیا تو فلاں مزار پر دیگ اتاروں گا۔۔۔۔۔ حضرت حُسینؓ کی سبیل لگاؤں گا۔۔ یہ سب کلمات بولنے بھی حرام ہیں۔ جب ان کلمات کا بولنا شرک اور حرام ہے تو وہ چیز تو بدرجہ اُولیٰ حرام اور نجس ہوگی۔

مولانا حُسین علی مرحومؒ کا یہ معنیٰ قرآن کی دوسری آیت سے مؤید ہے۔

اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ای ذات فِسق۔ یعنی فِسقًا سے مراد شرکیہ کلمہ ہے جو غیر اللہ کی نذر و نیاز دینے سے پہلے بولا جاتا ہے۔

حاضرین گرامی!۔۔۔۔ ہمارے علاقہ کے اکثر عوام قبروں پر اور مزاروں پر، یا کسی درخت کے نیچے جہاں کوئی بزرگ کبھی بیٹھا تھا وہاں جا کر جانور ذبح کرتے ہیں۔۔

... دیگیں اتارتے ہیں، اس کی قبر پر غلاف چڑھاتے ہیں...... بطور نیاز جانور لے جاتے ہیں.. یا پیران پیر کی گیارہویں مقرر کرتے ہیں.... غرضیکہ جو چیز بھی بطور نذر اور سنت کے کسی پیر یا فقیر کے نام کی مقرر کی جائے یا کسی بزرگ کی نیاز دی جائے خواہ وہ چیز جانور ہو، یا دودھ یا شرینی یا گھی، تو وہ شئی فقط نذر ماننے سے حرام اور نجس ہو جائیگی، اور دینے والا شرک ہو جائے گا..

قابل غور بات یہ ہے کہ جس حُرِّمَتْ کے لفظ کے ساتھ اللہ رب العزت نے ماں، بہن، اور بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اُسی حُرِّمَتْ کے ساتھ غیر اللہ کی نیاز کو حرام کہا ہے۔ اب بدطینت سے بدطینت شخص بھی ایسا نہیں جو ماں، بہن، بیٹی کے ساتھ نکاح کا تصور بھی کرے. لیکن غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز جو اسی حُرِّمَتْ کے تحت حرام ہے اُسے بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے

فقہ حنفی کی تمام کتب نے اس بات کی وضاحت کی ہے غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز حرام ہے.

اِعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنَ الْعَوَامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الزَّیْتِ وَالشَّمْعِ وَنَحْوِهَا مِمَّا یَنْقَلُ اِلٰی ضَرَائِحِ اَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ

یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لو جو نذر و نیاز مُردوں کے لئے دی جاتی ہے اور جو تیل چراغ، اور دوسری چیزیں اولیاء کرام کی قبور پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے لائی جاتی ہیں. اجماع امت ہے کہ وہ چیزیں باطل اور حرام ہیں...

خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کو عالم الغیب اور مختار کل سمجھ کر اس کے نام کی نذر و نیاز دی جائے گی تو یہ اللہ کی عبادت بن جائے گی.. اور اگر ان دو نظریوں کے ساتھ غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز بطور نذر و نیاز دے گا چاہے اُس کا کوئی سا نام رکھ لے تو یہ

نیاز ان کی عبادت بن جائے گی اور وہ چیز مُردار کی طرح حرام ہو جائے گی اور دینے والا مشرک ہو جائے گا۔

نذر و نیاز اور ایصالِ ثواب

جو لوگ غیر اللہ کی نذر و نیاز دیتے ہیں ان کو جب اس غیر شرعی فعل سے روکا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ایصالِ ثواب کر رہے ہیں، بزرگوں کو ثواب پہنچاتے ہیں...... خوب سمجھ لیجئے کہ یہ بات صرف ٹالنے کے لئے اور دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں...... اس لئے کہ اگر وہ ایصالِ ثواب کرتے ہیں تو پھر گیارہ تاریخ کا تعین کیوں کرتے ہیں...... شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شخصیت متعین کیوں کرتے ہیں؟ گیارہ تاریخ کا مقرر کر لینا اور ایک شخصیت کا متعین کر لینا ظاہر کرتا ہے کہ ایصالِ ثواب نہیں ہے۔ بلکہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے..... ایصالِ ثواب کے لئے شریعت نے کوئی دن مقرر نہیں کیا اور نہ ہی شریعت نے اس کے لئے کوئی شخصیت متعین کی ہے۔ بلکہ شریعت کہتی ہے جب چاہو... جس وقت چاہو اور جس فوت شدہ مسلمان کے لئے چاہو ایصالِ ثواب کر سکتے ہو۔

اور پھر یہ کہنا کہ گیارہویں نہیں دینگے تو گھر میں بے برکتی ہو گی..... بھینسوں کے نتھنوں سے خون آنے لگیگا۔ یہ کہنا بھی دلالت کرتا ہے کہ گیارہویں ایصالِ ثواب نہیں ہے بلکہ نذر و نیاز ہے...... اور دینے والے کا خیال یہ ہوتا ہے کہ گیارہویں دینے سے ہمارے گھروں اور کاروبار میں برکت ہو گی پھر اگر گیارہویں ایصالِ ثواب کی نیت سے دیتے ہو تو ہمارا ایک سوال ہے کہ ہر مہینے صرف پیرانِ پیر کی ارواح! آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا ان کے علاوہ امت میں کوئی اور بزرگ اور ولی نہیں ہے...... کچھ ہمیں بھی سمجھاؤ.....

دو ہی صورتیں ہیں یا تو ان کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے انہیں نیک۔ بزرگ، پارسا اور ولی سمجھ کر اور یا انہیں ایصال ثواب ہر مہینے کرنے کی وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ گیارہویں دینے والا انہیں گنہگار سمجھتا ہے کہ وہ عذاب میں پکڑے ہوئے ہیں اور میری گیارہویں سے تخفیف عذاب ہوگی۔

اگر ہر مہینے گیارہویں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو نیک سمجھ کر اور ولی سمجھ کر دیتے ہو تو پھر ہمارا سوال ہے کہ اس امت میں اُن سے بڑھ کر بھی نیک اور پارسا لوگ موجود ہیں، اصحاب رسول ہیں..... تابعین ہیں..... تبع تابعین ہیں..... امام ابوحنیفہؒ ہیں، امام احمدؒ بن حنبل ہیں، امام مالکؒ ہیں، امام شافعیؒ ہیں امام بخاریؒ ہیں، امام مسلمؒ ہیں، امام محمدؒ ہیں، امام ابویوسفؒ ہیں، بڑے بڑے جید عالم ہیں، صالح بزرگ ہیں۔ لیکن گیارہویں خوروں نے کبھی بھول کر ان بزرگوں اور ان ہستیوں کا نام نہیں لیا۔ ان کے نام پر کبھی گیارہویں کا ختم نہیں دلوایا۔

اور اگر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو گنہگار سمجھ کر گیارہویں دیتے ہو اور ایصال ثواب کرتے ہو تو میرے دوست وہ بہت نیک، صالح، عابد و زاہد، شب زندہ دار، بزرگ تھے۔ اور تیرے والدین، تیرے اساتذہ، تیرے آباؤ اجداد تو گنہگار تھے۔ اس لئے ایصال ثواب بھی ان ہی کو کرنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالٰی ان کے قصور معاف فرمائے۔ حضرت پیرؒ تو اللہ کی رحمت سے اور اپنے نیک اعمال کی بدولت خدا کے وعدہ کے مطابق جنت میں ہونگے۔

اس کی مثال اس طرح سمجھ لیں کہ ایک شخص ایک لحاف فی سبیل اللہ دینا چاہتا ہے وہ گھر سے باہر گلی میں آتا ہے وہاں ایک غریب اور نادار آدمی سڑک کے کنارے سردی سے ٹھٹھر رہا ہے...... کھلے آسمان کے نیچے بیٹھا ہے اس کے پاس کوئی لحاف، کوئی کمبل اور کوئی گرم کپڑا نہیں ہے۔ یہ شخص اس کے

پاس سے گزر جاتا ہے۔ کچھ آگے جا کر دیکھا کہ ایک آدمی بند کمرے میں بیٹھا ہوا ہے خوبصورت بستر اور کمبل میں لپٹا ہوا، ہیٹر سے کمرہ گرم ہے۔ سردی کا ...... وہاں تصور بھی نہیں۔ اب یہ لحاف دینے والا شخص اس آدمی کے اوپر لحاف ڈال دیتا ہے......... انصاف سے بتائیے اس نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے یا احمق پن کا؟ یقیناً آپ کا جواب ہو گا کہ اس نے احمق پن کا ثبوت دیا ہے۔ اسے چاہیئے تھا کہ اس فقیر کو لحاف دیتا جس کو ضرورت تھی جو سردی سے مر رہا تھا.......... اسی طرح یہ پاگل بھی ہر مہینے ایصال ثواب کر رہے ہیں اس شخصیت کے لیے جو عیش و آرام میں ہو گی۔ اور اپنے والدین، گنہگار آباء و اجداد جن کو تیرے ایصالِ ثواب کی ضرورت ہے ان کا کوئی خیال نہیں کرتے.....

سامعینِ گرامی قدر......... اہل بدعت دھوکہ اور فریب دینے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم گیارہویں بطور ارواح دیتے ہیں، ہرگز نہیں، یہ ارواح نہیں بلکہ نذر و نیاز ہے جو وہ ہر مہینے دیتے ہیں اور نذر و نیاز غیر اللہ کے نام پر حرام ہے اور دینے والا مشرک ہو جاتا ہے... یاد رکھئے نذر و نیاز اور ارواح (ایصال ثواب) الگ الگ شئی ہے۔ ان دونوں میں زمین و آسمان جتنا فرق ہے۔ ارواح جائز، اور غیر اللہ کی نذر و نیاز قطعی حرام ہے۔ لیکن ارواح خاص اُس دائرے کے اندر رہ کر دینی ہو گی جو شریعت نے کھینچ دیا ہے۔

تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مالی عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہونی چاہیئے۔

بدنی عبادت

اب آیئے عبادت کی دوسری قسم۔ بدنی عبادت کی تشریح و تفسیر کی طرف......... بدنی عبادت وہ عبادت ہے جس کا تعلق انسان کے جسم اور بدن سے ہو......... جیسے قیام کرنا..

رکوع، سجدہ کرنا، التحیات میں دوزانو بیٹھنا، بیت اللہ کا طواف کرنا، حجر اسود کو بوسہ دینا، مسجد میں اعتکاف بیٹھنا یہ سب کام عبادت ہیں اور یہ صرف اور صرف اللہ تعالٰے کے لئے ہونگے . . . .

سجدہ سب سے عظیم عبادت ہے، بعض روایات میں آتا ہے کہ بندہ جب سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالٰے کے قدموں میں سر رکھتا ہے۔ اس لئے سجدہ بھی صرف اور صرف اللہ کے لئے ہو گا۔ جو شخص اللہ کے سوا کسی غیر کا سجدہ کرے گا تو یہ سجدہ اس کی عبادت ہو جائے گی اور سجدہ کرنے والا شخص مشرک ہو جائے گا . . . . . قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے انداز بدل بدل کر اسے بیان فرمایا ہے کہ سجدہ کے لائق صرف اور صرف میں ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ (سورۃ حج، ۷۷)

اے ایمان والو رکوع کرو اپنے رب کے سامنے اور سجدہ بھی کرو اپنے رب کے آگے اور عبادت بھی کرو اپنے رب کی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝ (سورت حم سجدہ، ۳۷)

سورج اور چاند کا سجدہ نہ کرو، سجدہ صرف اس اللہ کا کرو جس نے انہیں پیدا فرمایا ہے۔ اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔

ایک مقام پر حضرت مریم علیہا السّلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا

يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ (آل عمران ۴۳)

اے مریم فرمانبردار رہ اپنے رب کے واسطے اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

غیر خدا کا سجدہ اور ہدہد

اور اتنی سمجھ تو خداوند قدوس نے پرندوں تک کو عطا فرمائی ہے کہ سجدہ کے لائق ذات صرف اللہ کی ہے..... اللہ کے سوا کوئی سجدہ کے لائق نہیں ہے۔

حضرت سلیمانؑ کے دربار کا پرندہ ہدہد بغیر اطلاع دیئے دربار سے غائب ہو گیا. حضرت سلیمانؑ سخت ناراض ہوئے اور غصہ میں آکر فرمایا اسے آلینے دو. مَیں اُسے اِس حرکت کی کڑی سزا دوں گا یا اُسے ذبح ہی کر دوں گا۔ (سرکاری اور غیر سرکاری ملازمت کرنے والے حضرات جو ملازمت کے اوقات میں سستی اور غیر حاضری کرتے ہیں غور فرمائیں)

تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آگیا.... درباریوں نے کہا میاں! آج تیری خیر نہیں. حضرت صاحب بہت غصہ میں ہیں. تیری غیر حاضری کا سختی سے نوٹس لیں گے..... ہدہد نے ان کی بات کوئی پرواہ نہ کی اور دربار میں پیش ہوگیا. اور اپنی غیر حاضری کی وجہ بتلاتے ہوئے ایک پُرجوش... مؤثر اور توحید سے لبریز تقریر کی. اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ تقریر اتنی پسند آئی کہ اُسے قرآن کے اوراق میں جگہ دے دی.. ...... کہتا ہے میں قوم سبا کی ایک خبر لایا ہوں. مَیں نے وہاں دیکھا کہ ایک عورت حکمران ہے. اور

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

مَیں نے اس حکمران عورت کو اور اس کی رعایا کو دیکھا ہے کہ وہ اللہ کے سوا سورج کا سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے یہ شرکیہ عمل ان کی نظروں میں خوبصورت کر کے دکھایا ہے۔

ہدہد اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ٥ (نمل)

وہ لوگ اللہ کا سجدہ کیوں نہیں کرتے جو اللہ آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکالتا ہے۔

سورج پہلے چھپا ہوا ہوتا ہے پھر اُسے اللہ ظاہر کرتا ہے۔
چاند پہلے چھپا ہوا ہوتا ہے پھر اللہ اُسے ظاہر کرتا ہے۔
ستارے چھپ جاتے ہیں پھر اللہ انہیں آسمان دنیا پر جگمگاتا ہے۔
بارش بادلوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہے پھر اُسے ظاہر کرتا ہے۔
زمین کے اندھیروں میں زمیندار دانہ چھپا کر آتا ہے پھر اللہ زمین کا سینہ چیر کر اُسے باہر نکالتا ہے۔
پھر ایک روز قبروں میں چھپے ہوئے مُردوں کو زندہ کر کے باہر نکالے گا۔
جو اللہ اتنی طاقت اور قدرت کا مالک ہے اُسے چھوڑ کر سورج کا سجدہ کرتے ہیں جو سورج خود طلوع و غروب میں اس کا محتاج ہے۔
دوسری دلیل دیتے ہوئے ہُدہُد کہتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ٥

جو چیز تم چھپاتے ہو، جو دل کے اندر وسوسے لاتے ہو۔ اُسے بھی اللہ جانتا ہے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اُسے بھی جانتا ہے۔ یعنی وہ عالم الغیب ہے باریک بین ہے اس سے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

اللہ اکبر! . . . ذرا ہُدہُد کے دلائل پر غور فرمایئے۔ ان دو صفتوں کا تذکرہ کرتا ہے جو الٰہ کے لئے ضروری ہیں۔ یعنی مختار کل ہونا۔ اور عالم الغیب ہونا۔ ان دو صفتوں کا تذکرہ کر کے نتیجہ نکالتا ہے۔ . .

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

جب یہ اوصاف اللہ کے ساتھ خاص ہیں تو پھر معبود بھی صرف وہی ہے اِلٰہ بھی صرف وہی ہے اُس کے سوا اللہ اور معبود کوئی نہیں۔۔۔۔۔ اور جب معبود صرف اور صرف وہی ہے تو پھر سجدہ کے لائق بھی صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کا سجدہ جائز نہیں ہوگا۔

سجدہ اور ارشاداتِ نبویؐ

قرآن کے دلائل آپ نے سماعت فرمائے کہ سجدہ صرف اللہ کا ہوگا اللہ کے کسی اور کا سجدہ شرک ہوگا۔۔۔۔۔۔ اب آیئے دیکھتے ہیں کہ جس ہستی پر قرآن اتار اگیا وہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

ایک عورت آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھتی ہے مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ۔ خاوند کا اپنی بیوی پر کیا حق ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا۔

لَوْ كَانَ يَنْبَغِيْ لِبَشَرٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا لِمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهَا (ترمذی)

اگر کسی انسان کے لئے جائز ہوتا کہ وہ دوسرے انسان کا سجدہ کرے تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کا سجدہ کرے۔

یعنی میں عائشہؓ سے کہتا وہ محمدؐ کا سجدہ کرے۔۔۔۔۔

میں حفصہؓ سے کہتا وہ میرا سجدہ کرے۔۔۔۔۔ میں اُمِ سلمہؓ سے کہتا وہ محمدؐ کا سجدہ کرے۔۔۔۔۔ میں اُمِ حبیبہؓ سے کہتا کہ وہ میرا سجدہ کرے۔۔۔۔۔۔

میں سودہؓ۔۔۔ زینبؓ۔۔۔ جویریہؓ۔۔۔ میمونہؓ سے کہتا کہ وہ محمدؐ کا سجدہ کریں۔۔۔ لیکن اللہ کے سوا کسی کا سجدہ جائز نہیں ہے۔

(یہاں ایک بات پر غور فرمایئے کہ اگر عورت اپنے خاوند کا سجدہ کرتی تو لازماً یہ سجدہ عبادت کا سجدہ اور عبادت کی نیت سے سجدہ نہ ہوتا بلکہ بطور احترام اور ادب صرف تعظیمی سجدہ ہوتا۔ لیکن آنحضرتؐ نے ہر قسم کا سجدہ غیر اللہ کے لئے حرام قرار دے دیا ہے۔ اب ہماری شریعت میں اللہ کے سوا بطور عبادت (یعنی مسجود کو عالم الغیب اور مختار کل سمجھ کر) غیر اللہ کا سجدہ شرک ہے اور بطور تعظیم غیر اللہ کا سجدہ حرام ہے۔

○ حضرت قیسؓ بن سعد کہتے ہیں میں نے باہر کے ممالک میں دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کا سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ آپ تو سب سے بڑے سردار ہیں آپ زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں (ان الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ قیسؓ بن سعد کی نیت سجدہ تعظیمی کی تھی)
آپ نے فرمایا قیسؓ! اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرے تو کیا تو میری قبر کا سجدہ کرے گا۔ میں نے کہا آپ کی قبر کا سجدہ تو نہیں کروں گا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا

لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ (ابوداؤد۔ مشکوۃ)

اب بھی میرا سجدہ نہ کرو اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو کہتا کہ وہ اپنے خاوندوں کا سجدہ کریں۔

○ اُمّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ نے حبشہ میں عیسائیوں کا ایک گرجا دیکھا جس میں تصاویر تھیں۔ انہوں نے یہ واقعہ آنحضرتؐ کے سامنے ذکر کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا

اُولٰٓئِكَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ

عِندَ اللّٰهِ۔ (بخاری ج ۱ ص ۶۲)

ان لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو لوگ اس کی قبر کے پاس مسجد بنا لیتے تھے اور پھر وہاں اس بزرگ کی تصویریں لٹکا دیتے تھے۔ اللہ کی مخلوق میں یہ بدترین شریر لوگ شمار ہوتے ہیں۔

حضرات گرامی قدر .... ذرا ان الفاظ پر ایک مرتبہ غور فرمائیے۔ اِذَا مَاتَ فِیْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ۔ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا" .... اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے مشرک بھی بزرگوں اور نیک آدمیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے اور پوجتے تھے ...... آج کچھ بدنیت علماء لوگوں کو فریب اور دھوکہ دیتے ہیں کہ اس وقت کے لوگ بے جان بتوں کے پجاری تھے۔ اس لئے مشرک تھے۔ اور قرآن میں جہاں جہاں غیر اللہ کی پکار سے روکا گیا ہے۔ وہ آیات بھی بتوں کے بارے میں ہیں۔ اور ہم اس لئے مشرک نہیں کہ ہم بزرگانِ دین کے پجاری ہیں۔ ... ہم قبروں۔ مزاروں کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

میں کہتا ہوں اس وقت کے یہود و نصاریٰ بھی اس لئے ملعون اور مغضوب ٹھہرے کہ انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے ...

آنحضور نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں فرمایا تھا

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ اُيُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا۔ (بخاری)

اللہ کی لعنت ہو یہودیوں اور عیسائیوں پر کہ انہوں نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا جو کچھ انہوں نے کیا اس سے بچتے رہو۔

ایک اور موقع پر دوسرے انداز سے سمجھایا فرمایا

اَلَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ

مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ (مسلم)

خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کرتے تھے...... لوگو تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس فعل سے منع کر کے جا رہا ہوں۔

اب بتایئے کہاں ہیں وہ پیٹ کے پجاری ملاں، جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگ تو بے جان بتوں کے پجاری تھے اور ہم بزرگانِ دین کی قبروں کے پجاری ہیں اس لئے وہ مشرک تھے اور ہم مسلمان؟ ان ارشاداتِ نبویؐ پر غور کیجئے کہ بتوں کے پجاری تھے یا انبیاء اور بزرگوں کی قبروں کے پجاری تھے؟

رحمتِ کائناتؐ دیکھ رہے تھے کہ یہود و نصاریٰ اپنے اپنے انبیاء کی قبروں کی پرستش میں مصروف ہیں اور اسے محبت اور عشق کا نام دے رکھا ہے اس لئے اپنے اللہ کے حضور دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا يُّعْبَدُ

اے میرے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا.......... قبر کو بت نہ بنانا قبر بت کب اور کس طرح بنے گی اس کی وضاحت بھی سرورِ کونینؐ نے دعا میں فرمائی فرمایا يُعْبَدُ جب قبر کی پوجا پاٹ شروع ہو جائے........ اس پر سجدے ہونے لگیں.. طواف شروع ہو جائے.... لوگ اسے چومنے لگیں.... عرضیاں لکھنے لگیں.... صاحبِ قبر کو خطاب کر کے اُسے پکارا جانے لگے... اس سے دعا کی درخواست ہونے لگے.. ..... نیازوں کی دیگیں اُترنے لگیں... ان کا وسیلہ پکڑ کر دعائیں ہونے لگیں تو اس طرح کے کرتوت قبر کو بت بنا دیں گے اور یہ کام کرنے والا بت پرست ہو جائے گا۔

پیراست کو رحمت کائنات نے تلقین کرتے ہوئے فرمایا

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لوگو میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ وہاں سال بہ سال عرس لگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجاور بیٹھے رہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور قبر کی پرستش ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سجدہ اور فقہ حنفی

آیئے اس بحث کے آخر میں فقہ حنفی کو بھی دیکھ لیں کہ علماء احناف کا نظریہ کیا ہے ۔ ملا علی قاری حنفیؒ تحریر فرماتے ہیں ۔

وَالسَّجْدَةُ حَرَامٌ لِغَیْرِ اللّٰهِ (شرح فقہ اکبر ص۲۳) اللہ کے سوا کسی اور کا سجدہ حرام ہے ۔

صاحب کبیری فرماتے ہیں

لَوْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰهِ لَکَفَرَ (کبیری ص۶۲۳) اللہ کے سوا کسی اور کا سجدہ کرنا کفر ہے ۔

علامہ سرخسیؒ حنفی لکھتے ہیں

اِنْ کَانَ لِغَیْرِ اللّٰهِ عَلٰی وَجْهِ التَّعْظِیْمِ کَفَرَ (رد المختار ص۲۵۵) اگر اللہ کے سوا کسی کا تعظیمی سجدہ بھی کرے گا تو کافر ہو جائے گا ۔

ایک مغالطے کا جواب

آخر میں ایک بودے اشکال کا جواب بہت ضروری ہے ۔ اس لئے کہ اسطرح سادہ لوح عوام مغالطہ کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ جب لوگوں کو قبروں ، مزاروں تعزیوں ، تابوتوں پر سجدہ کرنے سے منع کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ جناب ! سجدہ تو تب بنتا ہے جب بندہ ، باوضو ہو ، کعبہ کی طرف منہ ہو ، اور سر سجدہ میں رکھ کر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا جائے ۔ ہم جب کسی قبر ، مزار ، یا تعزیئے کا سجدہ کرتے

ہیں تو اس میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ تو نہیں پڑھتے پھر یہ سجدہ کس طرح بن گیا ؟

یہ ان بے چاروں کی غلط فہمی ہے سجدہ نام ہے ماتھے کو زمین پر ٹیکنے کا۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ کا کہنا تو سنت ہے اگر کسی شخص نے نماز میں سر سجدہ میں رکھا اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ نہیں پڑھا تو نماز اس کی ہو گئی اس لئے کہ مطلق سجدہ فرض تھا وہ ادا ہو گیا۔

چنانچہ مجدد الف ثانی" تحریر فرماتے ہیں،

اے برادر سجدہ کہ عبادت از جبین بر زمین نہادن است (مکتوبات ص۹۲)

اے بھائی سجدہ جو زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے۔

معلوم ہوا کہ سجدہ نام ہے پیشانی کا زمین پر رکھ دینا، اور یہ خاص اللہ کیلئے ہوگا۔ اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے سجدہ ریز ہونا کفر اور شرک ہوگا۔ . . . حتیٰ کہ اگر کوئی نفس کعبہ کو بھی سجدہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔ درمختار ج ۱ کتاب الصلوٰۃ جو فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے اس میں واضح طور پر تحریر ہے

حَتّٰی لَوْ سَجَدَ الْکَعْبَۃَ نَفْسَھَا کَفَرَ۔

یہاں تک کہ اگر نفس کعبہ کو سجدہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔

غیر خدا کو سجدہ کے شرک اور حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ بریلوی مذہب کے موجد مولانا احمد رضا خان نے ایک مستقل کتاب تحریر کی ہے جس کا نام ہی حرمت سجدہ تعظیمی" رکھا۔

ایک اور مقام پر مولانا احمد رضا خان بریلوی ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں "بلا شبہ غیر کعبہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ کم از کم چار ہاتھ

فاصلہ سے کھڑا ہونا ہی ادب ہے۔ پھر تقبیل (بوسہ دینا) کیونکر ممکن ہے۔"

(احکام شریعت صفحہ ۲۳۴)

قیام اور طواف

جس طرح سجدہ جو بدنی عبادت ہے اور یہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اسی طرح دوسری بدنی عبادات

مثلاً قیام، طواف، ملتزم کے ساتھ چمٹنا۔ حجر اسود کو بوسہ دینا۔ مسجد میں اعتکاف بیٹھنا۔ یہ بھی سب اللہ کے ساتھ خاص ہونگی۔

اللہ کے سوا غائبانہ کسی کے لئے قیام کرنا بھی شرک ہوگا۔۔۔۔۔ کسی قبر کے سامنے دو زانو بیٹھنا اس نیت سے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ دو زانو بیٹھنا بھی شرک ہو جائے گا۔

اسی طرح طواف بھی صرف اور صرف بیت اللہ کے ساتھ خاص ہوگا۔۔ اس کے سوا کسی دوسری جگہ کا طواف جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی پیر کا طواف کرتا ہے۔۔۔۔ کسی فقیر کے آستانے کا طواف کرتا ہے۔۔۔۔۔ کسی بزرگ سے منسوب چبوترے کا طواف کرتا ہے۔۔۔ مصنوعی کعبہ بنا کر اس کا طواف کرتا ہے۔ تو یہ طواف کرنے والا مشرک ہو گیا۔۔۔ اس لئے کہ طواف خاص تھا اللہ کے گھر کعبہ کے ساتھ۔

قرآن کہتا ہے کہ

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ

کہ پاک صاف رکھو میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے لئے۔۔۔۔

ایک ارشاد نبوی بھی سن لیجئے۔۔۔ ارشاد ہوا

شیطان کو کنکریاں مارنا، طواف کرنا، صفا مروہ کی سعی کرنا، صرف ذکر الٰہی کے

لئے مقرر کیا گیا ہے نہ کسی غیر اللہ کے لیے۔ (مستدرک حاکم ص۵۹ ج۱)

حجرِ اسود کو چومنا

حجرِ اسود کو چومنا بھی بدنی عبادت میں شامل ہے.... جب حج کرنے والا یا عمرہ ادا کرنے والا طواف شروع کرنے لگتا ہے تو اسے حکم ہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دے اگر بوسہ دینا مشکل ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر دے یہ بوسہ کے قائم مقام ہو جائے گا یہ بوسہ دینا سنتِ رسول ہے۔ اس لئے یہ شعائرِ اسلام ہے اور یہ بوسہ دینا اس پتھر کے ساتھ خاص ہے اس کے سوا تعظیماً کسی اور پتھر یا مٹی یا عمارت کو چومنا جائز نہیں ہے۔ حجرِ اسود کا بوسہ بھی اس لئے کہ آنحضرتؐ نے ایسا کیا تھا۔ ورنہ مسلمانوں کو ایک پتھر سے کیا کام۔ اسی لئے سیدنا عمر فاروقؓ حجرِ اسود کو بوسہ دینے سے پہلے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ (بخاری۔ نسائی ص۲۲۳)

میں بخوبی جانتا ہوں کہ تو ایک بے جان پتھر ہے تو نفع نقصان کا مالک نہیں۔ اگر میں نے اپنے پیارے رسولِ انورؐ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ علامہ اقبال مرحومؒ نے اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا۔ ؎

تیرے بوسے کو دیتے ہیں بوسے ورنہ پتھر میں کیا رکھا ہے مسلمان کیلئے

بہر حال حجرِ اسود کا بوسہ سنتِ رسول ہونے کی وجہ سے مسلمانوں پر لازم ہے..

.....اب جو شخص اس کے مقابلے میں کسی قبر کو بوسہ دے گا..... یا قبر پر پڑے ہوئے پتھر کو چومے گا..... یا دربار کی چوکھٹ کو بوسہ دے گا۔ یا بزرگ سے منسوب اشیاء کو بوسہ دے گا..... تو یہ ناجائز اور خلافِ شریعت ہوگا۔

اسی طرح بیت اللہ میں ملتزم کے ساتھ چمٹنا کارِ ثواب ہے، وہ دعا کی مقبولیت

کی جگہ ہے ...... اب مزاروں، درباروں، تعزیوں، تابوتوں کی جالیوں کیساتھ سینہ چپٹانا، پیٹھ رگڑنا یہ ناجائز اور خلاف شرع ہو گا۔

سامعین گرامی قدر ...... ہم نے عبادت کی ایک قسم بدنی عبادت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ جس عبادت کا تعلق انسان کے بدن سے وہ عبادت بدنی کہلائے گی۔ اور وہ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہو گی۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ.

نویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْمُتَّقِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۔ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۔ الخ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔

سامعین گرامی قدر... گذشتہ خطبہ میں میں نے تفصیل سے عرض کیا تھا کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں، مالی عبادت، بدنی عبادت، اور قولی عبادت، اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ یہ تینوں قسموں کی عبادت صرف اور صرف اللہ تعالٰے کے لئے خاص ہے۔ مالی عبادت بھی اللہ کے لئے... بدنی عبادت بھی اللہ کے لئے... اور قولی عبادت بھی اللہ کے لئے ہوگی... اگر کوئی شخص یہ عبادتیں اللہ کے سوا کسی پیغمبر یا پیر کے لئے کرے گا۔ یا کسی نبی یا ولی کے لئے کرے گا۔ یا کسی جن اور فرشتے کے لئے کریگا، یا کسی دیوی دیوتا کے لئے کرے گا تو یہ شرک اور کفر کا ارتکاب ہوگا۔

ہم نے مالی عبادت اور بدنی عبادت کی تشریح و تفسیر بیان کر دی ہے۔ آج آپ کے سامنے قولی عبادت کی وضاحت اور تشریح عرض کرونگا۔

قولی عبادت

قولی عبادت، وہ عبادت ہے جس کا تعلق انسان کی زبان اور قول سے ہے۔ جیسے نماز میں اللہ اکبر کہنا... ثنا پڑھنا... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنا...

....دوزانو بیٹھ کر اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ پڑھنا..... حج کے موقع پر لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہنا...... اور دعا مانگنا..... مصیبت میں پکارنا..... بیماری میں گھر کر شفا طلب کرنا..... مقدمات میں پھنس کر رہائی مانگنا..... اولاد کی درخواست کرنا..... پریشانیوں اور غموں سے نجات کا طلبگار ہونا..... یہ سب باتیں عبادت میں شامل ہیں...

جس طرح ایک مصیبت کا مارا..... بے چارا بے کس اور لاچار اللہ کو پکارتا ہے اور بے اختیار کہتا ہے "یا اللہ مدد" اس کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ جس سے مدد مانگ رہا ہوں وہ غائبانہ میری پکار کو سن رہا ہے... میں اس کو نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ مجھے دیکھ رہا ہے..... میں کسی وقت بھی اس سے چھپ نہیں سکتا. وہ مالک ومختار ہے. مدد کرنے پر قادر بھی ہے. نفع ونقصان کا مالک بھی ہے. اس عقیدہ سے یا اللہ مدد کہنا، اللہ کی عبادت بن جائے گا. اور یہ قولی عبادت ہوگی......

اب ایک اور شخص ہے جو مصیبت ومشکلات میں "یا علی مدد" کہتا ہے، یا غوث اعظم مدد" کہتا ہے "یا رسول اللہ مدد" کہتا ہے. نظریہ اور عقیدہ اس کا بھی یہی ہے کہ جن سے مدد مانگ رہا ہوں وہ غائبانہ میری پکار کو سن رہے ہیں.. یقیناً اس پکارنے والا کا عقیدہ یہی ہے اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو ان سے مدد کیوں مانگ رہا ہے؟ مدد اسی لئے تو مانگ رہا ہے کہ اس کا عقیدہ ہے وہ میری پکار کو سن رہے ہیں، میری مصیبت سے باخبر ہیں، اور مدد کرنے پر قادر بھی ہیں..... بس اسی عقیدہ نے یا علی مدد کہنے کو حضرت علی کی عبادت بنادیا..... یا رسول اللہ مدد کہنے کو رسول انورؐ کی عبادت بنادیا، اور یا پیر مدد کہنے کو پیر کی عبادت بنادیا.

سامعینِ گرامی ..... قولی عبادت یعنی پکارنا جسے عربی میں دعا کہتے ہیں یہ عبادت کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ یہی عبادت کا نچوڑ اور خلاصہ اور مغز ہے بلکہ عین عبادت ہے۔

سید الکائنات رحمتِ عالم کا ارشادِ گرامی ہے۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ دعا یعنی پکارنا عبادت کا مغز اور نچوڑ ہے۔

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ دعا یعنی غائبانہ پکارنا ہی عبادت ہے ..... گویا کہ عبادت اور پکار ایک ہی شئی ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں ....

قرآن پاک کا طرزِ اسلوب بھی اس پر دلالت کرتا ہے .... ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہوا

قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ لوگو تمہارا پالنہار کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کرتا ہوں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

آیت کے پہلے حصہ میں فرمایا اُدْعُوْنِیْ مجھے پکارو اور دوسرے حصہ میں فرمایا عَنْ عِبَادَتِیْ جو لوگ میری عبادت سے اعراض کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ پکار اور عبادت ایک شئی ہے۔

قرآن پاک میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗٓ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝

اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں سکتے اس لئے کہ وہ اس کی پکار سے بے خبر ہیں۔

آگے فرمایا وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۤءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

جس دن لوگوں کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا تو وہ بزرگ (جن کو پکارتے تھے) ان پکارنے والوں کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کردیں گے۔

سامعین گرامی..... غور فرمائیے.. پہلے فرمایا وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں۔ پھر فرمایا کہ وہ بزرگ ان کی عبادت سے انکار کردیں گے...... اس سے ثابت ہوا کہ پکار ہی عبادت ہے۔ اور پکار اور عبادت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

خداوند قدوس نے انداز بدل بدل کر یہ حقیقت سمجھائی ہے کہ پکار عبادت کا مغز اور نچوڑ ہے۔ اور پکار عبادت کا سب سے اعلیٰ فرد ہے۔ چنانچہ سورت زمر میں سورت کا دعویٰ ذکر فرمایا فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ کہ عبادت خالص اللہ کی کرو۔ پھر سورت زمر کے بعد آنے والی سورۃ حٰم مومن میں اسی دعویٰ کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے ارشاد ہو فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کہ پکار خالص اللہ کی کرو...... وہاں فرمایا عبادت خالص اللہ کی کرو۔ یہاں عبادت کی تشریح فرمائی اور کہا پکار صرف اور صرف اللہ کی کرو۔ معلوم ہوا پکار اور عبادت ایک چیز ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جب معلوم ہوگیا کہ دعا یعنی پکار عبادت کا مغز ہے۔ تو پھر یہ بات خود بخود واضح

ہو گئی کہ پکار صرف اور صرف اللہ کے لئے ہو گی۔ غیر اللہ کو غائبانہ پکارنا کفر اور شرک ہو گا۔ خداوند عالم نے قرآن پاک میں بار بار اس بات کی تلقین فرمائی کہ مصائب و مشکلات میں غائبانہ صرف میری پکار کرو۔

ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۰

جب میرے بندے آپ سے پوچھیں کہ ہمارا رب کہاں ہے تو آپ انہیں کہیں کہ میں قریب ہوں۔۔۔۔ کتنا قریب۔۔۔۔ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۰ میں انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔۔۔۔۔ مجھ تک پہنچنے کے لئے نہ سیڑھی کی ضرورت ہے نہ کسی سفارش کی نہ کسی وسیلہ کی نہ کسی کے واسطہ کی بلکہ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار کو قبول کرتا ہوں اور اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔۔۔۔۔ غائبانہ پکاروں کو سننے والا صرف میں ہی ہوں ——— ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۰ (سورۃ نمل ۶۲)

بھلا کون ہے جو مجبور بے کس اور لاچار کی پکار کو پہنچتا ہے (یعنی لاچار کی پکار کو سن کر اس کی مدد کرتا ہے) اور اس کی تکلیف اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ جب وہ لاچار آدمی اس کو پکارتا ہے۔ اور کون ہے جو تم کو زمین میں تصرف کا حق دار بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ اس آیت نے واضح کیا کہ مجبور و بے کس اور لاچار آدمی کی

پکار کو سننے والا۔ اور پکار سن کر مصیبت کو دور کرنے والا صرف اور صرف خداوند قدوس ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو غائبانہ پکار کو سنتا ہے۔ اور تکلیف دور کرتا ہے۔ وہ اللہ ہے ... پھر آخر میں فرمایا مگر بہت تھوڑے ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں..... اکثر تو وہ ہیں جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر مصائب اور تکالیف میں اوروں کو پکارتے ہیں.... .... وہ کلمہ میرا پڑھتے ہیں۔ مگر مشکل کشا، حاجت روا غیروں کو سمجھتے ہیں۔ .... کبھی حضرت علی کو پکارتے ہیں، کبھی حضرت حسین کو..... کبھی معین الدین چشتی کو..... کبھی بہاؤ الحق ملتانی کو..... کبھی علی ہجویری کو..... کبھی پاک پتن والوں کو..... کبھی سلطان باہو کو..... اور کبھی شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو .. یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہ اے شیخ عبد القادر تو مجھے اللہ کے لئے دے... کیونکہ اہل بدعت کا عقیدہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو تمام اختیارات حاصل ہیں۔ وہ مدد کرنے پر.... عطا کرنے پر قادر ہیں... چنانچہ بریلوی مذہب کے موجد مولوی احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب حدائق بخشش میں لکھتے ہیں

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو،
کُن اور سب کُن مکُن حاصل ہے یا غوث

غور فرمائیے صفت کُن صرف اور صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے.... وہی ہے جو کسی شیئ کو کہتا ہے کہ کُن.... ہو جا.... فَیَکُون پس وہ ہو جاتی ہے..... لیکن مولوی احمد رضا خان بریلوی کہتا ہے کہ یہ کُن والی صفت شیخ عبد القادر جیلانی کو حاصل ہے۔ اس سے بڑا کفر اور اس سے واضح شرک اور کیا ہوگا۔ کبھی یہ مشرک کہتا

یا معین الدین چشتی .... لگا دے پار کشتی

اور کبھی کہتا ہے

بڑی بڑی امام بڑی ...... میری کھوٹی قسمت کرو کھری

کبھی کہتا ہے میرا مریض تندرست ہو گیا تو داتا دربار پر دیگ اتاروں گا...
کبھی پیروں کی قبروں اور مزاروں پر پڑے ہوئے پتھر اپنے جسم پھیرتا ہے...
کبھی جالیوں سے سینہ لگاتا ہے..... یہ سب شرک ہے۔ اور تعلیمات نبی کے خلاف ہے...... قرآن یہ نہیں کہتا۔ بلکہ قرآن نے اور رسول رحمت نے یہی تعلیم دی کہ مصائب و مشکلات میں صرف اور صرف اللہ کو پکارو.... .... رنج اور دکھ میں صرف اللہ ہی کو پکارو..... اَلَم اور غم میں بغیر واسطہ اور وسیلہ کے صرف اسی کو بلاؤ.... شادی اور غمی میں بغیر وسیلہ کے صرف اور صرف اسی کو ندا دو... تخت اور تختہ پر پکار کے لائق صرف وہی ہے.... بیماری اور صحت میں صرف اسی کو بلاؤ.... مقدمات میں گھر جاؤ ...... تمہارا گھر اولاد کی نعمت اور رونق سے خالی ہو تو صرف اسی کو پکارو.. پیٹ بھر کر کھالو تو مشکل کشا وہی ہے... پکار کے لائق وہی ہے... اگر بھوکے ہو تب بھی پکار کے لائق وہی ہے...... ہر حالت میں دن کے اجالے میں رات کے اندھیروں میں.... جنگ کے میدانوں میں اور تہہ خانوں میں.... پکارو تو صرف اپنے پالنہار کو جو خالق کائنات ہے۔ جس کا علم وسیع ہے جو عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے.... جو غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ ہے... جو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے.... جو خَیْرُ الرَّازِقِیْن ہے.. جو اِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْن ہے ... جو داتا ہے.... جو گنج بخش ہے... غوث اعظم ہے.... غریب نواز ہے... لجپال ہے..... نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔

اور مانگنے والوں کو ان کے مانگنے سے زیادہ دیتا ہے . . . . . . تم نے کبھی دیکھا اور کتابوں میں پڑھا کہ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ ایک دعا مانگا کرتے تھے .

حضرت عمرؓ کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَوَفَاۃً فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ.

اے اللہ مجھے جب بھی موت دینا تو شہادت کی موت دینا ، اور موت بھی اپنے پیارے رسول کے شہر میں دینا . . . . . . فاروق اعظمؓ مانگ رہا ہے شہادت جو فاروق اعظمؓ عشرہ مبشرہ میں داخل ہے . . . . جس کا گھر اور خوبصورت ترین گھر رحمت کائنات نے جنت میں دیکھا تھا . . . . جس کے سائے سے بھی شیطان بھاگ جاتا ہے . ہاں وہی فاروق اعظمؓ جس کے مشوروں کی بارہا عرش سے تائید ہوئی ہے جو لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُؓ کا مصداق ہے . . . . . . وہ التجا اور تمنا کر رہا ہے کہ مولا مجھے شہادت کی موت عطا فرما (معلوم ہوا درجۂ شہادت اتنا عظیم اور اعلیٰ ہے کہ باوجود اتنی عظمت کے فاروق اعظمؓ اس کی تمنا اور آرزو کرتے ہیں)

آپ بھی یہ دعا مانگا کریں اور شہادت کی خواہش اور تمنا رکھا کریں ۔ حدیث میں آتا ہے جس شخص نے شہادت کی آرزو رکھی اور دعا مانگتا رہا اگر اس کو شہادت کی سعادت نصیب نہ بھی ہوئی تب بھی اللہ اسے لازماً شہیدوں کی جماعت میں اٹھائے گا .

دوسری دعا فاروق اعظمؓ نے مانگی کہ مولا موت جب بھی آئے تو تیرے نبیؐ کے شہر میں آئے . (مدینہ کی موت سے بہتر کسی جگہ کی موت نہیں . آپ بھی دعا کیا کریں کہ اللہ قبر کے لئے دو گز زمین جنت البقیع میں نصیب کر دے)

(حضرت سیدنا فاروقؓ دو دعائیں مانگتے ہیں . شہادت کی موت ، اور

موت بھی مدینہ کے اندر ...... پھر اللہ رب العزت نے دعا قبول کی یا نہیں؛ فرمایا میرے فاروق تونے اپنی استطاعت کے مطابق مانگا.... تونے اپنی طاقت کے مطابق دامن پھیلایا تو جتنا مانگ سکتا تھا تونے اتنا مانگا۔ اور میں مانگے سے زیادہ دینے کا عادی ہوں..... اس لئے شہادت کی موت بھی دونگا..... موت بھی مدینہ کے اندر دوں گا..... اور تیری قبر بھی محمد عربی کے ساتھ بنادوں گا۔

(سبحان اللہ)

دیکھا آپ نے حضرت عمرؓ نے اس تیسری چیز کے لئے تو دعا نہیں مانگی تھی۔ لیکن وہ داتا مانگے سے زیادہ دینے والا ہے... لیکن تجربہ شرط ہے....... وہ کہتا ہے بندے میرے دروازے پہ آکر دیکھ تو سہی..... مجھے پکار کے دیکھ تو سہی..... ہمارے ساتھ دوستی لگا کے دیکھ تو سہی..... مجھے مصائب میں آواز دے کے دیکھ تو سہی...... تیرے پکارنے میں دیر ہے تیرے دینے میں تو دیر نہیں ہے...... تو مانگ تو سہی پھر دیکھ تیرا دامن کس طرح بھرتا ہوں.... ...تیری آرزو کس طرح پوری کرتا ہوں..... تو مانگے گا کم مگر تیرا دامن مانگے سے زیادہ بھر دوں گا........

حضرت آدمؑ نے کس کو پکارا

وہ دیکھو! حضرت آدمؑ کو آسمان اور جنت سے دیس نکالا مل گیا ایک آدمؑ تھے اور ساتھ اماں حوا..... نسل انسانی کے صرف دو فرد۔ تیسرا کوئی مونس غمخوار نہیں تھا..... پھر قدرت خدا کی ان دونوں کو بھی جدا جدا کر دیا.. ... تین سو سال جدائی رہی..... پھر ذی الحجہ کی نو تاریخ تھی اور عرفات کا میدان .... جہاں یہ دونوں اکٹھے ہوئے۔ اور حضرت آدم نے اپنے رب سے کہا.. ... مولا تین سو سال تک تجھے منایا مگر تو راضی نہ ہوا مجھے تیرے منانے کا طریقہ یاد

ڈھنگ نہیں آیا اب توبتا تو کس طرح راضی ہوگا؟ پھر اللہ نے حضرت آدمؑ کو چند کلمے سکھائے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ o

اے ہمارے پالنہار ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تو اگر ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائینگے

غور کیجئے حضرت آدمؑ نے مصیبت اور پریشانی میں گھر کر براہ راست . . . . بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے اللہ کو پکارا . . . . . اس کے آگے درخواست کی . . . . . معلوم ہوا اللہ کا فرمان یہی ہے کہ مصائب و مشکلات میں اور پریشانی اور دکھ میں گھر جاؤ تو براہ راست اللہ ہی کو پکارو۔

(حضرت آدمؑ نے اپنی دعا میں کسی کا واسطہ اور طفیل پیش نہیں کیا۔ بعض لوگ جو روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے محمد کریم کا وسیلہ پیش کیا تھا۔ اور دعا تب قبول ہوئی تھی . . . . وہ روایت ضعیف ہے اور قابل اعتماد نہیں۔ قرآن حضرت آدمؑ کی دعا کا ذکر کرتا ہے۔ وہاں براہ راست لفظ رَبَّنَا کے ساتھ اللہ کو پکارنے کا ذکر ہے)

پھر خداوند قدوس نے حضرت آدمؑ کی دعا کو سن کر قبول فرمایا یا نہیں؟ صرف قبول نہیں فرمایا۔ بلکہ فیصلہ کیا کہ میرے آدم تو نے تو صرف اپنے لئے اور اپنی بیوی کے لئے مغفرت مانگی ہے اور میں انسان کو مانگنے سے زیادہ دینے کا عادی ہوں۔ اس لئے صرف تجھے اور تیری بیوی کو نہیں . . . . . . بلکہ تیری اولاد میں سے گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا انسان . . . . . . گناہوں میں لتھڑا ہوا انسان . . اسی تاریخ کو اسی میدان میں آکر تیری طرح مانگے گا میں اسے بھی گناہوں سے اس طرح پاک اور صاف کروں گا جیسے آج ماں کے پیٹ سے باہر

آیا ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انبیاء کی سیرت سے سبق ملتا ہے کہ ہر حالت میں صرف اور صرف اللہ کو پکارو۔

حضرت نوحؑ نے کس کو پکارا

حضرت نوحؑ نے پانی کی موجوں میں کشتی میں بیٹھ کر کسے پکارا تھا۔ قرآن گواہ ہے۔

حضرت نوحؑ نے کہا

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

لوگو اللہ کے نام سے ہے اس کشتی کا چلنا بھی اور ٹھہرنا بھی بے شک میرا پالنہار مولا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اس سے پہلے جب ان کی قوم نے انہیں بہت ستایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مارا۔ ۔ زخمی کیا۔ ۔ ۔ ۔ فتوے لگائے۔ ۔ ۔ ۔ پھبتیاں کسیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ان کی جدوجہد سے کوئی اثر نہ لیا تو حضرت نوحؑ نے اپنے رب کے آگے فریاد کرتے ہوئے کہا،

قرآن کہتا ہے

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝ (سورۃ قمر پ۲۷)

پس نوح نے پکارا اپنے رب کو مولا میں مغلوب ہوں تو میری مدد فرما

قرآن نے ایک اور مقام پر حضرت نوح کی پکار کا ذکر کیا ہے۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ۝ (سورۃ انبیاء)

اور حضرت نوحؑ نے اس سے پہلے پکارا پس ہم نے ان کی دعا کو قبول فرمایا پھر ہم نے ان کو اور ان کے پیروکاروں کو بڑے بھاری غم سے نجات عطا فرمائی۔

معلوم ہوا کہ حضرت نوحؑ نے کشتی کے اندر اور کشتی سے باہر۔ ۔ ۔ خشکیوں میں اور پانی کی موجوں میں براہ راست بغیر واسطہ اور وسیلہ کے صرف اور صرف

اللہ ہی کو پکارا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے کس کو پکارا

جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا۔ سامنے دہکتی ہوئی اور آسمان سے باتیں کرتی ہوئی آگ تھی..... یہ بے کس اور لاچار تھے کہ حضرت جبرائیل نے کہا، هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ۔ ابراہیم تیری کوئی حاجت ہے تو پیش کر..... ہم تیری مدد کو آگئے ہیں..... اگر آپ فرمائیں تو آسمان سے بارش برسا کر آگ کو راکھ بنا دیں۔ یا تیز آندھی چلا کر انگارے ان ظالموں کے گھروں میں پھینک دیں.......

سامعین گرامی! سامنے دہکتی ہوئی آگ ہو..... دشمن دیکھ رہا ہو ایسے وقت مدد پہنچ جائے اس سے بڑی خوشی کیا ہوگی۔ لیکن جب حضرت جبرائیل نے کہا هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ، تو اللہ کے خلیل نے بے نیازی سے جواب دیا کہ جبرائیل حاجت تو ہے مگر تیرے ساتھ نہیں نیلی چھت والے کے ساتھ ہے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا

حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

جبرائیل مجھے تیری ضرورت نہیں حَسْبِيَ اللّٰهُ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے بڑا بہترین کارساز ہے..... نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ..... بڑا اچھا مددگار ہے اور بہترین امدادی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے مصیبت اور دکھ کے وقت بغیر کسی وسیلے کے براہ راست اللہ ہی کو پکارا۔

پھر بڑھاپے میں اولاد کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنا دامن کس کے سامنے پھیلایا..... اللہ نے ابھی تک اپنے پیارے خلیلؑ کو اولاد کی نعمت سے

محروم رکھا تھا اور یہ واضح کیا تھا کہ اولاد کا خزانہ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کسی پیغمبر کے پاس ہے نہ کسی پیر کے پاس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کسی زندہ کے پاس اور نہ کسی مردہ کے پاس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نہ دوں تو اپنے خلیلؑ کو نہ دوں ۔ اور دینے پر آؤں تو بڑھاپے میں گود ہری کر دوں ۔

حضرت ابراہیمؑ نے مولا کے سامنے دامن پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں ۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

میرے پالنہار مجھے نیک بیٹا عطا فرما ۔

حضرت ابراہیمؑ نے اولاد کے لئے دامن اپنے رب کے سامنے پھیلایا

حضرت موسیٰؑ نے کس کو پکارا

نبوت عطا ہونے کے پہلے زبان اپنی زبان کی لکنت دور کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا ۔

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۔ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ۔

اے میرے پالنہار میرا سینہ کھول دے میرا معاملہ آسان فرما اور میری زبان کی گرہ کھول دے ۔

پھر جب حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلے اور سامنے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا ۔ پیچھے مڑ کے دیکھا تو فرعون کی فوج ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ آگے راستہ نہ پیچھے ہٹنے کا یارا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگے دریا دیاں موجاں تے پچھے فرعون دیاں فوجاں ۔ ۔ ۔ ۔ ساتھیوں نے کہا موسیٰ آج تم نے مروا دیا ۔ یہاں تو قبریں بھی نہیں بنیں گی ۔ یہ کاٹ کاٹ کے دریا میں پھینکے جائیں گے ۔ ۔ ۔ یہاں سے بھاگنے کا راستہ بھی کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مصیبت کے وقت جب

ساتھی بھی حوصلہ ہار گئے ..... حضرت موسیٰؑ نے کہا

كَلَّآ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ .... ایسا ہرگز نہیں ہوگا..... میرے ساتھ میرا رب موجود ہے وہ مجھے لازماً راستہ دکھائے گا۔

...... حضرت موسیٰؑ نے مصیبت اور دکھ کے وقت بغیر واسطہ اور وسیلہ کے اللہ ہی کو پکارا... اللہ نے پھر جواب دیا میرے کلیم تو نے صرف اپنے لئے راستہ اور نجات مانگی ہے..... میں تجھے دشمن سے نجات بھی دوں گا سمندر میں تیرے لئے خشک راستے بنادوں گا... اور تیرے دشمن کو تیری آنکھوں کے سامنے ہلاک بھی کر دوں گا۔

حضرت زکریاؑ نے کس کو پکارا

حضرت زکریا کی عمر ایک سو بیس سال ہے بیوی کی عمر نوے سال اور وہ بھی بانجھ۔

..... پیغمبر کی گود اولاد کی نعمت سے خالی، ساری زندگی تڑپ تڑپ کر گزار دی.. .... اولاد کے لئے ترستے رہے، مگر نہ بیٹا ہوا اور نہ بیٹی، اس لئے کہ یہ خزانہ اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ نہ کوئی پیغمبر اولاد دینے پر قادر ہے اور نہ کوئی پیر وفقیر۔

...... ایک روز حضرت زکریاؑ اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں معصوم بچی مریمؑ رہتی تھی۔ آپ نے اس معصوم مریم کے پاس بند کمرے میں بے موسم پھل دیکھے تو حیرانگی سے پوچھا

یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ...... مریم ان پھلوں کا موسم کوئی نہیں۔ پھر تیرے پاس بند کمرے میں یہ کہاں سے اور کیسے آگئے... معصوم مریمؑ نے جواب دیا

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ...... یہ پھل اس کی طرف سے آئے ہیں جو موسموں کا پابند نہیں.... قانون کا پابند نہیں، بلکہ قدرتوں کا مالک ہے...

... بس مریم نے بات کی اور حضرت زکریا کے دل میں اتر گئی۔ بیٹے کی تمنا نے ایک

مرتبہ پھر انگڑائی لی.... کہ بیٹا لینے کا موسم تو میرا ابھی نہیں...... موسم کب کا گزر گیا.... جوانی ڈھل گئی..... قوتیں کمزور پڑ گئیں..... لیکن جس نے بیٹا دینا ہے وہ موسموں کا پابند نہیں، اگر اس معصوم لڑکی کو بند کمرے میں بے موسم پھل دے سکتا ہے تو مجھے بھی بڑھاپے میں بیٹا عطا کر سکتا ہے۔

قرآن کہتا ہے

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا...... جب زکریا نے اپنے بیٹے کے لئے اپنے رب کو پکارا آہستہ آہستہ کہ کہیں کوئی سن نہ لے۔ اگر کسی نے سن لیا تو کیا کہیگا کہ دیکھو یہ بوڑھا اس عمر میں بیٹا مانگ رہا ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا۝

عرض کیا میرے پالنہار میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور سر کے بال سفید ہو گئے (سر کے بالوں کا ذکر اس لئے کیا کہ تجربہ شاہد ہے کہ سر کے بال ڈاڑھی کے بالوں کے بعد سفید ہوتے ہیں۔ حضرت زکریا کہنا چاہتے تھے مولا اب تو سر کے بال بھی سفید ہو گئے یعنی بڑھاپے کی انتہا ہو گئی) وَامْرَاَتِیْ عَاقِرًا اور مولا بیوی میری بانجھ ہے وہ بچہ جننے کے قابل نہیں... لیکن مولا میں تیرے دروازے سے مایوس اور نا امید نہیں ہوں۔

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا... رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ.....

مولا مجھے پاکیزہ ذریہ.... میرا بوجھ بٹانے والا بیٹا عطا فرما بے شک پکاروں کو سننے والا تو ہی ہے۔

سامعین گرامی.... حضرت زکریا نے اولاد کے لئے کس کو پکارا؟
صرف اور صرف اللہ کو پکار کر سمجھایا لوگو! اولاد دینے والا... پکار و نکو سننے
والا اللہ ہی ہے.. اولاد مانگنے کے لئے دربار دل مزاروں پر دھکے کھانے
والو... اولاد کے لئے تعزیلے اور تابوت پر نیازیں چڑھانے والو.....
اولاد کے لئے گھوڑے کے سامنے درخواست کرنے والو...... اولاد کے
لئے غیر اللہ کے دروازے کھٹکھٹانے والو... حضرت زکریاؑ کے واقعہ سے
عبرت حاصل کرو..... اگر اولاد کا خزانہ اللہ کے سوا کسی اور کے اختیار میں
ہوتا تو حضرت زکریاؑ ایک سو بیس سال تک اس نعمت کے لئے نہ ترستے۔
اگر زندہ پیغمبر کے اختیار میں اولاد کا دینا نہیں ہے تو کسی مُردہ پیر و فقیر یا زندہ
ولی کے اختیار میں اولاد کا خزانہ نہیں ہے...... اولاد دینے والی ذات صرف
اور صرف اللہ کریم کی ہے.

پھر حضرت زکریاؑ کی اس دعا اور پکار کا جواب خالق کائنات نے دیا یا نہیں
ہاں جواب دیا اور اسی وقت دیا فرمایا

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى

اے زکریا آپ نے صرف بیٹا مانگا ہے اور مَیں تجھے بیٹا بھی دوں گا۔
آسمانوں سے نام بھی رکھ کر دوں گا اور پھر اُس کے سر پر تاج نبوت بھی سجاؤں گا۔

حضرت ایوبؑ نے کس کو پکارا

حضرت ایوبؑ بیمار ہوئے اور بیماری
بھی ایسی کہ گاؤں والوں نے اٹھا
باہر پھینک دیا (کچھ علماء کا خیال ہے کہ یہ بیماری کیڑوں کی صورت میں تھی۔ جو
حضرت ایوبؑ کے جسم میں پڑ گئے تھے اور وہ کیڑے جسم کو کھاتے رہتے تھے۔
لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب ہمارا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ پیغمبر کے جسم کو وفات

کے بعد بھی کیڑے نہیں کھا سکتے اور اللہ اس جسم کو محفوظ رکھتا ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زندہ پیغمبر کے جسم کو کیڑے کھائیں۔ قرآن و حدیث جب اس بیماری کی تفصیل اور وضاحت نہیں کر رہے تو ہمیں اپنے طور پر بیماری کا تعین نہیں کرنا چاہیئے۔ بس کوئی بیماری تھی جو اللہ کے اس صابر پیغمبر کو لگ گئی تھی)

اب حضرت ایوبؑ گاؤں سے باہر جنگل میں ہیں۔ صرف ایک بیوی ہے جو گاؤں سے روٹی مانگ کر لاتی ہے اور اپنے خاوند کو کھلاتی ہے۔ ۔ ۔ اللہ اکبر ۔ ۔ ۔ امتحان اور آزمائش مقصود تھی نا؟ اس لئے بیماری میں خدمت کرنے والی اولاد کو اللہ تعالے نے پہلے ہی اپنے پاس بلا لیا۔ پیغمبر کو اولاد کی جدائی کا صدمہ بھی اٹھانا پڑا۔ اور اب اپنی جان پر بنی ہوئی ہے۔۔۔۔ لیکن اٹھارہ سال تکلیف اور بیماری دکھ اور مصیبت میں اللہ کا صابر پیغمبر ایک دن بھی اپنے خالق سے شکوہ و شکایت نہیں کرتا۔۔۔۔۔ نہ گھبراتا ہے۔۔۔۔۔۔ نہ واویلا کرتا ہے۔۔۔۔ بلکہ بڑے صبر سے ہر دکھ جھیل رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔ ہر مصیبت برداشت کر رہا ہے۔۔۔۔ پھر ایک روز شیطان نے اپنا جال پھیلایا۔۔۔۔ ان کی بیوی کے راستے میں بیٹھ گیا۔۔۔۔ جنات انسانی صورت میں اُسکے گرد اگر دا کٹھے ہو گئے۔ ایک رونق سی لگ گئی۔۔۔۔۔ میلہ سا لگ گیا۔۔۔۔ یوں لگتا کسی مزار پر عرس لگا ہوا ہے۔۔۔۔ خود ابلیس ایک "نورانی" بزرگ کی صورت میں بیٹھ گیا۔ اور جنات مریدوں کی طرح چاروں طرف بیٹھ گئے۔۔۔۔ حضرت ایوبؑ کی بیوی نے یہ منظر دیکھا حیران ہو گئی کہ میں روزانہ یہاں سے گزر کر جاتی ہوں لیکن یہاں کوئی شخص بھی نہیں ہوتا اور آج لوگوں کا جمگھٹا ہے۔۔۔۔ یہ بھی قریب گئی۔ اس نے دیکھا کہ مصیبت زدہ۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ مدتوں کے بیمار اس بزرگ کے پاس آتے ہیں۔ اپنی التجا پیش کرتے ہیں اور وہ بزرگ چھو کرتا ہے اور بیمار فوراً تندرست ہو جاتا ہے (جنات مصنوعی بیمار بن کر آتے تھے اور یہ سب کچھ حضرت ایوبؑ کی بیوی کو ورغلانے کے لئے وہ مکر و فریب کر رہے تھے)

اس نے دیکھا تو یہ اور قریب ہوئی۔ اور کہا بابا میرا ایک خاوند ہے ۔۔۔۔۔ اٹھارہ سال سے بیمار ہے۔۔۔۔ چلنے پھرنے سے عاجز ہے۔۔۔۔ تو بڑا پہنچا ہوا بزرگ ہے تیری چھو میں بڑی تاثیر ہے۔ تیرے ہاتھ میں بڑی برکت ہے۔۔۔ تو میرے خاوند کے لئے کچھ کر سکتا ہے!۔۔۔۔۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔۔۔۔ بی بی میں تو بیٹھا ہی تیرے لئے ہوں۔۔۔۔۔ یہ سارا ڈھونگ رچایا ہی تیرے لئے ہے۔ تو اسے میرے پاس لے آ۔۔۔۔ لیکن اُسے فوراً خیال آیا کہ اللہ کا پیغمبر ہے آئیگا تو نہیں۔۔۔۔۔۔ اس لئے کہنے لگا اگر نہ آ سکے نا ۔۔۔۔۔ تو پھر وہیں میرے نام کا ایک بکرا ذبح کر دینا۔ تیرا خاوند تندرست ہو جائیگا (یہ پہلا بکرا تھا جو غیر اللہ کے لئے بطور نذر ذبح کرنے کا ابلیس نے کہا تھا۔ اور آج ہمارے دور میں جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ بکرا حضرت صاحب کے عرس کے لئے رکھا ہوا ہے یہ سب ابلیس کی نقالی ہے)

بی بی بڑی خوش خوش حضرت ایوبؑ کے پاس آئی اور کہا سرتاج کام بن گیا۔۔۔۔۔ کہا کیسے۔۔۔۔۔ کہنے لگی ایک بزرگ ملے تھے ان کے ہاتھ میں بڑی برکت اور چھو میں بڑا اثر ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میرے نام کا ایک بکرا ذبح کر دینا تیرا خاوند تندرست ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت ایوبؑ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ نوبت بایں جا رسید" شیطان نے بھی جال پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ اب حضرت ایوبؑ نے پکارا کس کو؟

اپنے خالق کائنات کو

اللہ رب العزت نے حضرت ایوبؑ کی اس پکار کو قرآن میں ذکر فرمایا

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

اور حضرت ایوبؑ نے بیماری میں پکارا اپنے پالنہار کو کہ مولا مجھے تکلیف اور مصیبت لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنیوالا ہے مجھے صحت عطا فرما......

معلوم ہوا کہ بیماری اور دکھ میں انسان گھبر جائے تو درباروں...مزاروں.....قبروں.....آستانوں.....تعزیوں.....تابوتوں پر نذریں چڑھا کر شفا نہیں مانگنی.....شاہ جیونہ اور لعہ تاؤن نہیں جانا.....کسی قبر کے گیٹے اور پتھر بدن پر نہیں ملنے.....قبروں، مزاروں کی خاک اور مٹی نہیں چاٹنی...کسی نبی...ولی...پیر و فقیر اور پیغمبر...کسی زندہ یا مردہ کو غائبانہ نہیں پکارنا..حضرت ایوبؑ کی طرح صرف اللہ ہی کو پکارنا ہے۔ کیونکہ جب بیماری دینے والا وہی ہے تو پھر شفا دینے والا بھی وہی ہے...اللہ کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں شفا عطا کرنا ہوتی تو حضرت ایوبؑ کبھی بیمار نہ ہوتے اور نیک بندوں پر کبھی تکلیف اور مصیبت ہی نہ آتی.....پھر حضرت ایوبؑ بیمار ہوئے تو اللہ کو پکار کر ثابت کیا۔ لوگو تم بھی جب بیمار ہو جاؤ اور دکھ میں گھبر جاؤ تو میری طرح بغیر کسی واسطہ اور وسیلہ کے اللہ ہی کو پکارنا....اس لئے کہ اس کے سوا پکاروں کا سننے والا بھی کوئی نہیں، اور سن کر مصیبت کو دور کرنے والا بھی کوئی نہیں....

سامعین گرامی حضرت ایوبؑ کے اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ پکار یعنی قولی عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت یونسؑ نے کس کو پکارا

حضرت یونسؑ اللہ کے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنے شہر سے چل کھڑے ہوئے۔

راستے میں دریا پار کرنے کے لئے کشتی میں سوار ہو گئے۔۔۔ کچھ آگے جا کر کشتی بھنور میں پھنس گئی ہچکولے کھانے لگی۔۔۔۔۔۔ تیز موجوں کی لپیٹ میں آئی۔۔۔۔ اس دور کے دستور کے مطابق ایک شخص کو سمندر کی لہروں کے حوالے کرنا ہوتا تھا اور حوالے بھی اس شخص کو جو اپنے مالک کو ناراض کر کے آیا ہو۔۔ ۔۔۔۔ چنانچہ اس کے لئے قرعہ اندازی کی گئی۔ تو قرعہ میں نام نکل آیا۔۔۔۔۔۔ حضرت یونسؑ کا۔۔۔ کشتی والے لوگ اچھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ یار کتنی خوبصورت شکل والا ہے۔۔۔۔۔ کتنا نیک سیرت ہے۔۔۔۔ نورانی صورت ہے اسے نہ پھینکو، دوبارہ قرعہ اندازی کر لو۔۔۔۔۔۔ دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی تو نام پھر حضرت یونسؑ کا نکلا۔۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا تیسری بار قرعہ اندازی کر لو۔۔۔۔۔

تیسری بار قرعہ اندازی میں بھی نام حضرت یونسؑ کا نکلا۔۔۔۔۔ اب صورت حال کچھ یوں بن گئی کہ پیغمبر کشتی کے اندر رہتے تو کشتی ڈوبتی ہے اور اگر پیغمبر کو کشتی سے باہر نکال دو تو کشتی تیرتی ہے۔۔۔۔۔ اللہ نے مسئلہ سمجھایا لوگو! کشتی کا ڈبونا اور پار لگانا نہ کسی پیغمبر کے اختیار میں نہ کسی پیر کے اختیار میں یہ صرف اور صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔۔۔۔۔ اگر کشتی کا پار لگانا کسی نبی۔ ولی۔ پیر۔ فقیر، پیغمبر کسی زندہ یا مردہ کے ہاتھ میں ہوتا تو حضرت یونسؑ کی کشتی کبھی بھنور اور گرداب میں نہ پھنستی۔۔۔۔۔ آج کا بدعتی افسانے گھڑتا ہے۔۔۔۔۔۔ آج کا جاہل ملاں قصّے سناتا ہے۔۔۔۔۔ کبھی کہتا ہے شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے بیڑا غرق کر دیا تھا اور پوری برات کو صرف اس لئے غرق کیا تھا کہ ایک مائی نے ان کی گیارہویں نہیں دی تھی۔۔۔۔۔۔ سبحان اللہ! یہ ہے اولیاء اللہ کی شان! کہ

ایک مائی کی غلطی کی سزا پوری برات کو دی ...... اور انہیں دریا میں غرق کر دیا اور پھر بارہ سال کے بعد برات کو زندہ باہر نکال لیا۔

لطیفہ: ہماری جماعت کے ایک بزرگ ہوتے تھے۔ مولانا اللہ داد گجرات کے علاقہ سے تعلق تھا...... بڑے بڑے علما کے ساتھ رہتے تھے۔ اللہ نے حاضر جوابی کی صفت سے نوازا تھا۔ طبیعت مرنجان مرنج پائی تھی...... ظریفانہ مزاج تھا...... وہ سنایا کرتے تھے کہ میں اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہٗ ایک تبلیغی پروگرام سے واپس آرہے تھے۔ جمعرات کا دن تھا راستے میں ایک جگہ پر کشتی کا سفر درپیش تھا۔ ہم تینوں کشتی میں بیٹھ گئے۔ کشتی کچھ ہی آگے گئی کہ وہ بھنور میں آگئی۔ اور کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ مسافر جو کشتی میں سوار تھے سب گھبرا کر بغداد کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور لگے شیخ عبدالقادر جیلانی رح کو پکارنے....... میں اُن لوگوں کی طرف ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا...... انہوں نے حیرانگی سے مجھے دیکھا اور کہا ہم بغداد کی طرف منہ کر کے بغداد والے کو پکار رہے ہیں اور تو ہماری طرف ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہے کیا وجہ ہے...... میں نے کہا کہ ہم تینوں خطیب ہیں اور کل جمعہ ہے اور ہم نے اپنے شہر میں جا کر جمعہ پڑھانا ہے اس لئے کسی ایسے بزرگ کو بلاؤ جو کل تک کشتی پار لگا دے۔ جس کو تم بلا رہے ہو اس کی عادت میں جانتا ہوں، وہ پہلے بارہ سال غرق کرتا ہے پھر مرضی میں آئے تو باہر نکالتا ہے)

جاہل ملاں بدعتی نے اپنے معتقدوں اور مریدوں کو پڑھایا کہ

یا معین الدین چشتی	تے	پار لگا دے کشتی
بہاؤ الحق	تے	بیڑا دھک
لے یارھویں آلے داناں	تے	ڈبی ہوئی تر جائیگی۔

لوگو یہ سب افسانے ہیں ..... جھوٹ ہے ..... فریب ہے .....
دھوکہ ہے ...... شرک کی تعلیم ہے ...... حقیقت یہ ہے کہ کشتی کا ڈبونا
اور پار لگانا کسی نبی، ولی کے اختیار میں نہیں ہے. یہ اختیار اور قدرت صرف
اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے.

خیر جی! میں عرض کر رہا تھا کہ جس کشتی میں حضرت یونسؑ بیٹھے تھے وہ
بھنور میں آگئی. اور تین دفعہ قرعہ اندازی کے بعد جب حضرت یونسؑ کا نام نکلا تو
انہوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا..... اللہ رب العزت نے ایک مچھلی
کو حکم دیا کہ میرے یونسؑ کو لقمہ بنالو..... لیکن دیکھنا تیرے پیٹ میں پتھر ہضم
لکڑ ہضم، کانٹے ہضم، مگر میرے یونسؑ کا ایک بال بھی بیکا نہ ہو......
...اب حضرت یونسؑ تین اندھیروں میں گھر کر کس کو پکارتے ہیں؟ قرآن
اس پکار کا ذکر کرتا ہے.

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ
كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

یونسؑ نے پکارا اندھیروں میں کہ مولا تیرے سوا اللہ (یعنی معبود جو غائبانہ پکار
سن سکے) کوئی نہیں، تیری ذات شرکیوں سے پاک ہے...... پھر اللہ
تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی پکار کو سن کر انہیں اس تکلیف اور پریشانی سے
نجات عطا فرمائی..... اور ساتھ یہ وعدہ بھی فرمایا

وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ..... جو مومن آدمی مصائب اور
پریشانیوں میں مبتلا ہو کر حضرت یونسؑ کی طرح خالص میری پکار کریگا ہم اسے بھی
یونسؑ کی طرح مصیبت سے نجات عطا فرمائیں گے...

معلوم ہوا مصیبت سے نجات دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اگر غیر اللہ

مصیبت سے نجات عطا کر سکتے ہوتے تو حضرت یونسؑ خود مصیبت میں کبھی نہ گھبرتے۔

حضرت محمد رسول اللہؐ نے کس کو پکارا

میں نے کئی انبیاء کرام کے واقعات آپ کے سامنے بیان کئے کہ ان پر مصائب آئے۔۔۔ دکھ آئے۔۔۔۔ بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔۔۔۔ اولاد کے لئے بے قرار ہوئے تو براہ راست اللہ کو پکارا۔۔۔۔ وہ سب اللہ کے محتاج تھے۔۔۔۔ مجبور تھے۔۔۔۔ ہر حال میں انہوں نے اپنے اللہ سے مدد مانگی۔۔۔۔ اب شاید کسی کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ ان تمام انبیاء کرام سے درجہ اور مقام تو ہمارے رسولِ انورؐ کا زیادہ ہے۔۔۔۔ ان کا تعلق اللہ سے بہت زیادہ ہے۔ یہ اللہ کے محبوب ترین رسول ہیں شاید ان کو کچھ اختیار اللہ تعالیٰ نے دیئے ہوں۔ اور یہ مصائب اور مشکلات کو ہٹا سکتے ہوں۔۔۔۔ تو قرآن نے کئی مقامات پر اس خیال کی بھی تردید فرمائی۔

احادیث کی کتب میں موجود ہے کہ میدان بدر میں جب مسلمانوں کی قلیل تعداد۔۔۔ بے سر و سامان۔۔۔۔ ایک ہزار مسلح جنگجو لشکر کے سامنے تھی تو رسولِ انورؐ نے اتنی عاجزی۔۔۔۔ لجاجت۔۔۔۔ اور خشوع و خضوع کیساتھ اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلائے تھے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگی تھی۔۔۔۔۔ تمام رات سر سجدہ میں رکھ کر آنکھوں سے آنسو بہا کر اپنے رب کے سامنے فریاد کرتے رہے کہ

اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ لَنْ تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا۔

اے میرے مولا اگر آج میری یہ جماعت کام آگئی اور تو نے اپنی مدد کے ذریعے ان کو فتح عطا نہ کی تو دنیا میں تیری خالص عبادت کرنیوالا کوئی نہ رہیگا۔۔

......مولا ان کی مدد فرما...... دعا مانگتے مانگتے چادر مبارک کاندھے سے گر گئی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے چادر کو درست کیا اور عرض کیا یارسول اللہ! سر مبارک اٹھائیے۔ اللہ آپ کی دعا کو رد نہیں فرمائیگا

(امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ فرمایا کرتے تھے جب میں شمائل ترمذی میں اپنے رسول انورؐ کی سیرت و صورت کو دیکھتا ہوں۔ آپ کے معجزات اور کمالات کو دیکھتا ہوں تو میرا دل کرتا ہے کہ اتنے باکمال اور حسین ترین شخص کو سجدہ کروں...... لیکن پھر بدر کے میدان کو دیکھتا ہوں کہ یہی باکمال اور صاحب جمال گڑگڑا کر کسی اور کے سامنے سجدہ ریز ہے تو میرا دل کہتا ہے کہ تو بھی اس کا سجدہ کر جس کے سامنے یہ جھکا ہوا ہے)

رحمت کائنات نے جنگ کے میدان میں مدد کے لئے پکارا تو صرف اللہ کو..... اور پھر اللہ نے اپنے محبوب کی دعا.. فریاد التجا کو قبول کر کے آسمانوں سے فرشتے اتار کر مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

○ ایک اور موقعہ پر جب رحمت کائنات اور سیدنا ابوبکر غار ثور میں چھپے ہوئے تھے۔ اور دشمن غار کے دہانے تک پہنچ گئے تھے: رحمت عالمؐ ابوبکرؓ کی جھولی میں سر رکھ کر بے خطر سوئے ہوئے تھے...... سیدنا صدیق اکبرؓ نے غار کے منہ پر آئے ہوئے دشمنوں کو دیکھا تو فکر مند ہوئے کہ انہوں نے اپنی نگاہیں نیچی کیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ اور اگر انہوں نے دیکھ لیا تو رسول انورؐ کو نقصان پہنچائینگے ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آئے اور رحمت کائناتؐ کے رخسار انور پر گرے آپ اٹھے.. حقیقت حال معلوم ہونے پر فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ابوبکرؓ میرے دوست غم نہ کر.... تو کیا سمجھتا ہے کہ اس غار میں تو اور میں دو ہی موجود ہیں.... نہیں إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا تیسرا ہمارا اللہ بھی ہمارے ساتھ

ہے وہ ہمیں اس طرح دشمن کے حوالے نہیں کریگا۔۔۔۔۔

رحمت کائنات ؐ نے مصیبت اور پریشانی کے عالم میں اپنے اللہ کو پکارا۔۔ اپنے اللہ سے مدد مانگی۔۔۔ پھر خداوند قدوس نے مدد کی یا نہیں ؟ اسی وقت مدد کو پہنچا۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ مدد کی صورت یہ بنی کہ غار کے منہ پر کڑی نے جالا تن لیا اور کبوتری نے انڈے دے دیئے۔۔۔۔ کافروں نے سمجھا کہ اس غار میں کوئی داخل ہی نہیں ہوا۔۔۔۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے آسمان سے فرشتوں کو اتارا کہ جس غار میں میرا محبوب ہے تم اس کے منہ پر صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاؤ تا کہ کافر میرے نبی ؐ اور ابوبکرؓ کو نہ دیکھ سکیں۔

سامعین گرامی۔۔۔۔ تمام انبیاء کرام ؑ نے خود بھی مصیبت و دکھ میں بغیر واسطہ اور وسیلہ کے اللہ کو پکارا۔ اور امت کو بھی یہی سبق دیا کہ غائبانہ پکار صرف اور صرف اللہ کی ہونی چاہیئے۔۔۔۔۔۔ اسی طرح رحمت کائنات نے بھی ہر مصیبت اور ہر تکلیف اور ہر پریشانی کے وقت اپنے رب ہی کو پکارا۔۔۔ اور امت کو بھی یہی سبق دیا کہ مدد مانگو تو صرف اللہ سے۔۔۔۔۔ پکارو تو صرف اللہ کو۔۔۔ غائبانہ سوال کرو تو صرف اللہ سے۔۔۔۔ شفا مانگو تو صرف اللہ سے۔۔۔۔۔ مقدمات سے رہائی مانگو تو صرف اللہ سے۔۔۔۔ اولاد کا سوال صرف اللہ سے۔۔۔ اور میرے بھائی ہمارے محبوب اور عظیم پیغمبر ؐ نے تو اتنی نکھری ہوئی توحید کا سبق دیا ہے کہ تیری جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اپنے اللہ سے مانگ اس لئے کہ جوتی کا تسمہ اگر وہ نہ دینا چاہے تو پوری کائنات مل کر تجھے جوتی کا تسمہ بھی نہیں دے سکتی۔ ارشاد نبوی ہے

وَلْيَسْئَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتّٰى شِسْعِ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ فَاِنْ لَّمْ يُيَسِّرْهُ لَمْ يَتَيَسَّرْ

میری امت کے لوگو! تم میں سے ہر شخص اپنی ہر حاجت اپنے رب سے
مانگے یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ کے سوا کسی سے نہ مانگے
...... کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ اگر جوتی کا تسمہ وہ نہ دینا چاہے تو پوری دنیا
مل کر تجھے جوتی کا تسمہ بھی نہیں دے سکتی ...... حد ہوگئی۔ اس رسول کا امتی
کہلانے والا ..... عشق رسول کا دعویدار آج شفا کے لئے دَر دَر دھکے کھاتا ہے
...... اس کے نبیؐ نے کہا تھا جوتی کا تسمہ بھی اللہ کے سوا کسی سے نہ مانگنا اور یہ
اولاد غیر اللہ سے مانگتا ہے ...... اس کے نبیؐ نے فرمایا تھا ساری کائنات
مل کر تجھے جوتی کا تسمہ بھی نہیں دے سکتی۔ مگر یہ کہتا ہے کہ مجھے جو کچھ دے رکھا ہے
میرے حضرت صاحب کی نظر کرم ہے ...... یہ برکات دہندہ اور دل کو
سمجھتا ہے ..... یہ جانوروں تک کو مشکل کشا مان بیٹھا ہے ...... ہائے
ہائے رحمت کائنات کی تعلیم کیا تھی اور آج کے مسلمان کا عقیدہ و نظریہ کیا سے
کیا بن گیا ہے ......

...... میں یہ بیان کر رہا تھا کہ عبادت کی تیسری قسم ہے ... قولی عبادت یعنی پکار
..... دعا ..... ندا اور دوسری عبادتوں کی طرح یہ عبادت بھی اللہ کا حق ہے ...
غائبانہ پکار سننے والا وہی ہے ...... بغیر کسی اسباب ٹیلی فون۔ وائرلیس کے
ندا سننے والا وہی ہے ...... اور پکار کو سن کر قبول کرنے والا بھی وہی ہے
..... اب اگر کوئی شخص غائبانہ کسی نبی۔ ولی کو پکارتا ہے ...... کسی
زندہ یا مردہ کو غائبانہ پکارتا ہے ...... قبر سے دور یا قبر کے نزدیک کسی پیر و پیغمبر
کو پکارتا ہے کہ میری پکار کو سن رہے ہیں اور میری مدد کرنے پر قادر بھی ہیں تو یہ شرک
ہو جائیگا۔ اور پکارنے والا مشرک ہو جائیگا ..... اس لئے غائبانہ پکار عبادت
تھی جب غیر اللہ کو پکارا تو یہ غیر اللہ کی عبادت ہوگئی اور غیر اللہ کی عبادت کلمے کا

دسویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا رِسَالَۃَ بَعْدَ رِسَالَتِہٖ وَلَا شَرِیْعَۃَ بَعْدَ شَرِیْعَتِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفَوْا عَھْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔
اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔

حضرات گرامی قدر ۔ ۔ ۔ ۔ گذشتہ کئی خطبات میں آیۃ الکرسی کی تشریح و تفسیر کے سلسلہ میں آیۃ الکرسی کے پہلے جملے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ کا مفہوم و تفسیر آپ سماعت فرما چکے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ ربُّ العزت نے یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ پوری کائنات میں ، زمین و آسمان میں بحر و بر میں کوئی بھی الٰہ نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ الٰہ صرف اور صرف ایک اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کوئی نبی الٰہ ہے نہ کوئی ولی الٰہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کوئی پیغمبر الٰہ ہے نہ کوئی پیر الٰہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کوئی فرشتہ الٰہ نہ کوئی جن الٰہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کوئی دیوی الٰہ ہے نہ کوئی دیوتا الٰہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کوئی شجر الٰہ ہے نہ کوئی حجر الٰہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ حضرت علی الٰہ ہیں نہ حضرت عیسیٰؑ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت حسینؓ بھی الٰہ نہیں ۔ ۔ ۔ حضرت فاطمہؓ بھی الٰہ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عزیر الٰہ نہیں نہ حضرت مریم الٰہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ساری کائنات کے سردار ۔ ۔ امام الانبیاء سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی الٰہ بننے کے لائق نہیں ہیں ۔ ۔ ۔ ۔

اللہ رب العزت نے آیۃ الکرسی میں یہ دعویٰ فرمایا ہے ۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ہم نے اس کلمہ کی فضیلت و اہمیت کا تذکرہ کیا ، اور

بڑی تفصیل کے ساتھ الٰہ کا مفہوم و مطلب واضح کیا۔ کہ الٰہ وہ ہوتا ہے جو معبود ہو۔ اور معبود میں دو صفتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ وہ عالم الغیب ہو۔ غائبانہ ہماری پکاریں سنتا ہو۔ اور دوسری صفت یہ ہے کہ مختار کل ہو۔ نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہو۔۔۔۔۔۔ جب یہ دونوں صفتیں اللہ کے سوا کسی اور میں نہیں پائی جائیں تو پھر اس کے سوا الٰہ بھی کوئی نہیں۔۔۔۔ الٰہ کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔۔۔ الٰہ وہ ہوتا ہے جو غائبانہ پکاریں سنتا ہو۔۔۔۔۔ جو مختار کل ہو۔۔۔۔۔ جو نفع و نقصان کا مالک ہو۔۔۔۔۔ بیماری و شفا دینے والا ہو۔۔۔۔۔ الٰہ وہ ہوتا ہے جس سے غائبانہ امیدیں وابستہ کی جائیں۔۔ ۔۔۔ جس کو اٹھتے بیٹھتے مصائب و مشکلات میں پکارا جائے۔۔۔۔ الٰہ وہ ہوتا ہے جو فریاد رس ہو۔۔۔۔۔ داتا ہو۔۔۔۔۔ دستگیر ہو۔۔۔ غوث اعظم ہو۔۔۔۔ الٰہ وہ ہوتا ہے جو برکات دینے والا ہو۔۔۔۔ مُعطی اور مانع ہو۔۔۔ الٰہ وہ ہوتا ہے جو حاضر و ناظر ہو۔۔۔۔ عالم الغیب ہو۔۔۔۔ اولاد دینے والا ہو۔۔۔۔ جب اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جو غائب سے میری پکار کو سنتا ہو۔۔۔۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں، نہ کوئی نبی، نہ کوئی ولی، نہ کوئی پیر نہ کوئی پیغمبر نہ کوئی جن، نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی زندہ، نہ کوئی مردہ جو غائبانہ پکاریں سنتا ہو۔۔۔ عالم الغیب ہو۔۔۔۔ حاضر و ناظر ہو۔۔۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جو مشکل کشا ہو۔۔۔۔ حاجت روا ہو۔۔۔۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جو اولاد دینے پر قادر ہو۔۔۔۔۔ بیماری سے شفا دے سکتا ہو۔۔۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جو برکتیں دینے والا ہو۔۔۔ مقدمات سے رہائی دلانے والا ہو۔۔۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جو مختار کل ہو۔۔۔ جو نفع و نقصان دے سکتا ہو۔۔۔ اللہ کے سوا سجدہ و رکوع کے لائق کوئی نہیں۔۔۔ نذر و نیاز

کے لائق کوئی نہیں.....

دعویٰ دلائل سے منوایا

یہ خداوندِ قدوس نے دعویٰ فرمایا ہے کہ میرے سوا الٰہ اور کوئی نہیں، پھر اللہ رب العزت نے اپنے دعویٰ کو منوانے کے لئے دھینگا مشتی نہیں کی... جبر و کراہ سے اپنا دعویٰ تسلیم نہیں کروایا..... ڈنڈے کے زور سے نہیں منوایا... کہ مَیں کائنات کا رب کہتا ہوں... لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اس لئے اسے تسلیم کرلو ورنہ! زور سے اور قوت و طاقت سے منواؤں گا. اور تمہیں ماننا ہوگا..... تم کون ہوتے ہو نہ ماننے والے..... تم کون ہو انکار کرنے والے... اس طرح نہیں منوایا، بلکہ اپنے دعویٰ کو روشن اور واضح دلائل سے ثابت کیا ہے. اور دلائل کی دنیا میں گفتگو کرکے اپنے دعویٰ کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا ہے.... اصولاً گواہ پیش کرنے بھی مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں. اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے دعوے پر دلائل کو بطور گواہ پیش کیا ہے. اور دلائل بھی ایسے دیئے جن کا تعلق انسانی عقل سے ہے.... اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے پیچیدہ دلائل نہیں دیئے کہ عالم سمجھ جائیں اور جاہل نہ سمجھ سکیں.... فلسفیانہ اور منطقیانہ گفتگو نہیں کی.... بلکہ عقلی اور عام فہم دلائل دیئے تاکہ عالم بھی سمجھ جائیں اور جاہل بھی سمجھ جائیں..... شہری بھی سمجھ جائیں اور دیہاتی بھی محروم نہ رہیں. ... ایسے دلائل دیئے جن کو پڑھ کر اور سُن کر معمولی عقل اور معمولی دماغ رکھنے والا انسان بھی مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے. ایک مسلمان بھی ان دلائل سے مطمئن ہو کر اپنے ایمان و یقین کو مستحکم کر سکتا ہے. اور کافر و مشرک بھی ان دلائل کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتا..... اگرچہ ضد و عناد اور بغض و حسد کی بنا پر ایک کافر انکار کر دے گا. اور مسئلہ توحید کو تسلیم نہیں کرے گا لیکن

دلائل کی حقانیت سے منکر نہیں ہو سکتا۔ ۔ ۔ ۔ اتنے ظاہرہ باہرہ اور قاہرہ دلائل کہ ان میں سے ہر ہر دلیل اپنے دعویٰ کو واضح اور مبرھن کر رہی ہے۔

پہلی دلیل اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

خداوند قدوس نے اپنے دعویٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کو ثابت کرنے کے لئے پہلی دلیل دی "اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ"

میرے سوا کوئی اور الٰہ اور معبود بننے کے لائق اسلئے نہیں کہ میں ہی ایسا زندہ ہوں جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں ہی ایسا زندہ ہوں جس کی ابتدا بھی کوئی نہیں اور جس کی انتہا بھی کوئی نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ازل سے ہوں ہمیشہ رہوں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خود بھی قائم ہوں اور پوری کائنات کو قائم رکھے ہوئے ہوں۔ ۔ ۔ ۔ پوری کائنات کو اور کائنات کی ہر شئی کو میں نے ہی تھام رکھا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آسمان کو۔ ۔ ۔ ہاں اتنے وسیع و عریض آسمان کو بغیر ستونوں کے کس نے تھام رکھا ہے؟ صرف اور صرف اللہ نے بتاؤ زمین کو پانی پر کس نے جما رکھا ہے؟ اللہ ہی نے۔ ۔ ۔ ۔ پھر زمین پر پہاڑ جیسی میخیں کس نے ٹھونک دی ہیں؟ صرف اللہ ہی نے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھو تو یہی سورج۔ ۔ ۔ ۔ چاند۔ ۔ اور ستاروں کو ان کے راستوں پر چلانے والا کون ہے؟ صرف اور صرف اللہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کائنات کی ہر چیز کو تھامنے والا میں ہوں پھر مجھ پر کبھی موت بھی نہیں آئے گی۔ اس لئے عبادت و پکار کے لائق بھی میں ہی ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے سوا ہر ایک شئی پر موت آئے گی۔ ۔ ۔ ۔ انسانوں پر موت آئے گی۔ ۔ ۔ ۔ جنات پر موت نے آنا ہے۔ ۔ ۔ ۔ فرشتوں نے بھی مرنا ہے۔ ۔ ۔ ۔ نبی ہوں یا ولی۔ ۔ ۔ پیر ہوں یا پیغمبر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بڑے ہوں یا چھوٹے ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور جس پر موت آ جائے اس کے حواس خمسہ ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں ہاں جس پر موت آ جائے وہ چل نہیں سکتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ پکڑ نہیں سکتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ سونگھ نہیں سکتا۔ ۔ ۔

....وہ چکھ نہیں سکتا.....وہ سُن نہیں سکتا.....وہ دیکھ نہیں سکتا..
وہ اپنے چہرے سے مکھی اڑانے کی طاقت بھی نہیں رکھتا.....وہ کروٹ
بدلنے پر قادر نہیں رہتا.....جو مر جاتا ہے وہ خود غسل نہیں کر سکتا.....وہ کفن
نہیں پہن سکتا.....وہ چارپائی پر خود نہیں لیٹ سکتا.....جس پر موت آجائے
وہ خود قبرستان نہیں جا سکتا.....وہ خود اپنی آخری آرامگاہ تک نہیں پہنچ
سکتا.....خود اپنے اوپر پتھر نہیں رکھ سکتا.....ہاں ہاں جس پر موت آجائے
وہ اپنے یتیم بچوں کے سر پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا.....وہ اپنے وجود کو سنبھال
نہیں سکتا.....وہ عاجز و بے کس ہو جاتا ہے.....لوگو جس پر موت آجائے
وہ جب تیری پکار کو سُن نہیں سکتا.....تیری حالت کو دیکھ نہیں سکتا. اپنے وجود
کو سنبھال نہیں سکتا پھر وہ معبود. الٰہ اور مشکل کشا نہیں ہو سکتا.....معبود
اور الٰہ وہ ہے جو ایسا زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئیگی.

حاضرین کرام.....اللہ نے اپنے دعویٰ کے لئے پہلی دلیل دی "اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ"
کہ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات صرف میری، باقی سب پر موت آنا ہے...
ایک اکیلا میں باقی.....باقی سب فانی.....کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ
ہر نفس نے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے.....کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۝ وَّ
یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ دنیا کی ہر چیز فانی ہے.
باقی رہنے والی ذات تو صرف تیرے اللہ کی ہے.....دنیا کی ہر شئے فانی...
...انسان بھی فانی.....حیوان بھی فانی.....نوری بھی فانی.....ناری
بھی فانی.....پرندے بھی فانی اور درندے بھی فانی.....آسمان بھی فانی...
...زمین بھی فانی.....سورج چاند ستارے بھی فانی.....اونچے اونچے پہاڑ
بھی فانی.....لمبے لمبے درخت بھی فانی.....دیوی دیوتا اور پریاں بھی فانی..

..... دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ بقا اور دوام اور ہمیشگی تو صرف اور صرف تیرے رب کے لئے ہے۔ ... كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے ..... ہر ایک پر موت اپنے پنجے ضرور گاڑے گی ..... اور اس قانون سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں، نہ انبیاء، نہ اولیاء، نہ فرشتے، نہ جنات، نہ جبرائیل، نہ میکائیل، اور نہ ہی ملک الموت عزرائیل! سب پر موت آئے گی۔ حتیٰ کہ خود موت پر بھی ایک دن موت نے آنا ہے۔ حدیث میں آتا ہے

کہ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں پہنچ جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں لائیں گے۔ اور اسے اہل جنت اور جہنمیوں کے سامنے ذبح کر دیں گے اور اعلان ہوگا کہ اب تم پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ موت پر بھی آج موت آگئی ______ اللہ اکبر

عربی کا ایک مقولہ ہے۔

اَلْمَوْتُ كَاْسٌ وَكُلُّ النَّاسِ شَارِبُهٗ

موت ایک ایسا جام ہے جسے ہر شخص نے ایک دن ضرور پینا ہے

وَالْقَبْرُ بَابٌ وَكُلُّ النَّاسِ دَاخِلُهٗ

اور قبر ایک ایسا دروازہ ہے جس میں سے ہر شخص نے لازماً گزرنا ہے

اور عربی کا ایک مشہور شعر ہے

لَهٗ مَلَكٌ يُنَادِيْ كُلَّ يَوْمٍ ..... لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ایک فرشتہ ہے جو ہر روز آسمان سے ایک آواز لگاتا ہے کہ اے بچے جننے والی عورتو بچے جنو مرنے کے لئے ... جو آج پیدا ہوگا اس پر ایک دن موت بھی آئے گی ..... اے بلند و بالا مکان بنانے والو مکان بناؤ گرنے کے لئے ... کہ جو مکان آج بنے گا وہ ایک روز لازماً گرے

گا بھی سہی۔۔۔۔

اَلَا یَا سَاکِنَ الْقَصْرِ الْمُعَلّٰی ۔۔۔۔۔ سَتُدْفَنُ عَنْ قَرِیْبٍ فِی التُّرَابِ

اے بلند و بالا مکان اور بنگلے بنانے والو! کئی کئی منزلیں تعمیر کرنے والو تمہارے مکان اور بنگلے آسمان سے بھی باتیں کرنے لگیں آنا تم نے پھر بھی مٹی ہی میں ہے۔۔۔ یعنی مرنا ہے اور مرنے کے بعد دفن تو مٹی میں ہی ہونا ہے۔

ثابت یہ ہوا کہ جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے ایک روز یہاں سے جانا ہے۔ وہ موت کے آہنی پنجوں سے بچ نہیں سکتا۔۔۔ جو چاہے تدبیریں کرلے۔۔۔۔ موت سے بچاؤ کے لئے مضبوط دیواریں کھڑی کرلے۔ موت اپنے وقت پر ضرور پہنچیگی۔۔۔ قرآن کہتا ہے۔

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ

تم جہاں بھی چلے جاؤ مضبوط ترین برجوں میں رہو (پختہ مکانوں میں شیشے کے گھروں میں)

لطیفہ

"ایک بے دین رئیس نے کہیں سے حدیث سن لی تھی کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔۔۔ اس نے اپنے کمرے میں ایک کتا باندھ لیا۔۔ کسی اللہ والے نے اس سے اس کتے باندھنے کی وجہ اور سبب دریافت فرمایا تو اس رئیس نے کہا حدیث میں آتا ہے جہاں کتا ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ میں نے کتا اس لئے باندھ رکھا ہے تاکہ روح قبض کرنے والا فرشتہ اس کمرے میں داخل نہ ہو۔ اور میں لمبی زندگی پاؤں۔۔۔ اللہ والے نے کہا رئیس صاحب جو فرشتہ کتے کی روح قبض کرنے آئے گا۔ وہ آپ کی روح بھی قبض کرلیگا۔

بہر حال موت اللہ تعالٰی کا ایک ایسا اٹل فیصلہ ہے جس سے کوئی بھی

مستثنیٰ نہیں ہے..... ہر ایک پر موت آئے گی اور جس پر موت آجائے اس کے حواس خمسہ ناکارہ ہو جاتے ہیں..... وہ عاجز و بے کس ہو جاتا ہے.. ..... وہ کوئی بات سن نہیں سکتا..... کسی کو دیکھ نہیں سکتا..... چل پھر نہیں سکتا..... حرکت کرنے تک سے عاجز آجاتا ہے..... اس لئے جو اتنا عاجز اور بے بس ہو وہ الہٰ اور معبود نہیں ہو سکتا..... جو اپنے یتیم بچوں کے سر پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا وہ لوگوں کا مشکل کشا نہیں ہو سکتا..... جو اپنے چہرے سے مکھی نہیں اڑا سکتا وہ تمہارا حاجت روا نہیں ہو سکتا..... جو خود کروٹ نہیں بدل سکتا وہ تمہارے کام نہیں آسکتا..... جو اپنے وجود کو سنبھال نہیں سکتا وہ لوگوں کے دکھ درد دور نہیں کر سکتا وہ مشکلات میں کام نہیں آسکتا ..... جس پر موت آجائے وہ سن نہیں سکتا جب وہ سنتا ہی نہیں پھر تیری پکار اس تک کیسے پہنچے گی..... وہ نہ تجھے دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے نہ تیرے کام آسکتا ہے.. اس لئے میرے سوا کوئی معبود اور الہٰ نہیں ہے.....

حضرت سلیمانؑ پر موت

قرآن ایک عظیم پیغمبرؑ کا ذکر کرتا ہے. حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر بھی ہیں اور بادشاہ بھی..... جنات تابع ہیں ہوا مسخر ہے..... گھوڑوں پر حکومت ہے. پرندوں کی بولیاں سمجھتا ہے اتنا عظیم پیغمبر..... حضرت سلیمانؑ بیت المقدس کی تعمیر کروا رہے ہیں جنات بڑی جانفشانی اور محنت سے کام میں مصروف ہیں..... بڑے بڑے وزنی پتھر جنات اٹھاتے ہیں..... مسجد اقصیٰ کے بنانے میں مصروف ہیں..... اور حضرت سلیمانؑ خود تمام کام کی نگرانی کر رہے ہیں.

ایک روز ملک الموت تشریف لاتے ہیں، اور حضرت سلیمان سے عرض کرتے ہیں حضرت جی ہوشیار ہو جاؤ خدا کا پیغام لے کر میں حاضر ہوں. آپ کا آخری وقت آن

پہنچا ہے۔

حضرت سلیمانؑ عرض کرتے ہیں ربّ العلمین! تیرا پیغام آ گیا ہے۔ مگر اس طرح تیرے گھر کی تعمیر نامکمل رہ جائے گی..... اگر میری موت واقع ہو گئی، تو جنات کام کرنا چھوڑ دیں گے۔ پھر بیت المقدس کس طرح بنے گا؟ یہ کس طرح مکمل ہو گا؟ اسے پایۂ تکمیل تک کون پہنچائیگا۔

اللہ تعالٰے نے فرمایا میرے پیارے سلیمانؑ..... تم کیا سمجھ رہے ہو کہ اس کی تعمیر تم اپنی طاقت اور قدرت سے کر رہے ہو..... نہیں میرے پیغمبر میری اجازت اور حکم کے بغیر تو ایک ذرہ اور پتا بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا..... اس لئے آپ کی وفات کے بعد بھی بیت المقدس کی تعمیر ہم مکمل کروائیں گے۔

حضرت سلیمانؑ عرض کرتے ہیں..... مولا! یہ تو مجھ سے ڈرتے ہیں، اور اسی ڈر کا نتیجہ ہے کہ تعمیر میں لگے ہوئے ہیں، اور کام کر رہے ہیں۔ انہیں جب معلوم ہو گا کہ حضرت سلیمانؑ کا تو انتقال ہو گیا ہے تو پھر یہ بھاگ جائیں گے اور کام ادھورا رہ جائے گا۔

خداوند قدوس نے فرمایا ہم تیری موت کی خبر جنات کو اس وقت تک نہیں ہونے دینگے جب تک بیت المقدس کی تعمیر مکمل نہیں ہو جاتی..... آپ اس طرح کریں کہ ایک شیشے کے کمرے میں کھڑے ہو جائیں لاٹھی کے اوپر ٹیک لگا لیں..... ہم اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لیں گے اور جنات کو خبر بھی نہیں ہوگی..... وہ پہلے سے بھی زیادہ کام کرینگے...

حضرت سلیمانؑ لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالٰے نے روح قبض کر لی..... جنات نے پہلے سے بھی زیادہ کام شروع کر دیا کہ پہلے تو حضرت جی کبھی کبھی گھر چلے جایا کرتے تھے۔ لیکن اب تو یہیں کھڑے ہیں گھر بھی نہیں جاتے۔

شاید آپ کو تعمیر کی جلدی ہے۔ وہ کام کرتے رہے۔ اور جونہی مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے قریب ہوئی دیمک کے کیڑے نے لاٹھی کو کھانا شروع کیا جب لاٹھی کمزور اور کھوکھلی ہوئی اور حضرت سلیمانؑ کا وزن برداشت نہ کر سکی تو حضرت سلیمانؑ گر پڑے۔ قرآن نے اس واقعہ کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے.......

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ○

جب ہم نے حضرت سلیمانؑ پر موت کا فیصلہ کیا تو کسی کو بھی ان کی موت کی خبر نہ ہو سکی۔ ہاں دیمک کے کیڑے نے جب اپنا کام دکھایا (یعنی دیمک کے کیڑے نے لاٹھی کو کھانا شروع کیا وہ کمزور ہوئی..... بوسیدہ اور کھوکھلی ہوئی اور حضرت سلیمانؑ کا وزن برداشت نہ کر سکی تو حضرت سلیمانؑ گر پڑے)

اللہ نے مسئلہ سمجھایا جس پر موت آجائے (چاہے وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو) وہ موت کے بعد اپنے جسم کو بھی نہیں تھام سکتا اور جو اپنے جسم کو بھی نہ تھام سکے وہ معبود اور الٰہ نہیں ہو سکتا...... معبود اور الٰہ صرف مَیں ہوں اس لئے کہ الحیّ القیّوم مَیں ایسا زندہ ہوں جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

(حضرت سلیمانؑ کا جسم گر پڑا اس لئے کہ اس میں روح نہیں تھی اگر جسد اطہر میں روح ہوتی تو کبھی نہ گرتے معلوم ہوا کہ موت کے بعد انبیاء کی ارواح ان کے جسموں میں نہیں لوٹائی جاتیں بلکہ جسم اطہر ان کے اس دنیا میں رہ جاتے ہیں اور روح مبارک عالم برزخ میں جنت کے اعلیٰ و ارفع مقام میں پہنچ جاتی ہے)

اس واقعہ سے ایک اور مسئلہ بھی واضح فرمایا کہ جنات عالم الغیب

نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال اور گمان ہے کہ جنات عالم الغیب ہیں۔
ارشاد ہوا

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝

جب حضرت سلیمان گر پڑے اب جنات پر ظاہر ہوا کہ اگر وہ عالم الغیب ہوتے تو اتنی مدت اپنے آپ کو مشقت میں مبتلا نہ رکھتے۔ جونہی حضرت سلیمان کی موت کا علم ہوتا کام چھوڑ کر چلے جاتے۔ لیکن اللہ رب العزت نے اپنی صفت علم غیب نہ کسی انسان کو عطا فرمائی۔ اور نہ کسی جن کو اور نہ کسی فرشتے کو۔ . . . . .
عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ

خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ایک اور پیغمبر کا تذکرہ کیا ہے جن کا اسم گرامی مفسرین نے حضرت عزیر ذکر کیا ہے . . . . . یہودی انہیں ابن اللہ کہتے تھے۔ انہیں حاجت روا . . . . . مشکل کشا اور مختار کل سمجھتے تھے . . . . . انہیں وہ عالم الغیب . . . حاضر و ناظر اور نفع و نقصان کا مالک جانتے تھے . . . . . انہیں برکات عطا کرنے والا . . . . اولاد دینے والا . . . . . بیماریوں سے نجات دینے والا سمجھتے تھے . . . . . وہ ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے اور غائبانہ حاجات میں انہیں پکارتے تھے . . . . . ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر ہماری پکاریں سنتے ہیں، ہماری مرادیں پوری کرتے ہیں، اور ہماری منزلیں آسان فرماتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کا واقعہ بیان کر کے یہودیوں کے عقائد پر کاری ضرب لگائی کہ جن کو تم معبود اور مشکل کشا سمجھتے ہو۔ ان کی بے بسی اور لاچاری دیکھو . . . . . .

حضرت عزیرؑ ایک گدھے پر سوار ایک بستی کے قریب سے گزرے۔
بستی تباہ و برباد ہو کر اپنی چھتوں کے بل گری ہوئی تھی۔ شہر اجڑا ہوا تھا وہاں کوئی
آبادی نہ تھی۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ یہاں ایک مکان بھی سالم نہیں بکمل طور
پر بستی برباد اور تباہ ہو چکی ہے۔ یہاں کوئی آباد کرنے والا بھی نہیں اَنّٰی یُحۡیٖ هٰذِهِ
اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا اللہ اس برباد اور اجڑی ہوئی بستی کو کیونکر از سرِ نو آباد کریگا
کیا اتنی خستہ حال اور تباہ شدہ بستی پھر سے آباد ہو جائیگی۔۔۔۔ یہاں کبھی پھر
مکان بننے لگیں گے۔۔ سوالیہاں پھر مکین مکانوں کو آباد کرنے والے ہوں گے۔۔
سوالیہاں پھر کبھی بازار گرم ہونگے۔۔۔ لوگ کاروبار اور تجارت میں مشغول ہوں گے
اتنی بربادی کے بعد پھر سے آبادی ہوگی۔
جب حضرت عزیرؑ اس تباہ شدہ بستی کے پاس سے گزرے تھے تو صبح کا
وقت تھا۔۔۔۔ انہوں نے تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے یہیں ٹھہرنے کا فیصلہ
کرلیا اپنا توشہ دان ایک درخت کی ٹہنی سے باندھ دیا۔ گدھے کو درخت سے
باندھ دیا۔ اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ وہ چند لمحوں کے لئے سونا چاہتے تھے اور ہم
نے انہیں سو سال تک موت کی نیند سلا دیا۔۔۔ ان کی روح قبض کرلی۔۔۔
ان سو سالوں میں ان کا جسم زمین کی پیٹھ پر رہا اور روح ہمارے قبضے میں رہی
ثُمَّ بَعَثَهُ۔ پھر سو سال کے بعد انہیں اٹھایا تو یہ تقریباً عصر کا وقت تھا
اٹھانے کے بعد اللہ تعالےٰ نے پوچھا۔۔۔۔ كَمۡ لَبِثۡتَ۔ میرے پیارے
عزیز یہاں کتنی مدت ٹھہرے ہو قَالَ لَبِثۡتُ يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ۔۔۔۔۔
حضرت عزیرؑ نے کہا یا اللہ میں یہاں ایک دن رہا یا دن کا بھی کچھ حصہ رہا ہوں۔۔
اللہ تعالےٰ نے فرمایا

بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ۔۔ میرے پیغمبر ایک دن یا دن کا بعض حصہ نہیں بلکہ تم یہاں سو سال رہے ہو۔ تمہارا وجودِ مقدس زمین کی پیٹھ پر رہا اور روح مبارک میرے پاس رہی۔

(حضراتِ گرامی معلوم ہوتا ہے جس پر موت آجائے اور موت کا جام پی لے وہ پیغمبر ہو یا امتی اسے اپنے وجود کا بھی علم نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ وہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اس لئے وہ معبود اور اللہ بننے کے لائق نہیں جس پر موت آجائے وہ تیری پکار کو سن نہیں سکتا۔۔ تیرے حالات سے واقف نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ اللہ اور معبود صرف وہ ہے جو اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے جو ایسا زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔۔۔۔۔۔۔ ذرا دیکھو تو سہی اللہ کا پیغمبر ہے۔۔۔ اللہ کا محبوب اور پیارا ہے۔۔۔۔ مرتضیٰ ہے مجتبیٰ ہے۔۔۔۔۔ اللہ کا چنا ہوا ہے۔۔۔ لیکن جس پر موت آئی ابھی دفن بھی نہیں ہوا جسم اطہر بھی زمین کے اوپر رہا پھر ایک دو دن یا ایک دو سال نہیں پوری ایک صدی تک موت طاری رہی۔۔۔ اس عرصہ میں رات کی تاریکی بھی ہوتی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔ دن کا اجالا بھی آتا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔ سو سال کے اس عرصہ میں گرمی کی تپش بھی ہوتی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔ سردی کی ٹھنڈک بھی ہوتی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔ سو سال کے اس عرصہ میں سورج آب و تاب سے طلوع ہوتا ہو گا اس کی تمازت بھی ہوتی ہو گی۔۔۔ اور پھر یہ سورج آہستہ آہستہ غروب بھی ہوتا ہو گا۔۔۔۔۔۔ موسم بدلتے ہونگے۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی بادل اُمڈ اُمڈ کر آتے ہونگے۔۔۔۔ بارش برستی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔ کبھی بوندا باندی کبھی موسلا دھار۔۔۔۔۔۔ ژالہ باری بھی ہوتی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔ آندھیاں بھی چلتی ہونگی۔۔۔۔۔۔ بادل بارہا گرجے ہونگے بجلیاں چمکتی ہونگی۔۔۔۔۔۔۔ سو سال کے اس عرصہ

ہیں زلزلوں سے زمین کانپی ہوگی . . . . پرندے اپنی اپنی بولیاں بولتے ہونگے . . . . مگر اللہ کا فوت شدہ پیغمبر ان تمام واقعات وحالات سے بے خبر رہا ، اور دنیا جہاں میں جو کچھ ہوتا رہا اسے اس کا علم نہ ہو سکا ۔

معلوم ہوتا ہے وفات کے بعد چاہے پیغمبر ہو یا پیر ولی ہو یا نبی وہ دنیا والوں کی آواز کو سن نہیں سکتا اور دنیا کے حالات کو دیکھ نہیں سکتا ۔

(آج ہمارے ملک میں مسئلہ سماع موتی نے ایک نزاع کی صورت اختیار کر لی ہے . . . . ایک دوسرے کے خلاف تقریریں ہوتی ہیں . . . . چیلنج لگتے ہیں ، نوبت مناظروں تک جا پہنچی ہے ، کئی مقامات پر فریقین کے مابین لڑائیاں تک ہوتی ہیں . . . . . ایک فریق کہتا ہے ، مرنے کے بعد چاہے پیغمبر ہی کیوں نہ ہو ، وہ دنیا والوں کی آواز کو نہیں سکتا . . . . دوسرا فریق کہتا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی بھی ہو وہ سنتا ہے اور زائر کو پہچانتا ہے ۔

مگر ان دونوں فریقوں نے مر کر نہیں دیکھا جو کہتے ہیں مردے سنتے ہیں انہوں نے بھی مر کر نہیں دیکھا ، اور جو کہتے ہیں مردے نہیں سنتے انہوں نے بھی مر کر نہیں دیکھا ، ان سب کا اپنا کوئی تجربہ نہیں ہے ۔

آیئے ! اللہ کے پیغمبر حضرت عزیرؑ سے پوچھتے ہیں ۔ اس لئے کہ انہوں نے سو سال تک مر کر دیکھا ہے ۔ ان کا اپنا تجربہ ہے ، ان پر بیتی ہے ۔ ان سے پوچھا گیا تو جواب دیتے ہیں کہ مرنے والے کو اس دنیا کی آواز اور دنیا کے حالات کی کوئی خبر نہیں . . . . اگر دنیا کی آواز اور حالات کی خبر ہوتی تو حضرت عزیرؑ جو سو سال تک وہاں رہے تھے یوں نہ کہتے کہ میں تو ایک دن یا دن کا بھی بعض حصہ رہا ہوں . . . .

حضرات گرامی! جب حضرت عزیرؑ کو زندہ کر کے انہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا کہ تم یہاں سو سال تک رہے ہو۔ پھر خداوند قدس نے فرمایا۔

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ... میرے پیارے پیغمبر ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھئے وہ سڑا گلا نہیں اس میں بدبو پیدا نہیں ہوئی ... جو کھانا ایک روز سے زائد صحیح نہیں رہ سکتا۔ وہ سو سال تک تروتازہ رہا اس میں بدبو پیدا نہیں ہوئی۔

اب اپنے گدھے کو بھی دیکھئے۔ اس کی ہڈیاں بھی نہیں ملتیں خاک میں خاک ہو گیا

اُنْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۚ

دیکھ ہم تیرے گدھے کی ہڈیوں کو کس طرح اکٹھا کرتے ہیں۔ انہیں کس طرح جوڑتے ہیں۔ ڈھانچہ بناتے ہیں۔ اس پر گوشت چڑھاتے ہیں .... پھر دیکھتے ہی دیکھتے گدھا زندہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس بستی کی آبادی کے بارے تم نے تعجب کیا تھا پلٹ کر اس بستی کو دیکھو .... حضرت عزیرؑ نے دیکھا تو وہاں ایک شہر آباد تھا ...

اللہ تعالیٰ نے مسئلہ سمجھا کر یہود یو! تم حضرت عزیرؑ کو عالم الغیب اور حاجت روا مانتے ہو اور انہیں غائبانہ حاجات میں اور مصائب میں پکارتے ہو۔ لیکن جب ان پر سو سال تک موت طاری رہی انہیں تو اپنے وجود کے حالات کا بھی علم نہیں تھا تو پھر انہیں دنیا جہاں کے حالات کا علم کیسے ہو سکتا ہے ...

.... احمقو! جس پر موت آجائے وہ الٰہ اور معبود .... مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اسے دنیا اور دنیا والوں کی کوئی خبر نہیں ہوتی ......

الٰہ اور معبود اور پکار کے لائق ذات صرف میری ہے کیونکہ میں ایسا زندہ ہوں

جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔۔۔اور پھر میں ہی "اَلْقَیُّوْمُ" ہوں۔ جو خود بھی قائم ہوں اور ہر شئی کو قائم رکھے ہوئے ہوں

امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ

یہ مسئلہ جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں کہ جس پر موت آجائے وہ معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں اس مسئلہ کو آنحضرتؐ کی وفات کے دن سیدنا صدیق اکبرؓ نے اتنے خوبصورت انداز میں حل فرمایا کہ کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔۔۔۔

آنحضرتؐ کا انتقال پرملال ہوا تو اصحاب رسولؐ میں غم۔۔۔۔۔۔۔۔ افسوس اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔ مصیبت اور دکھ کا پہاڑ تھا جو اچانک ان پر ٹوٹ پڑا۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کا محبوب ترین پیغمبرؐ۔۔۔۔۔۔ ماں باپ سے بڑھ کر شفیق و مہربان پیغمبر آج انہیں داغ جدائی دے گیا تھا۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔ اصحاب رسول میں سے کتنوں کی زبانیں بند ہوگئیں۔۔۔۔۔۔۔ حواس گم ہو گئے۔۔۔۔۔۔۔ راستے میں گزرتے ہوئے ایک دوسرے کو نہ پہچانتے ہیں، اور نہ سلام کا جواب تک دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ پریشان حال ہیں۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسا جری و بہادر، نڈر، شجاع اور با ہمت شخص بھی آج ہمت ہار بیٹھا۔۔۔۔۔۔۔ حتیٰ کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے۔۔۔ رحمت کائناتؐ کی وفات کے صدمہ نے ذہن ماؤف کر دیا۔۔۔ ۔۔۔ منہ سے غصہ کی وجہ سے جھاگ آرہی ہے۔ ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔ اور لہرا کر کہتے ہیں۔۔ لوگو سنو! جس شخص نے کہا کہ آنحضرتؐ پر موت آگئی ہے میں اس تلوار سے اس کی گردن قلم کر دوں گا۔ آپ پر ابھی موت نہیں آئی صرف غشی طاری

ہوئی ہے آپ اٹھیں گے اور منافقین کے سر قلم کریں گے (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میرا خیال یہ تھا کہ آنحضرتؐ پر موت تو آئے گی۔ لیکن ہم سب کے بعد)

ادھر اصحاب رسول کی پریشانی کا یہ حال ہے اور دوسری طرف سیدنا صدیق اکبرؓ جو اپنے گھر تشریف لے گئے تھے۔ اس دن آنحضورؐ کی طبیعت کچھ بہتر تھی اور صبح صبح حضرت ابوبکرؓ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر اپنے گھر چلے گئے تھے۔ اور پھر آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع ملی فوراً تشریف لائے۔ مسجد نبویؐ سے گزر کر حجرۂ عائشہؓ میں جانا تھا۔ مسجد سے گزرے تو اصحابؓ رسول کی پریشانی........ اور دُکھ کی کیفیت کو ملاحظہ فرمایا.......

حضرت عمرؓ کی گفتگو بھی سماعت سے ٹکرائی... لیکن چپ چاپ سیدھے حجرۂ عائشہؓ میں چلے گئے.. آنحضرتؐ کے جسدِ اطہر کو سفید چادر سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ آپ نے چادر مبارک چہرۂ اقدس سے ہٹائی اور نبوت کی پیشانی کو چوم لیا........ ہاں اس رفیقِ غار نے اپنے خوش قسمت لب آنحضرتؐ کے ماتھے پر رکھ دئیے۔ اور آنکھوں سے فرطِ غم کی وجہ سے آنسو گر کر چہرۂ اقدس پر آن پڑے (واہ! ابوبکرؓ تو کتنا خوش نصیب ہے اور تیرے ہونٹ کتنے خوش قسمت ہیں جنہوں نے وفات کے بعد بھی نبوت کی پیشانی کو بوسہ دیا)

بوسہ دینے کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا طِبْتَ حَیًّا وَّمَیِّتًا میرے محبوب پیغمبرؐ آپ کی زندگی بھی پاکیزہ تھی، اور آپ کی موت بھی پاکیزہ ہے... لَا یُذِیْقُکَ اللّٰہُ مَوْتَتَیْنِ اللہ آپ کو دو موتیں نہیں دے گا۔ بلکہ جو موت آپ کے لئے مقدر تھی وُہ آپ پر وارد ہوگئی..

(حضرت ابوبکرؓ کے اس فرمان کا یہ مطلب ہے کہ اس طرح معاملہ نہیں، جس طرح فاروق اعظمؓ کہہ رہے ہیں کہ آپ پھر اٹھیں گے..... نہیں

بلکہ جو موت آپ کے لئے مقدر تھی وہ موت آپ پر وارد ہوگئی ۔ ۔ ۔ اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرتؐ پر ایک مرتبہ موت آئی تھی اور آپؐ کو اصحابؓ رسول نے دفن کیا تھا لیکن قبر میں پھر آپ زندہ ہوگئے اور اب قیامت کے روز صور اسرافیل کے ساتھ ایک مرتبہ پھر آپ پر موت آئیگی۔ وہ آنحضرتؐ پر دوؓ موتوں کا قائل ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ فرما رہے ہیں۔ اللہ آنحضرتؐ پر دوؓ موتوں کو جمع نہیں کرے گا)

حضرت ابوبکرؓ بڑے حوصلے اور بڑی ہمت کے ساتھ مضبوط اعصاب کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمام اصحاب رسول فرط غم سے نڈھال ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہوش و حواس گم کئے ہوئے مگر بوڑھا ابوبکرؓ پوری طرح ہوش و حواس میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عمرؓ پر عشق کا غلبہ تھا اور آج عشق اتنا آگے نکل گیا کہ عقل بہت پیچھے رہ گئی۔ لیکن ابوبکرؓ کا عشق اور عقل ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا اس نے امت کی لڑکھتی کشتی کا ملاح جو بننا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس نے امت کو سنبھالا جو دینا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خلافت کا بوجھ امت نے اس کے کاندھے پر ڈالنا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر آج یہ بھی عشق سے مغلوب ہوکر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا تو خلافت نبوت کی اتنی بھاری ذمہ داری کون اٹھاتا، اس کشتی کا ملاح کون بنتا، اور اس باغ کی رکھوالی کون کرتا

حضرت ابوبکرؓ مسجد نبوی میں آئے تو ایک طوفان بپا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصحاب رسول کے چہرے اداس اور پریشان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کی آنکھوں میں آنسو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دل بے قرار، اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں ننگی تلوار اور یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہمارے پیغمبرؐ پر ابھی موت نہیں آئی ان پر صرف غشی

طاری ہوئی ہے وہ عنقریب اٹھیں گے اور منافقین کے سر قلم کریں گے جس شخص نے کہا کہ آپ پر موت آگئی ہے میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔

حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ فرطِ غم اور محبت رسول کے غلبہ سے ان پر یہ کیفیت طاری ہوگئی ہے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا اِجْلِسْ یَا عُمَر فاروق اعظم بیٹھ جایئے ، اور میری بات سنئے عَلٰی رِسْلِكَ یَا عُمَر انہی قدموں پر بیٹھنے کی کوشش کرو۔ اور میری بات سنو! لیکن حضرت عمرؓ سنتے ہی نہیں۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ کیفیت دیکھی، تو منبر نبوی پر تشریف لائے۔ اب تمام اصحاب رسول حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر منبر کے قریب ہو گئے۔ اور ابوبکرؓ کی گفتگو سننے لگے .... فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰی عَلٰی نَبِیِّهٖ حضرت ابوبکرؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور آنحضرتؐ پر درود شریف پڑھا اور فرمایا

اَیُّهَا النَّاسُ ! اے لوگو میری بات غور سے سنو

مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ ،

اے میرے نبیؐ کے ساتھیو! جو تم میں سے اپنے نبیؐ کو معبود سمجھتا ہے .....

..... جو تم میں سے اپنے نبیؐ کی پوجا پاٹ کرتا ہے .... جو تم میں سے اپنے نبیؐ کو غائبانہ پکارتا ہے۔ انہیں مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتا ہے تو وہ کان کھول کر سن لے فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ

کہ اس کے معبود پر موت آگئی .... محمد کریمؐ تو فوت ہو گئے۔

(ظاہر بات ہے اصحاب رسول میں سے کوئی بھی آنحضرتؐ کو معبود نہیں سمجھتا تھا انہیں تو ان کے رسول محترم نے پوری زندگی یہی تلقین کی تھی .... یہی سبق پڑھایا تھا کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف ایک ذات ہے اور وہ

اللہ کریم کی ذات ہے، معبود اور مسجود صرف اور صرف وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی نبی ہو یا بزرگ، کوئی انسان ہو یا جن کوئی فرشتہ ہو یا دیوتا وہ معبود بننے کے لائق نہیں . . . . اب اصحاب رسول آنحضرتؐ کو معبود کس طرح سمجھ سکتے تھے . . . پھر ابو بکرؓ صدیقؓ نے یہ انداز کیوں اپنایا کہ اے اصحاب محمدؐ جو شخص تم میں سے اپنے نبیؐ کو معبود سمجھتا ہے تو پھر اس کے معبود پر تو موت آ گئی . . . . یہ انداز اس لئے اپنایا کہ اے فاروق اعظمؓ ! تم جو کہتے ہو نبی اکرمؐ پر موت نہیں آئی۔ اور اے اصحاب رسول تم آنحضرتؐ پر موت کے آنے کو عجیب انداز سے دیکھ رہے ہو ! کیا تم اپنے نبیؐ کو معبود مانتے ہو ؟ کیا تم اپنے پیغمبرؐ کی عبادت کرتے ہو ؟ اگر معبود مانتے ہو تو پھر ٹھیک ہے ان پر موت کا آنا تسلیم نہ کرو۔ اس لئے کہ معبود پر موت نہیں آتی۔ اور اگر تم اپنے رسول انورؐ کو معبود نہیں بلکہ اللہ کا محبوب مانتے ہو . . . . تم اپنے نبی محترمؐ کی عبادت نہیں کرتے ہو . . . . اور واقعۃً تم اپنے نبیؐ کو معبود نہیں مانتے ہو بلکہ اللہ کا رسول مانتے ہو تو پھر سن لو ! کہ ان پر موت آ گئی۔ اور موت کا جو جام انہوں نے پینا تھا آج انہوں نے وہ جام پی لیا . . .

پھر اپنے خطبہ کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا

وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ

اور جو تم میں سے صرف اور صرف اپنے اللہ کو معبود مانتا ہے تو اس کا معبود ایسا زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئیگی

حاضرین گرامی قدر . . . . خلیفۂ اول نے کتنے خوبصورت اور سہل ترین انداز میں مسئلہ سمجھایا کہ عبادت و پرستش اور پکار کے لائق وہ ہوتا ہے جو ایسا زندہ ہو جس پر کبھی موت نہ آئے اور جس پر موت نے آنا ہے . . . . جس

نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ . . . . جس نے ایک روز اپنے گھر والوں کو اپنے دوست و احباب کو تنہا چھوڑ جانا ہے وہ رسول ہو سکتا ہے۔ . . . . . . ولی ہو سکتا ہے۔ . . . . . . مگر اللہ اور معبود نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے خطبہ کو جاری رکھتے ہوئے اپنے مؤقف کو قرآن کے وزنی دلائل سے ثابت فرمایا کہ قرآن نے تو بہت پہلے اطلاع دی تھی۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ

اے میرے محبوب پیغمبرؐ آپ بھی مرنے والے ہیں (یعنی ایک روز آپ پر بھی موت آئے گی) اور آپ پر اعتراض کرنے والے بھی ایک دن موت کے شکنجے میں جکڑے جائیں گے۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے دوسری دلیل دی فرمایا

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ

اور نہیں ہیں میرے محمدؐ مگر رسول (یعنی معبود نہیں کہ ان پر موت طاری نہ ہو بلکہ وہ رسول ہیں۔ اور جس طرح ان سے پہلے پیغمبروں پر موت طاری ہوئی اور وہ گزر گئے۔ اسی طرح ان پر بھی ایک نہ ایک روز موت آئے گی اور اگر ان پر موت آجائے یا انہیں شہید کر دیا جائے تو کیا تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے

حضرت ابو بکرؓ نے قرآنی دلائل دئے تو اصحاب رسول پر سکتہ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ . . . . اب انہیں اپنے محبوب ترین رسول کی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ اب یار غار نے تمام ابہام اور شکوک دور کر دئے تھے۔ اور واضح الفاظ میں یہ فیصلہ سنا دیا تھا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ

اب حضرت عمرؓ کو بھی یقین ہو گیا کہ میرا محبوب پیغمبرؐ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ . . . . فرماتے ہیں پھر مجھ میں کھڑے رہنے کی قوت نہ رہی۔

بدن میں سکت نہ رہی، میں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر ابوبکرؓ کے قریب آیا اور کہا ابوبکرؓ تجھ پر رب کی بے شمار رحمتیں برسیں۔ تو نے آج مجھے بھولی ہوئی آیات یاد دلا دیں۔ میں تو ان آیات کو بھول ہی گیا تھا مجھے تو آج ایسے لگ رہا تھا کہ یہ آیات آج آپ پر نازل ہو رہی ہیں۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ

(آج لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ تم اس لئے گستاخ ہو کہ تم نبیؐ کو مردہ سمجھتے ہو اور ہم نبیؐ کو زندہ مانتے ہیں کہ وہ اسی مدینہ والی قبر میں زیر زمین زندہ ہیں۔ میں ان لوگوں سے کہوں گا، کہ نبیؐ کو صرف ہم نے مردہ نہیں سمجھا۔ قرآن کہتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ....

ابوبکرؓ صدیقؓ نے فرمایا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ بے شک محمد کریمؐ پر موت آگئی......... اب موت کے بعد ان کی زندگی عالمِ برزخ اور جنت الفردوس کی زندگی ہے......... آپ اس دنیا میں نہیں بلکہ جنت میں زندہ ہیں۔ پھر آنحضرتؐ نے خود بھی آخرت کی زندگی کو پسند فرمایا ہے۔

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالےٰ اپنے نبی کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اس دنیا میں رہنا چاہتا ہے یا آخرت کو پسند کرتا ہے۔ پھر اللہ کے ہر پیغمبر نے آخرت کو پسند فرمایا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب آنحضرتؐ کا آخری وقت تھا اور غشی پر غشی طاری ہو رہی تھی اور آپ ٹھنڈا پانی اپنے سر مبارک پر ڈلواتے تھے اور پانی میں ہاتھ بھگو کر اپنے سینے پر ملتے تھے......... تکلیف کی وجہ سے کبھی اپنے پاؤں پھیلا دیتے تھے اور کبھی پاؤں سکیڑ لیتے تھے......... کبھی چادر مبارک چہرۂ انور پر ڈال لیتے تھے اور کبھی چادر ہٹا دیتے تھے.......

کبھی لیٹ جاتے تھے اور کبھی اُٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔

پھر فرماتے تھے

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ

اے اللہ موت کی سختیوں پر میری مدد فرما

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَات

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کے وقت سختیاں اور تکلیف ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے سوا اگر کوئی اور معبود ہوتا تو یقیناً میں ہوتا۔۔ اور اگر میں معبود ہوتا تو موت کی سختیاں اور تلخیاں مجھ پر تو نہ آتیں۔ پھر آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ اور کہا

اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی

اے اللہ اب تو تیری رفاقت میں آنا چاہتا ہوں۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپ ہمارے پاس اس دنیا میں نہیں رہنا چاہتے، بلکہ آپ نے آخرت کو پسند فرمالیا ہے، پھر آپ کا ہاتھ ڈھلک گیا اور بدن بوجھل ہوگیا اور روح مبارک کے نکلتے ہوئے جو خوشبو میں نے سونگھی تھی اس کا پھر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آنحضرتؐ نے آخرت کی زندگی کو پسند فرمایا دنیا کی زندگی کو چھوڑ دیا

اب بھی جو شخص کہے کہ آنحضرتؐ اسی دنیا میں زندہ ہیں وہ حضرت عائشہؓ کے فرمان کا دشمن ہے۔ وہ ہمیں طعنہ دیتا ہے کہ ہم حیات النبیؐ کے منکر ہیں۔۔۔ حالانکہ ہم اسی حیات کے قائل ہیں۔۔ جس حیات کے ابوبکر صدیقؓ قائل تھے۔۔۔۔۔ ہاں ہم اس حیات کے قائل ہیں جس حیات کی میری ماں عائشہ صدیقہؓ قائل تھیں۔۔۔

...... ہاں ہم آنحضرتؐ کی وہی حیات مانتے ہیں جو فاطمہؓ نے مانی ...... حضورؐ کے چچا عباسؓ نے مانی .... ہم اس حیات کے قائل ہیں جو قرآن کہتا ہے.. اور جو فرمانِ مصطفےٰؐ کے مطابق ہے......... اب بھی کوئی طعنہ دے کہ ہم حیات کے قائل نہیں ہیں تو وہ جائے جہاں جاتا ہے.. وہ پیروی کرے جس کی پیروی کرنا چاہتا ہے ہمیں تو قرآن کے ساتھ رہنے دو... ... ہمیں فرمانِ رسول کے ساتھ رہنے دو........ اور ہمیں ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ رہنے دو........ ہاں ہاں ہمیں اپنی ماں عائشہؓ کے ساتھ رہنے دو تم جاؤ جہاں جاتے ہو....

ایک حوالہ اور بھی سُنیئے

آنحضرتؐ نے اپنی زندگی کا آخری خطبہ دیا ہے. بیماری کی شدت ہے. سر مبارک پر ایک پٹی باندھ رکھی ہے. اس خطبہ میں کچھ گفتگو اپنے یارِ غار حضرت ابوبکرؓ کے بارے فرمائی اور پھر فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بے شک اللہ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کہ وہ اس دنیا میں رہنا چاہتا ہے یا آخرت کو پسند کرتا ہے پھر اس بندے نے آخرت کو پسند کر لیا.

اس ارشاد کو سُن کر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے. اصحابِ رسول حیران ہوئے کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ رحمتِ کائناتؐ ایک بندے کی بات کر رہے ہیں......... لیکن ابوبکر صدیقؓ رمز شناس نبوت تھے....... یہ تو راز دارِ نبوت تھے نا........ فوراً سمجھ گئے... اور صحابہ کرامؓ کو سمجھایا کہ بندہ سے مراد خود آنحضرتؐ کی ذاتِ گرامی ہے. اور آنحضرتؐ اب ہمارے پاس رہنا نہیں چاہتے. بلکہ آپ نے دنیا کی بجائے آخرت

کو پسند کرلیا ہے۔

اور پھر قرآن بار بار کہتا ہے

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی

تم دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو، اور آخرت کی زندگی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ . . . ایک اور جگہ پر قرآن نے کہا

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی

اور البتہ آخرت کی زندگی آپ کے لئے پہلی زندگی سے بہتر ہے۔

سامعینِ گرامی قدر ! . . . . . . ہماری پوری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے دعویٰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کو ثابت کرنے کے لئے پہلی دلیل دی ہے "اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" کہ میری عبادت اس لئے کرو کہ میں ایسا زندہ ہوں جس پر کبھی موت نہیں آئے گی . . اور جن کو تم پکارتے ہو ان پر موت آچکی ہے یا موت آئے گی۔ اور جس پر موت آجائے وہ عبادت و پکار کے لائق نہیں ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

گیارہویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ.... الاٰیۃ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ.

سامعین گرامی قدر .... گزشتہ خطبہ میں ہم نے اس مسئلہ پر گفتگو کی تھی، کہ اللہ رب العزت نے اپنی الوہیت اور معبودیت کو ثابت کرنے کے لئے پہلی دلیل دی ہے " اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ " جس کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ میں اکیلا معبود اور مسجود ہوں .... میں اکیلا "مشکل کشا" اور حاجت روا ہوں .... میں اکیلا نفع ونقصان کا مالک ہوں .... میں اکیلا عالم الغیب اور حاضر وناظر ہوں .... میں اکیلا ہی نافع وضار ہوں .... میں اکیلا معطی ومانع ہوں .... اللہ تعالےٰ نے آیۃ الکرسی کی ابتداء میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ " لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ " میرے سوا اللہ کوئی اور نہیں ہے ..... اولاد دینے والا صرف اور صرف میں ہوں .... بیماری وشفا دینے والا صرف اور صرف میں ہوں .... نذر ونیاز کے لائق صرف میری ذات ہے .... اپنے اس دعویٰ پر اللہ نے پہلی عقلی دلیل دی

کہ یہ تمام صفات میری ہیں، عبادت کے لائق صرف مَیں ہوں.......
پکار کے لائق صرف مَیں ہوں، اس لئے کہ مَیں ایسا زندہ ہوں جس پر کبھی
موت نہیں آئے گی......... مَیں ایسا زندہ ہوں جس کی ابتدا بھی کوئی
نہیں اور انتہا بھی کوئی نہیں....... مجھے بقا ہی بقا ہے مجھ پر کبھی فنا نہیں
...... اور میرے سوا تمام مخلوق فانی ہے...... انسان بھی فانی ہیں..
..... جنات بھی فانی ہیں...... فرشتے بھی فانی ہیں...... آسمان
وزمین بھی فانی......... سورج چاند اور ستارے بھی فانی..... سر بفلک
پہاڑ بھی فانی......... میرے سوا ہر شئی پر موت آئے گی...... موت
سے نہ انبیاء مستثنیٰ نہ اولیاء...... موت سے نہ فرشتے مستثنیٰ نہ جنات.
..... جب میرے سوا ہر مخلوق فانی ہے اور مخلوق کا ہر فرد فانی ہے تو وہ الٰہ
اور معبود بننے کے لائق بھی نہیں......... الٰہ اور معبود صرف اور صرف وہ
ہے جو ایسا زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی...

دعویٰ پر دوسری دلیل

اللہ رب العزت نے اپنے دعوے "اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" کے ثبوت میں
دوسری عقلی دی ہے "لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ" کہ لوگو اس پوری کائنات
میں معبود اور مسجود صرف میں ہوں......... لوگو اس دنیا میں الٰہ
صرف میری ذات ہے، اس لئے کہ نہ مجھے کبھی اونگھ آتی ہے اور نہ نیند.
...... اور جن کو تم پکارتے ہو، میرے سوا جن کو تم مشکل کشا اور حاجت
روا سمجھتے ہو......... میرے سوا جن کے نام کی نذر و نیاز تم دیتے ہو..
.... میرے سوا جن کو تم فریاد رس جانتے ہو......... میرے
سوا جن سے تم غائبانہ امداد مانگتے ہو......... چاہے وہ انبیاء ہوں، یا

اولیاء ، چاہے پیغمبر ہوں یا پیر، ان پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے ، وہ تھک کر سونے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور جو سو جاتا ہے وہ پکار اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ . . . . وہ معبود اور الٰہ نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے کہ جس پر نیند غالب آجائے اور وہ سو جائے تو اس کے حواس خمسہ کام نہیں کرتے جو سو جاتا ہے وہ دیکھ نہیں سکتا۔ . . . . وہ سُن نہیں سکتا۔ . . . . . . وہ چکھ نہیں سکتا . . . . . . جو سو جاتا ہے وہ دُنیا کے حالات اور گرد کے ماحول سے بے خبر اور غافل ہو جاتا ہے۔ . . . . . . جو سو جاتا ہے اسے کروٹ بدلنے کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ . . . . اُسے خبر نہیں ہوتی کہ کون اس کے سرہانے آیا۔ . . . . کون اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ . . . . . . کس نے اس کو بلایا۔ . . . . بعض اوقات جب نیند شدید غلبہ پالے تو چور گھر کا پورا اثاثہ لوٹ کر لے جاتے ہیں، لیکن سونے والے کو کچھ پتہ نہیں چلتا۔ . . . . جو سو جاتا ہے وہ اپنے وجود اور اپنے جسم کو بھی نہیں سنبھال سکتا ، اور جو اپنے وجود کو سنبھالنے پر قادر نہ ہو وہ الٰہ اور معبود بننے کے قابل نہیں۔۔ اللہ اور معبود وہ ہے جس کی صفت ہے لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ کہ نیند تو نیند رہی اُسے اُونگھ بھی کبھی نہیں آئی . . . . جس پر نیند کا غلبہ ہو جائے وہ دنیا کے حالات سے بے خبر اور غافل ہو جاتا ہے بلکہ اسے اپنے وجود اور جسم تک کی خبر نہیں ہوتی۔ . . . . . . اور جو اپنے وجود سے بے خبر ہوں وہ دنیا والوں کو نفع و نقصان کے کس طرح مالک ہو سکتے ہیں۔ . . . . وہ کسی کی فریاد رسی کسطرح کر سکتا ہے۔ . . . . وہ کسی کی مدد کس طرح کر سکتا ہے۔ . . . . وہ کسی کو شفا کس طرح دے سکتا ہے۔ . . . . وہ کسی کی مدد کو کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ . . . . وہ کسی کی پکار کو کس طرح سُن سکتا ہے اس لئے میرے سوا کسی کو مت پکارو۔ . . . . پکار اور عبادت کے لائق وہ ہے جس کو

نہ نیند آئے نہ اونگھ .... ذرا قرآن کے آیئنے میں دیکھیے کہ جو سو جاتا کیا وہ دنیا کے حالات سے باخبر ہوتا ہے ؟ یا سونے والا اردگرد کے حالات سے اور آوازوں سے بے خبر ہو جاتا ہے .

حضرت موسیٰؑ کا واقعہ ؛

خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ایک ایک دلچسپ اور خوبصورت واقعہ بیان فرمایا ہے ، آپ گھروں میں جا کر سورت کہف کا مطالعہ فرمائیں .... اللہ رب العزت نے ایک جلیل القدر اور صاحب کتاب پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے .

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک روز اپنی قوم کے سامنے وعظ و نصیحت فرما رہے تھے .... فصاحت و بلاغت کے موتی رول رہے تھے ...
..... حضرت موسیٰ صاحب کتاب پیغمبر تھے اور اللہ نے ان کا شرح صدر فرمایا تھا وہ تقریر کر رہے تھے . علم کا ایک بحر بیکراں تھا جو موجزن تھا . بڑی پُر تاثیر تقریر تھی .... بیان تھا کہ دلوں میں اتر رہا تھا .....
... دلائل کا انبار لگا رہے تھے .... حضرت موسیٰ کی باتیں تھیں جو شبنم کی طرح سینے میں جگہ پا رہی تھیں .... تقریر اور تقریر بھی ایک پیغمبر کی .
...... اور پیغمبر بھی کلیم اللہ ، اور کلیم اللہ بھی صاحب کتاب ، آپ کی مؤثر تقریر ...... بے مثال وعظ ...... پُر تاثیر بیان .... علم کی وسعت اور فراخی سے متاثر ہو کر ایک شخص نے ازراہ تعجب پوچھا ،

اے اللہ کے پیغمبر اس وقت آپ سے بڑا کوئی عالم ہوگا ....

حضرت موسیٰؑ نے سوچا میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور پیغمبر بھی صاحب کتاب ...
... اور مجھے کلیم اللہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے ، اور پیغمبر سے بڑا عالم اس

پیغمبر کے زمانہ میں کوئی نہیں ہوتا...... پیغمبر ہی سب سے بڑا عالم ہوتا ہے....... اس لئے جواب دیا کہ اس وقت مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے

خداوند قدوس کو آپ کا یہ جواب پسند نہ آیا....... فرمایا میرے کلیم آپ کو یہ جواب زیب نہیں دیتا تھا، اگر زمین کی پشت پر آپ سے بڑا عالم کوئی نہیں، لیکن میں تو آپ سے بڑا عالم ہوں پھر آپ نے یہ کیوں کہا کہ مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں. آپ کے لئے اس طرح کہنا مناسب نہیں تھا........ جہاں دو سمندر آپس میں ملتے ہیں وہاں میرا ایک بندہ رہتا ہے میں نے اس کو ایسا علم عطا فرمایا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے آرزو اور خواہش کی اور دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس بندۂ خدا کے ہاں جا کر اس سے وہ علم سیکھنا چاہیئے........ چنانچہ اللہ تعالےٰ سے پوچھتے ہیں کہ مولا! میں تیرے اس بندے سے ملنا چاہتا ہوں...... میں اس کے پاس رہ کر وہ علم سیکھنا چاہتا ہوں۔

(علم اتنی قیمتی متاع ہے کہ کلیم اللہ جیسے عظیم المرتبہ پیغمبر نے اس کے حصول کی تمنا اور خواہش کی اور علم کے حصول کے لئے طویل سفر فرمایا....... علم ہی سے حق و باطل کی پہچان ہوتی ہے......... بلکہ رب کی پہچان بھی علم ہی سے ہوتی ہے........ علم ایک ایسا زیور ہے جو پرانا نہیں ہوتا.........علم اتنی بے بہا دولت ہے جو کبھی کم نہیں ہوتی، ایسی دولت جس کی چوری کا ڈر اور خوف نہیں ہے........ علم ہی کے بارے رحمت کائناتؐ نے فرمایا

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ

علم کا تلاش کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض اور ضروری ہے)

حضرت موسیٰ درخواست کرتے ہیں مولا ! اس بندے کا صحیح پتہ بتلائیے تاکہ آسانی کے ساتھ اس تک پہنچ سکوں اور علم حاصل کرسکوں.......

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے کلیم ایک مچھلی تل کر تھیلے میں رکھ لو اور دریا کے ساتھ ساتھ چلتے جاؤ جہاں مچھلی زندہ ہو جائے میرا بندہ وہیں رہتا ہے۔

اب حضرت موسیٰ نے مچھلی تل کر ساتھ رکھ لی، اپنے ایک دوست حضرت یوشع بن نون کو ہمسفر بنایا (حضرت یوشع اس وقت تک حضرت موسیٰؑ کے صحابی تھے اور ظاہر بات ہے کہ ایک صحابیٔ رسول کا مرتبہ و مقام دنیا کے تمام اولیاء اللہ سے بلند و بالاتر ہے۔ اور حضرت یوشع تو ایسے صحابیٔ رسول تھے جو بعد میں مرتبۂ نبوت سے سرفراز کئے گئے)

حضرت موسیٰ نے اپنے ہمسفر کو سفر کی نوعیت اور حقیقت سے آگاہ کیا فرمایا لَآ اَبۡرَحُ حَتّٰۤى اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِىَ حُقُبًا ۔

جہاں دو سمندر ملتے ہیں میں نے وہاں لازماً پہنچنا ہے۔ چاہے اس کیلئے مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔ مطلب یہ تھا کہ تم نے میرے ساتھ سفر کرنا ہے۔ یہ سفر بڑا اہم اور ضروری ہے۔ اور جس مقصد کے لئے یہ سفر اختیار کیا ہے اور جس شخص کو ہم نے ملنا ہے جب تک یہ مقصد پورا نہیں ہوگا اس وقت تک ہم نے اس کی تلاش کے لئے سفر برابر جاری رکھنا ہے۔ چاہے اس کے لئے ہمیں سالہا سال سفر کرنا پڑے۔

پھر دونوں اپنی منزل کی تلاش میں چل نکلے...... ایک پیغمبر دوسرا امتی...... ایک امام دوسرا مقتدی...... ایک پیشوا دوسرا پیروکار ...... چلتے چلتے ایک مقام پر حضرت موسیٰ کو نیند نے ستایا...... نیند کا غلبہ ہوا...... سفر کرتے کرتے تھک گئے، حضرت موسیٰ نے اپنے

ساتھی سے فرمایا میں بہت تھک گیا ہوں نیند آرہی ہے میں کچھ دیر کے لئے سونا چاہتا ہوں، لیکن تم جاگتے رہنا اور دیکھتے رہنا کہ کہیں مچھلی زندہ نہ ہو جائے....... اور غور سے دیکھنا کہ مچھلی اگر زندہ ہوگئی تو کہاں جاتی ہے اس لئے کہ جس طرف مچھلی جائے گی وہیں وہ بندہ رہتا ہے جس کی تلاش میں ہم نکلے ہیں۔

حضرت موسیٰ سو گئے....... یوشع بن نون جاگ رہے ہیں۔ تھیلے پر مسلسل نظر ہے....... غور سے دیکھتے رہے کہ اچانک تھیلے میں کھڑکھڑاہٹ شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے مچھلی زندہ ہوکر دریا میں داخل ہوگئی اور پانی میں جہاں سے گزری وہاں سرنگ بنتی چلی گئی....... پانی دونوں طرف رُک گیا....... یوشع بن نون نے یہ عجیب و غریب اور انوکھا منظر دیکھا....... لیکن سوچا کہ حضرت موسیٰ تھک کر سو گئے ہیں انہیں ابھی جگانا مناسب نہیں جگہ کا پتہ تو چل گیا ہے....... اس لئے جب حضرت موسیٰ اٹھیں گے تو انہیں اس واقعہ سے مطلع کردوں گا...

حضرت موسیٰ جاگے اور فرمایا چلو! یوشع بن نون نے کہا چلئے! دونوں چل پڑے اور حضرت یوشع بن نون کو مچھلی کا زندہ ہونا اور سرنگ بنا کر دریا میں چلے جانا یہ سب کچھ بتلانا یاد نہ رہا۔

قرآن مقدس میں ارشاد ہوا

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝

جب دونوں اس جگہ پہنچے جہاں دو دریا ملتے تھے تو دونوں مچھلی کو بھول گئے۔

پس مچھلی نے دریا میں راہ سرنگ بنائی

منزل مقصود سے حضرت موسیٰ آگے نکل گئے۔ تو تھکاوٹ بھی محسوس

ہوئی۔ اور بھوک نے بھی ستایا، خادم سے کہا

اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا۔

صبح کا کھانا لاؤ بھوک لگی ہے اس سفر میں تو تھکاوٹ بہت ہو گئی ہے۔

سُبحان اللہ! جو خداوند قدوس قرآن میں نماز کی رکعتیں نہیں بتلاتا...... زکوٰۃ کی شرح کا ذکر نہیں کرتا........ حج کا مکمل طریقہ نہیں بتاتا....... روزے کے مکمل مسائل بیان نہیں کرتا۔ بلکہ اصول بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ....... نماز قائم کرو، کس طرح پڑھو یہ میرا آخری پیغمبر بتائے گا....... وہ کہتا ہے اٰتُوا الزَّکٰوۃَ........ زکوٰۃ ادا کرو.... اس کی شرح کیا ہوگی، یہ میرے محمدؐ سے پوچھو، جو خدا صرف اصول بیان کرتا ہے۔ وہ قرآنِ مقدس میں حضرت موسیٰ کی بھوک کا تذکرہ کرتا ہے..... .... حضرت موسیٰ کی تھکاوٹ کا ذکر کرتا ہے....... آخر کیوں؟

صرف یہود کو سمجھانے کے لئے جو حضرت موسیٰ کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھتے تھے....... جو حضرت موسیٰ کو مشکل کشا، اور حاجت روا مانتے تھے........ جو حضرت موسیٰ کو غائبانہ حاجات میں پکارتے تھے...... جو حضرت موسیٰ سے غائبانہ مدد مانگتے تھے....... اللہ تعالےٰ نے مسئلہ سمجھایا لوگو! جس کو بھوک ستائے اور کھانے کا محتاج ہو وہ حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہو سکتا........ حاجت روا وہ ہوتا ہے جسے بھوک نہیں لگتی......... ہاں حاجت روا وہ ہوتا ہے جو ساری کائنات کو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا......... ہاں مشکل کشا وہ ہوتا ہے جو ساری کائنات کو پلاتا ہے مگر خود نہیں پیتا......... فرمایا دیکھو حضرت موسیٰ؛ تھکاوٹ کا ذکر کر رہے ہیں....... جو سفر کرتے کرتے تھک جاتا ہے

وہ مشکل کشا نہیں ہوسکتا........ مشکل کشا وہ ہے جو ساری کائنات کا نظام چلاتا ہے، مگر کبھی تھکتا نہیں

وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا زمین و آسمان کی حفاظت کرتا ہے مگر کبھی تھکتا نہیں....

حضرت موسیٰؑ نے صبح کا کھانا مانگا تو حضرت یوشع بن نون کو یاد آیا کہ جہاں حضرت موسیٰ سوئے تھے وہاں مچھلی تو زندہ ہوگئی تھی........ تو جواب میں کہتے ہیں۔

اَرَاَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَۃِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ

کہ حضرت جی! جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے اور آپ (سو گئے تھے) وہاں تلی ہوئی مچھلی بڑے عجیب وغریب انداز سے زندہ ہوگئی تھی۔ لیکن آپ جاگے تو مجھے بتانا بھول گیا۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ وہی جگہ ہمارا مطلوب تھی وہی جگہ ہماری منزلِ مقصود تھی، اسی کی تلاش میں ہم نکلے تھے......

.... چلو واپس چلیں.......... لیکن کس طرح چلیں........ وہ جگہ کس طرح ڈھونڈیں گے........ پھر فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا۔ دونوں واپس پلٹے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ڈھونڈتے (اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمادیا اور مسئلہ سمجھایا لوگو! جو عالم الغیب اور حاضر وناظر ہوتا ہے وہ قدموں کے نشان دیکھ کر نہیں چلتا... قدموں کے نشانات کی محتاجی اس شخص کو ہوتی ہے جو عالم الغیب اور حاضر وناظر نہ ہو)

سامعینِ گرامی قدر! آپ نے سنا کہ حضرت موسیٰ سو گئے قریب ہی تھیلے میں مچھلی موجود تھی وہ تھیلے کے اندر زندہ ہوگئی، تھیلے میں کھڑکھڑاہٹ ہوئی ہوگی

لیکن سوئے ہوئے پیغمبر کو مچھلی کے زندہ ہونے کا پتہ نہ چل سکا۔ جب سوئے ہوئے پیغمبر کو قریب پڑی شئ کا پتہ نہیں چل سکتا تو اسے دوسروں کے حالات کا پتہ کیسے چلے گا۔ اس لئے مخلوق میں سے کوئی بھی الٰہ اور معبود بننے کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ ان پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے الٰہ اور معبود صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے کہ نیند تو نیند رہی اسے اونگھ بھی کبھی نہیں آئی۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب سویا ہوا پیغمبر اپنے قریب کے واقعات کو نہیں جانتا تو فوت شدہ بزرگوں کو بھی علم نہیں ہوتا کہ کون ہماری قبر پر آیا ہے۔۔ اور کون نہیں آیا۔۔۔۔۔۔۔ کس نے پکارا اور کس نے نذر نیاز دی۔۔۔۔۔۔ کس نے چادر چڑھائی اور کس نے پھول ڈالے۔۔۔۔۔۔ اگر صاحب کتاب پیغمبر حضرت موسیٰ کو۔۔۔۔۔۔ ہاں زندہ موسیٰ کو جو سو گئے تھے۔ قریب پڑے تھیلے میں زندہ ہو جانے والی مچھلی کا پتہ نہ چل سکا۔ تو پھر پیران پیر کو تیری گیارھویں کا بھی کوئی پتہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔ حضرت جعفر صادق کو بھی تیرے کونڈوں کا کوئی علم نہیں۔۔۔۔۔۔ حضرت حسینؓ کو بھی تیری سبیل کا کوئی علم نہیں۔۔۔۔۔۔ ذرا سوچو اور غور کرو ابھی پیغمبر زندہ ہے صرف سویا ہے لیکن اُسے اپنے قریب ہونے والے واقعات کا کوئی علم نہیں تو مرنے کے بعد بھی کسی پیغمبر اور پیر کو، کسی ولی اور نبی کو دنیا کے حالات کا کوئی علم نہیں۔۔۔۔۔۔ تمام حالات کو جاننے والا۔۔۔۔۔ معبود اور مشکل کشا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ نہ اس پر موت آئے گی۔ نہ وہ سوتا ہے اور نہ اُسے اونگھ آتی ہے۔۔۔۔۔۔ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط

اصحابِ کہف کا واقعہ

خداوند قدوس نے قرآن مقدس میں ایک اور واقعہ بیان فرمایا ہے۔ یہ سات اولیاء کرام

کا واقعہ ہے

اور اللہ تعالٰی نے انہی کے نام پر پوری سورت کا نام "سورہ کہف" رکھا ہے، یعنی وہ سورت جس میں غار میں چھپنے والے اولیاء اللہ کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

پوری قوم بُت پرست تھی........ وقت کا بادشاہ بھی بُت پرست تھا........ اس دَور کے علماء اور واعظین بھی بادشاہ اور قوم کی ہاں میں ہاں ملانے والے تھے......... وزیر و مشیر سب لوگ غیر اللہ کے پجاری........ شرک کی دُلدل میں پھنسے ہوئے......... کفر کی وادیوں میں بھٹک رہے تھے........ وقت کے پادری اور پوپ حق سے اعراض کر کے کفر کے ساتھی بن گئے تھے........ توحید اور خدا کی وحدانیت سے لوگ واقف تک نہیں تھے........ انبیاء کی تعلیمات سے لوگ منہ موڑ چکے تھے....... پورا معاشرہ اور ماحول شرک و کفر کی بدبو سے متعفن ہو گیا تھا...... شرک و ظلمات کے گھنے بادل چھا گئے تھے........ ایسے کفریہ ماحول اور شرک زدہ معاشرے میں سات نوجوان ایسے بھی تھے جنہیں اللہ نے توحید کی سمجھ عطا فرمائی تھی........ وہ غیر اللہ کی پوجا پاٹ سے منہ موڑ کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے........ وہ بت پرستی سے کنارہ کش ہو گئے تھے........ انہوں نے معبود اور مسجود صرف اور صرف اللہ کو مانا تھا اور اس پر ڈٹ گئے تھے.......... وہ اپنا مشکل کشا...... حاجت روا اور داتا صرف اور صرف اللہ کو مانتے تھے........ انہوں نے شرک سے اظہارِ بیزاری کیا تھا........ کفر کے خلاف اعلانِ بغاوت کیا تھا...... وقت کے بادشاہ نے اس بات کا سختی سے نوٹس لیا کہ

یہ نوجوان نئے مذہب کی بنیاد رکھ رہے ہیں، اگر انہیں دبایا نہ گیا اور انہیں روکا نہ گیا تو یہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پوپوں اور پادریوں نے سوچا اگر لوگوں کو مسئلہ توحید کی سمجھ آگئی تو ہماری خیر نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ہماری جھوٹی عزت اور شہرت خاک میں مل جائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ جانتے تھے کہ توحید کی آواز فطرت کی آواز ہے اور یہ آواز دلوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے بادشاہ وقت کے سامنے ان کی شکایت کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ جناب اس فتنے کو اسی وقت روک دینا چاہیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چنگاری کو یہیں خاکستر کر دینا چاہیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چنانچہ بادشاہ نے ان نوجوانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ تم واقعی کسی نئے دین کے داعی ہو؟ تم کیا چاہتے ہو؟ تمہارے عقائد کیا ہیں؟ تم اپنے باپ دادا کے مذہب سے کنارہ کشی کیوں اختیار کر رہے ہو؟

بادشاہ نے ڈانٹا اور کہا خیریت اسی میں ہے کہ تم اپنے پرانے مذہب میں واپس آجاؤ۔ ۔ ۔ باپ دادا کے دین میں پلٹ آؤ۔

قرآن اس واقعہ کو اس طرح ذکر کرتا ہے،

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۔

بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پالنہار پر ایمان لائے تھے اور اللہ رب العزت نے انہیں ہدایت میں زیادہ فرمایا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دن بدن ہدایت میں ترقی ہوتی گئی۔ ۔

بادشاہ نے جب دربار میں بلایا اور انہیں ڈرایا دھمکایا اور واپس اپنے دین میں آنے پر زور دیا تو اس بھرے دربار میں ان نوجوانوں نے نہ دربار کے جاہ وجلال کی کوئی پرواہ کی نہ دربار کی شان و شوکت کی کوئی پرواہ کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ دربار

شاہی کی ٹھاٹھ باٹھ انہیں حق بات کہنے سے روک سکی۔۔۔۔۔۔۔ نہ حکومت کے کسی رعب میں آئے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔۔۔۔ انہیں بولنے کا حوصلہ دیا۔۔۔۔۔۔۔ حق بات کہنے کی توفیق عطا فرمائی۔۔۔ ۔۔۔۔ بادشاہ نے کہا تم کس رب کے قائل ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہارا رب کون ہے۔۔۔۔۔۔ اور تم ہمارے معبودوں کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔

ان نوجوانوں نے پوری جرأت اور دلیری سے اپنے رب کا تعارف کروایا ۔۔۔۔۔ بڑی بہادری و بے باکی سے کلمۂ توحید بلند کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنے رب کی وحدانیت والوہیت کو بیان کیا اور شرک کے خلاف آواز اٹھائی۔۔

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا

بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہیں اور تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ہمارا رب ۔۔۔۔۔۔۔ ہمارا پالنہار۔۔۔۔۔۔۔ ہمارا مربی اور ہمارا داتا۔۔۔۔۔۔ ہاں ہمارا رب وہ ہے جو زمین و آسمان کا رب ہے۔ یعنی صرف ہمارا رب نہیں ہے بلکہ وہ زمین کی ہر شئی کا رب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ آسمان والوں کا بھی رب ہے ۔۔۔۔۔۔۔ وہ ہمارا روزی رساں بھی ہے۔۔۔۔۔ وہی ہمارا رازق ہے۔۔۔ ۔۔۔ وہی ہمارا معطی ہے۔ ہم اُسے ہی اپنا معبود و مسجود مان چکے ہیں۔۔۔۔۔ ہم اس کے سوا کسی اور کو الٰہ مان لیں یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔۔ ہم اس کے سوا کسی اور کو پکاریں یہ ناممکن ہے۔

لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا

ہم اس کے سوا کسی کو الٰہ اور معبود مان لیں تو یہ بڑی بے ہودہ بات ہوگی۔

هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ

اے وقت کے حکمران یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کے سوا اپنے لئے اور معبود۔۔۔۔۔۔ اپنے لئے اور الٰہ۔۔۔۔۔۔ اپنے لئے اور مشکل کشا مان لئے ہیں۔ اور اس شرکیہ عقیدہ اور اپنے اس غلط عمل پر ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ ۔۔۔۔۔۔

بغیر دلیل کے اپنے شرکیہ عقیدہ پر قائم ہیں اور ہمیں ہمارے رب نے توحید کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔

بادشاہِ وقت نے کہا ہم تمہاری کسی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں۔۔۔۔۔۔۔ ہم تمہارے کہنے پر اپنے باپ دادا کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔۔۔۔۔۔ تم کل کے "چھوکرے" ہو تمہیں نئے دین کا پتہ چل گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ ہم "چھوکروں" کے پیچھے نہیں لگ سکتے۔۔۔۔۔۔ تم چونکہ صاحب ثروت گھرانوں سے تعلق رکھتے ہو۔۔۔۔۔۔۔ باثر لوگوں کی اولاد ہو۔۔۔۔۔۔۔ امیر گھرانوں کے چشم و چراغ ہو اور ابھی نوجوان ہو۔۔۔۔۔۔۔ جذباتی بن رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔ میں بھی جلد بازی میں تمہیں کوئی سزا نہیں دیتا، نہ تمہیں گرفتار کرتا ہوں۔ بلکہ سوچ بچار کے لئے تمہیں مہلت دیتا ہوں۔۔۔۔۔ سوچ لو گھر والوں سے مشورہ کر لو۔۔۔۔۔۔ غور و فکر کے لئے تمہیں وقت دیتا ہوں ۔۔ ٹھنڈے دل سے فیصلہ کر لو، کہ اپنے نئے مذہب پر قائم رہنا چاہتے ہو؟

یا پرانے مذہب پر اور اپنے باپ دادا کے دین پر واپس آنا چاہتے ہو۔

ان نوجوانوں نے مہلت مانگی کہ ہمیں سوچنے کا وقت دو، ہم باہمی مشورہ کر کے تمہیں اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیں گے۔

پھران نوجوانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس شہر میں مسئلہ توحید کو اپنانا اور پھر اس شہر میں رہنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ . . . . . . اگر مسئلہ توحید پر قائم رہنا چاہتے ہو تو پھر اس شہر کو چھوڑنا ہوگا۔ دوؔ میں سے ایک چیز کو چھوڑنا ہوگا یا دینِ توحید کو ترک کرنا ہوگا یا اپنا ملک چھوڑنا ہوگا پھر انہوں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر یہ فیصلہ کرلیا کہ مسئلہ توحید کو کسی قیمت پر ہم نہیں چھوڑ سکتے دینِ توحید ہمیں دنیا کی ہر شئے سے پیارا ہے، اپنے ماں باپ . . . . اپنے بہن بھائی . . . . اپنے رشتہ دار . . . . . . اپنا کنبہ . . . . . اپنا قبیلہ . . . . اپنا شہر اپنا وطن اپنا گھر، مال و دولت، غرضیکہ ہر چیز چھوڑی جا سکتی ہے لیکن دینِ توحید کو نہیں چھوڑا جا سکتا . . . . ہاں یہ مسئلہ توحید واقعی اتنا میٹھا اور پیارا ہے کہ جسے اس کی سمجھ آگئی پھر وہ کسی قیمت پر اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا . . . . ذرا آپ سوچیں تو سہی وطن اور شہر کو چھوڑنا . . . . گھر بار چھوڑنا . . . . ماں کی ممتا کو قربان کرنا . . . . . . باپ کی محبت کو نثار کرنا . . . . امن و سکون کی زندگی کو چھوڑنا کوئی آسان نہیں ہے۔ لیکن مسئلہ توحید کے لئے ان نوجوانوں نے یہ سب کچھ قربان کر دیا، اور شہر سے بھاگ کھڑے ہوئے . . . راستے میں کچھ دیر آرام کے لئے ایک غار میں ٹھہر گئے . . . اور ارادہ کیا کہ کچھ دیر کے لئے سو جائیں . . . . تازہ دم ہو جائیں گے تو پھر آگے سفر شروع کریں گے۔

خداوند قدوس نے فرمایا وہ سات اولیاء اللہ چند گھنٹوں کے لئے سونا چاہتے تھے اور ہم نے ان کے کانوں پر دستِ قدرت سے تھپکیاں دے کر تین سو نو سال (309) تک سلا دیا۔

فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝

وہ سات نوجوان جب غار کے قریب پہنچے تھے تو اپنے رب کے حضور دعا مانگتے تھے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝

اے ہمارے پالنہار دے ہم کو اپنے پاس سے رحمت اور ہمارے لئے اس کام میں بھلائی تیار کیجئے۔

پھر اللہ نے ان کی دعا پوری فرما دی اور اپنی رحمت کی چادر سے ان کو ڈھانپ لیا، وہ غار میں سو گئے اور ان کے ساتھ ایک کتا تھا وہ غار کے منہ پر دونوں ہاتھ پھیلا کر بیٹھ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح سلایا کہ دیکھنے والے کو لگتا تھا کہ جاگ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ میٹھی نیند سو رہے تھے۔

تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۝

اور ہم ان کو کبھی دائیں اور کبھی بائیں جانب کروٹ بدلتے تھے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۝

ہمیں ان توحید پرست نوجوانوں سے اتنا پیار تھا اور وہ مجھے اتنے محبوب تھے کہ جہاں وہ سوئے تھے وہ ایک فراخ جگہ تھی اور ہم سورج کو ان کے دائیں بائیں سے گزار دیتے تھے تاکہ سورج کی تمازت اور تپش ان تک نہ پہنچے، اور ہمارے محبوب بندوں کو تکلیف نہ ہو۔

تین سو نو سال کے بعد ہم نے انہیں بیدار کیا، آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے ان میں ایک نے کہا كَمْ لَبِثْتُمْ بتاؤ یار کتنا ٹھہرے ہو۔۔۔۔۔

قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ .... کہنے لگے ہم یہاں ایک دن ٹھہرے ہیں یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں ۔

سامعین گرامی قدر .... غور فرمایئے اور اندازہ لگایئے ... سات ولی ہیں ، اور ولی بھی ایسے عظیم المرتبہ اور رفیع القدر .... ہاں ولی بھی اتنے بلند شان کہ ان کا ذکر قرآن میں ہوا .... جو اُن کی ولایت کا انکار کرے اس کا اسلام خطرے میں پڑ جائے .... خدا کے محبوب اور پیارے بندے لیکن جب سو گئے تو انہیں گزرنے والے واقعات وحالات کا علم نہ ہو سکا .... انہیں اپنے سونے کی مدت کا پتہ نہ چل سکا .... تین سو نو سال کے عرصہ کو ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ سمجھا .... جب انسان سو جائے اور یہ سونے والا انسان اللہ کا ولی ہی کیوں نہ ہو اسے اپنے وجود کی خبر بھی نہیں رہتی جب اپنے وجود کی خبر نہ ہو تو دوسروں کے حالات سے کس طرح باخبر ہو سکتا ہے اس لئے وہ معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں .... الٰہ اور معبود وہ ہے جس کی صفت ہے لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ .. جسے نیند تو نیند رہی اونگھ بھی کبھی نہیں آتی ۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولی ہو ، اور ہو بھی زندہ جب وہ سو جائے تو اسے پتہ نہیں چلتا کہ میں کتنا سویا ہوں .... اسے زمانہ کے تغیرُ وتبدل اور دنیا کے حالات کا کوئی علم نہیں ہوتا .... جب سوئے ہوئے ولی کو علم نہیں ہوتا تو مرنے کے بعد بھی کسی پیر اور پیغمبر کو دنیا کے حالات کا علم نہیں ہے .... یہ سات نوجوان جب نیند سے بیدار ہوئے تو بھوک محسوس ہو رہی ہے ، کہنے لگے ایک شخص کو قریبی شہر میں بھیجو وہ جائے

اور اچھا سا کھانا لائے۔ . . . . پھر اپنے میں سے ایک شخص کو روانہ کیا۔ اور اسے تاکید کرتے ہیں کہ دیکھنا ذرا احتیاط سے جانا ہم بھاگ کر آئے ہوئے ہیں اگر انہیں معلوم ہو گیا تو ہماری خیر نہیں۔ . . . . ہاں اگر تم پکڑے جاؤ ہمارا نہ بتانا، جو بیتے خود بھگت لینا، اور ہاں دیکھنا لوگ شہر میں اپنے بتوں کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں، منتیں مانتے اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں پھر وہی نذر و نیاز اور وہی کھانے پینے کی چیزیں شہر میں بیچ دیتے ہیں، اور شہر کے دکاندار وہی کھانا فروخت کر دیتے ہیں، تم احتیاط کرنا کسی ایسے دکاندار کے ہاں نہ جانا، بلکہ دیکھ بھال کے پاکیزہ اور حلال کھانا لانا۔

ان میں سے ایک شخص کھانا لینے کے لئے شہر پہنچا . . . . دیکھا اور دیکھ کر حیران ہوا کہ شہر کی شکل و صورت بدلی بدلی ہوئی ہے . . . . وہ بازار نہیں، وہ سڑکیں نہیں، اس طرح کی گلیاں نہیں، معروف اور معلوم راستے نہیں . . . . مکانوں کی ہیئت بدلی ہوئی . . . . . . دکانوں کی آرائش بدلی ہوئی . . . . چہرے نئے . . . . لوگ نئے . . . . . ماحول بدلا ہوا . . . . لوگوں کا لباس بدلا ہوا . . . . . رنگ ڈھنگ غرضیکہ ہر شئی میں اس نے تبدیلی محسوس کی . . . . اسے تو علم نہیں تھا کہ تین سو نو سال کا طویل ترین عرصہ گزر گیا ہے۔ اور تین صدیوں میں کتنے انقلابات زمانہ آتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک دکاندار سے کھانا خریدا، اور اسے کھانے کی قیمت ادا کی . . . . دکاندار نے اب تین سو نو سال پرانے سکے کو دیکھا . . . . پھر اس اجنبی کو دیکھا . . . . پھر سکے کو دیکھا . . . اس نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید دکاندار کو شک پڑ گیا ہے، دکاندار نے کہا میاں قیمت میں کون سا سکہ دے رہے ہو . . . . تین صدی پہلے کا سکہ . . . .

. . . . . اس نے حیرانگی سے کہا ! بھائی کیا کہہ رہے ہو، ابھی کل تو ہم یہاں سے گئے ہیں، کل تک یہ سکہ چلتا تھا، آج اچانک یہ تین صدی پہلے کا کیسے ہوگیا ؟ دکاندار یہ سن کر اور حیران ہوا. اس نے آس پاس کے دکانداروں کو بلایا. دیکھتے ہی دیکھتے مجمع لگ گیا. اب ایک دوسرے سے گفتگو ہونے لگی. کوئی کہتا اسے کہیں سے پرانا خزانہ مل گیا ہے. . . . . . . کوئی کہتا یہ پاگلوں جیسی گفتگو کرتا ہے. . . . . . مجنون ہے کہتا ہے کل تک یہ سکہ چلتا تھا آج تین صدی پرانا کیسے ہوگیا. . . . . . کوئی کہتا یہ دشمن ملک کا جاسوس نہ ہو. . . . . . . یہ اپنی صفائی پیش کرتا. . لوگ تحقیق کے لئے پوچھتے اپنے والد کا نام بتاؤ، یہ نام بتلاتا، لوگ کہتے اس نام کا کوئی شخص ہمارے اس شہر میں نہیں رہتا . . . . . . وہ کہتا بھائی میں اس شہر سے کل ہی گیا ہوں، لوگ کہتے محلے کا نام بتاؤ، اس نے رہائش کا پورا پتہ بتایا، لوگ کہتے یہ محلہ اور گلی تو ہمارے شہر میں ہے ہی نہیں. . . . . . . جب وہ اپنے باپ کے متعلق صحیح معلومات نہ دے سکا کہ لوگ مطمئن ہوجاتے اور اپنی رہائش کا صحیح پتہ نہ بتا سکا کہ لوگ اسے پہچان لیتے، جب وہ اپنی شناخت نہ کروا سکا تو اب لوگوں کا خیال یقین میں بدل گیا کہ آدمی خطرناک معلوم ہوتا ہے. انہوں نے مشورہ کیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا جائے اور بادشاہ کے حوالے کردیا جائے . . . . اس نے سوچا کہ بادشاہ سے تو سوچنے کی مہلت مانگی تھی. اور اسی مہلت سے فائدہ اٹھا کر ہم بھاگے تھے. . . . . اب بادشاہ تو سخت غصہ میں ہوگا اور میں اکیلا پھنس گیا ہوں. . . . . گھبرایا اور گھبراہٹ میں کہتا ہے سنو جی ! میں اکیلا نہیں ہوں میرے ساتھ چھ اور بھی ہیں، اور شہر سے باہر ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں. . .

اس واقعہ کے ایک ایک حصے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اولیاء اللہ عالم الغیب...... حاضر و ناظر...... اور مشکل کشا نہیں ہیں......... اگر وہ عالم الغیب ہوتے تو اپنے سونے کی صحیح مدت کا انہیں علم ہوتا۔ اور اگر انہیں علم ہوتا تو تین صدی پرانا سکہ دے کر اپنے ساتھی کو شہر کھانا لانے کے لئے کبھی نہ بھیجتے...... اگر وہ عالم الغیب ہوتے اور انہیں اپنے ساتھی کی گرفتاری کا علم ہوجاتا، تو وہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچا لیتے......... وہ حاضر و ناظر ہوتے تو انہیں معلوم ہوگیا ہوتا کہ تین صدیاں گزر گئیں ہیں، حکومت بدل گئی ہے..... اور آج کا بادشاہ نیک دل اور موحد ہے تو وہ خود واپس آجاتے....... اگر اولیاء اللہ مشکل کشا ہوتے تو بادشاہ سے ڈر کر کبھی نہ بھاگتے...... اور کبھی غاروں میں نہ چھپتے...... جو اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑا ہو وہ مشکل کشا نہیں ہوسکتا...... اور جو جان بچانے کے لئے غاروں میں پناہ لے وہ دنیا والوں کو پناہ نہیں دے سکتا..

رحمت کائناتؐ کا ایک واقعہ

آخر میں ایک دلچسپ اور سبق آموز واقعہ، رحمت کائناتؐ...... سرور کونین..... حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی سنئے یہ واقعہ حدیث کی اکثر کتب میں موجود ہے...... مسلم شریف میں بھی ہے اور مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے۔

آنحضرتؐ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے، رات کا وقت ہوا تو آرام کرنے اور سونے کے لئے پورا قافلہ ٹھہر گیا....... آنحضرتؐ

کے ذہن میں خیال آیا کہ تھکے ہوئے ہیں، گہری نیند سو گئے تو شاید صبح کی نماز کے لیے آنکھ نہ کھلے ۔ اسی خیال کے پیشِ نظر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ تم پہرہ بھی دو اور فجر کی نماز کے لیے ہمیں جگا بھی دینا۔

تمام مسلمان بے فکر ہو کے سو گئے ، خود آنحضرت ﷺ بھی سو گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سوچا یونہی بیٹھا رہوں گا تو نیند غالب آجائے گی۔ اس لئے نوافل شروع کر دئے ۔ ۔ ۔ جب صبح صادق قریب ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ کہ جونہی صبح صادق کے آثار نمودار ہونگے تو آذان بھی دوں گا اور سب کو جگا بھی دوں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جونہی ٹیک لگائی نیند ان پر بھی غالب آگئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نیند بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر غالب آگئی۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ سب سوئے ہوئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ کائنات کا آقا بھی اور اس کے غلام بھی غلاموں میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غلاموں میں سیدنا عثمان بھی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اور جس کی ذمہ داری تھی جگانے کی وہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سینکڑوں اصحاب رسول ﷺ میٹھی نیند سوئے ہوئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصحاب رسول کا مقام و مرتبہ کچھ کم نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ساری کائنات کے ولی ۔ ۔ ۔ پوری دنیا کے پیر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمام علماء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صلحا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شہداء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صالحین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شب زندہ دار اور تہجد گزار مل جائیں تو ایک صحابی کے پاؤں کی مٹی کے برابر نہیں ہو سکتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم ولیوں اور پیروں کے بارے عقیدہ رکھتے ہو کہ وہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہیں اور

تمہارے حالات سے واقف ہیں اور مرنے کے بعد دنیا کے حالات کو دیکھتے ہیں۔ اور یہاں ولیوں کے سردار اصحاب رسول ہیں اور پوری کائنات کے سردار حضرت محمد کریمؐ ہیں، ابھی فوت نہیں ہوئے صرف سوئے ہیں۔۔۔۔ میٹھی نیند سوئے ہیں کہ سورج طلوع ہو گیا۔۔۔۔۔ اور سب کی نماز قضا ہو گئی۔۔۔

حَتّٰی ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ ۔ یہاں تک کہ سورج کی تپش اور تمازت چہروں پر محسوس ہوئی۔

فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَهُمُ اسْتِيْقَاظًا ۔

اللہ کے پاک پیغمبر سب سے پہلے بیدار ہوئے۔ بڑے افسردہ اور پریشان کہ تمام مسلمانوں کی نماز قضا ہو گئی۔ آپ نے آواز دی۔۔۔۔۔ یا بلالؓ۔۔۔۔ بلالؓ تجھے کیا ہوا بلالؓ تیرے ذمہ تھا ہمیں جگانا، تم کیا کرتے رہے، تم نے اتنی غفلت اور سستی کی، اور ہمیں جگایا بھی نہیں۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ناراض نہ ہوں

اَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي اَخَذَ بِنَفْسِكَ ۔۔۔۔ مجھے بھی اس ذات نے سلا دیا جس نے آپ کو سلا دیا۔

سامعین گرامی قدر!۔۔۔۔۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو سو جاتا ہے چاہے وہ نبیوں کا سردار ہو یا کوئی صحابی اُسے اپنے وجود کا اور ارد گرد کے حالات کا علم نہیں ہوتا۔ اسے دنیا جہان کے واقعات کا علم نہیں ہوتا۔ اسے سورج کے طلوع ہونے کا علم نہیں ہوتا، وہ سو جائے تو نماز تک قضا ہو جاتی ہے۔ جو سو جاتا ہے وہ معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ وہ مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہو سکتا۔۔ الٰہ اور معبود۔ نفع و نقصان کا مالک۔۔۔۔

. . . حاجت روا اور مشکل کشا صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذاتِ گرامی ہے۔ کیونکہ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اس کی صفت ہے۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ۔ ۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ۔

بارہویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ... وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ .. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

حضرات گرامی قدر ...... اللہ رب العزت نے آیۃ الکرسی میں اپنے عظیم الشان دعویٰ " اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ " کو ثابت اور واضح کرنے کے لئے جو عقلی دلائل دئے ہیں ان میں سے پہلی دو عقلی دلیلیں آپ سماعت فرما چکے ہیں ...... آج کے خطبہ میں ہم تیسری عقلی دلیل پر گفتگو کریں گے ...... اپنی الوہیت اور وحدانیت و معبودیت کے لئے خداوند قدوس نے پہلی دلیل تھی " اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ " کہ میں ایسا زندہ ہوں جس پر کبھی موت نہیں آئے گی ... میری ذات وہ ذات ہے جس کی ابتدا بھی کوئی نہیں، اور جس کی انتہا بھی کوئی نہیں۔ ہمیشہ سے ہوں اور ہمیشہ رہونگا۔ اس لئے عبادت و پکار کے لائق بھی صرف اور صرف میری ذات ہے۔

پھر اپنی الوہیت کے لئے دوسری عقلی دلیل دی " لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ " کہ میری ذات وہ ذات ہے جسے نہ کبھی اونگھ آئی ہے اور نہ کبھی نیند آئی ہے۔ اس لئے میں کبھی بھی اپنی مخلوق کے حالات سے غافل اور بے خبر

نہیں ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب میں ہی ہوں جو حالات و واقعات سے باخبر ہوں تو پھر پکار اور عبادت بھی صرف میری کرو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن کو تم پکارتے ہو چاہے وہ انبیاء ہوں یا اولیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چاہے وہ ولی ہوں یا نبی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چاہے کوئی صحابی ہو یا تابعی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چاہے کوئی امام ہو یا پیران پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے ۔ اور جس پر نیند کا غلبہ ہو جائے وہ اپنے قریب کے حالات سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اس لئے وہ پکار اور عبادت کے لائق نہیں

دعویٰ پر تیسری دلیل

اب خداوند قدوس نے اپنے دعوے کے اثبات کے لئے تیسری دلیل دی ۔

"لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اس کا مالک بھی اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا مالک بھی اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عرش اور کرسی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آسمانوں میں سدرۃ المنتہیٰ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیت المعمور ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آسمانوں میں انبیاء اور مومنین کی ارواح ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جنت اور جہنم ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حوض کوثر اور مقام محمود ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمازت سے بھرپور سورج ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ضیاپاشیوں والا چاند ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جگمگ کرتے ستارے ہیں ۔ ۔ یہ سب اسی اللہ کے حکم کے پابند ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سب کچھ اسی کا ہے

" وَمَا فِي الْاَرْضِ " جو کچھ زمین میں ہے یہ بھی اسی کا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زمین کا سینہ چیرتے دریا اسی کے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آسمان سے باتیں کرتے پہاڑ اسی کے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نباتات اسی کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جمادات

اسی کے۔ . . . . . حیوانات اسی کے . . . . یہ درندے پرندے۔
چرندے اسی کے ہیں. . . . . انسانوں کا مالک وہی ہے . . . . . .
جنات کا مالک وہی ہے . . . . آسمانوں سے بارش برسانے والا وہی
. . . . . . زمین کے اندھیروں سے دانے باہر نکالنے والا وہی . . . . . .
سورج کی تمازت سے فصلیں پکانے والا وہی . . . . . غرضیکہ
لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور
جو کچھ زمین میں ہے ۔ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا بلا شرکت غیر
مالک ومختار صرف اور صرف اللہ تعالٰی کی ذات ہے ۔ اس لئے معبود اور الٰہ اور
پکارنے کے لائق بھی صرف اور صرف وہی ہے
وُہ جو چاہے کرے اُسے روکنے والا کوئی نہیں . . . . جس طرح چاہے
کردے اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں . . . . . . کسی کو بیمار کردے یا کسی کو صحت دے
. . . . . . کسی کو اولاد دے اور کسی کو اس نعمت سے محروم کردے . . . .
. . . . کسی کو دولتمند کردے کسی کو بھکاری بنادے . . . . . . کسی کو امیر کردے
اور کسی کو غریب کردے . . . . کسی کو خوبصورت بنادے اور کسی کو بدصورت
کسی کو سعید اور کسی کو بدبخت بنادے . . . . . . کسی کو عالم بنادے کسی کو جاہل
ہی رکھے . . . . لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اس کی صفت
ہے . . . موت وحیات کا مالک وہی ہے ۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَ
کُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ماں کے رحم میں صورتیں بنانے والا وہی ہے ۔
جس طرح چاہتا ہے صورت بناتا ہے . . . . پانی کے ایک گندے
قطرے سے اتنا خوبصورت انسان کس کی کاریگری ہے ۔
اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۔

کیا گندے پانی کے ایک قطرے سے تجھے نہیں بنایا؟ کیا تو گندے پانی کا قطرہ نہیں تھا جسے تیری ماں کے رحم میں ٹپکایا گیا؟

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ...... ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً پھر

پانی کی اس بوند کو خون کا لوتھڑا بنا دیا...... فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً پھر

خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا.... فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا پھر

گوشت کی بوٹی کو بنایا ہڈیاں...... فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا پھر

ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا...... ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ پھر

اس میں روح ڈالی اور اس بے جان کو جان دار بنا دیا........ اُسے سننے کے لئے کان دیئے........ دیکھنے کے لئے آنکھیں عنایت کیں.

بولنے کے لئے زبان عطا کی........ چلنے کے لئے پاؤں دیئے.....

... پکڑنے کے لئے ہاتھ دیئے........ دھڑکنے والا دل دیا....

... سوچنے والا دماغ دیا....... ماں کے رحم میں جب روح تیرے جسم میں داخل کی گئی تو بھوک محسوس ہوئی. تجھے غذا کی ضرورت محسوس ہوئی.

اس وقت اگر ساری دنیا کے انبیاؑ اور اولیاؒ...... ساری دنیا کے غوث اور قطب........ ساری دنیا کے شہیداور بزرگ......

ساری دنیا کے سائنس دان اور فلاسفر بھی جمع ہو جاتے تو رحم مادر میں تجھے غذا نہیں پہنچا سکتے تھے........ پھر اللہ ہی تھا نا؟..... جس نے گندے خون کو تیری خوراک بنایا.... اور یہ خوراک منہ کے ذریعے نہیں بلکہ ناف کے ذریعے پہنچائی.. ناف کے ذریعے اس لئے پہنچائی کہ منہ سے تو نے میرا نام لینا تھا....... میرے انبیاء کا نام لینا تھا.....

... اوں کو پڑھنا تھا.. میں تیرے منہ کو گندے خون سے پلید نہیں کرنا چاہتا

تھا. اس لئے یہ خوراک منہ کی بجائے ناف کے ذریعے تیرے منہ تک پہنچائی ... سبحان اللہ!

پھر کئی مہینے تک ماں کے رحم میں یہی خوراک تجھے ملتی رہی.. پھر وقت مقررہ پر ہم نے تجھے ماں کے رحم سے عالم دنیا میں پہنچایا. تو ناف کے ذریعے خوراک کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا........ ابھی ابھی دنیا میں آیا ہے.. نہ بولنے پر قادر، نہ سننے پر........ نہ صحیح دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کو پہچان سکتا ہے..... سارے لوگ خوشی و مسرت سے ہنس رہے ہیں. لیکن تجھے بھوک لگی ہے تو رو رہا ہے. تجھے صحیح رونے کا سلیقہ بھی نہیں آتا.. تو روتا تھا لیکن تیرے رونے کے مقصد کو نہ تیرا پیر سمجھتا تھا نہ مسجد کا مولوی......... نہ تیرا باپ سمجھتا تھا نہ تیرا دادا......... تیرے رونے کی بولی اس دن نہ تیری ماں سمجھتی تھی نہ تیری بہن. اس دن تو "گونگے دی رمزاں گونگے دی ماں وی نیئں سمجھ جاندی" تو اس دن بول نہیں سکتا تھا........ ہاں تو اس دن ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا. پھر ہم ہی تھے نا؛ جنہوں نے تیرا مقصد....... تیرے رونے کا مقصد سمجھ لیا........ تیرے رونے کا یہی مقصد تھا نا! کہ ناف کے ذریعے پہنچنے والی خوراک کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے...... پھر ہم نے تجھے تسلی دی کہ فکر نہ کر........ تیری خوراک کا ایک راستہ ختم کیا ہے گھبرا نہیں، اس کے بدلے تیری ماں کے سینے میں خوراک کے دو راستے جاری کر دئے ہیں.

ایک اور جگہ قرآنِ مقدس میں ارشادِ خداوندی ہوا

يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ. الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ.

جب کوئی مشرک انسان کا اللہ کا دروازہ چھوڑ کر اپنی مشکل اور اپنی حاجات لے کر کسی اور کے دروازے پر جاتا ہے .... اولاد کی طلب میں کسی مزار یا کسی دربار پر جاتا ہے .... بیماریوں میں شفاء کے لئے کبھی قبر و شجر کا رُخ کرتا ہے ..... کبھی تابوت اور تعزیے کی منت اور نیاز دیتا ہے .... مصائب و مشکلات میں گھبر کر اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہے

تو اللہ اس بندے کو آواز دیتا ہے۔

یَاأَیُّهَا الْإِنسَانُ۔ اے ناشکرے انسان! او! غیر اللہ کے دروانے پر جانے والے انسان! مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ .... تو جو میرا دروازہ چھوڑ کر غیروں کے دروازے پر جا رہا ہے مجھے یہ تو بتا ...... تیری اتنی زندگی جو گزر گئی ہے .. اپنی پوری زندگی میں ایک لمحہ، کوئی ایک وقت، کوئی ایک موقع تو ایسا دکھا جب تو نے مجھے بلایا ہو .... جب تو نے مجھے پکارا ہو۔ اور میں نے تیری پکار کا جواب نہ دیا ہو، میں نے تیری پکار کو نہ سنا ہو .... ظالم انسان جب ماں کے پیٹ میں تو مانگنے کے قابل بھی نہ تھا میں نے تو اس وقت بن مانگے تجھے غذا پہنچائی تھی۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری ہوا

رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اسے روکنے والا کوئی نہیں، اُسے پوچھنے والا کوئی نہیں، اور تمام اختیارات بھی اسی کو حاصل ہیں، اور جن کو تم پکارتے ہو وہ کسی شئی کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

پھر ایک مقام پر اپنی قدرت اور بادشاہی اور اختیارات کا ذکر اس طرح فرمایا۔

يَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَآءُ عَقِيْمًا ؕ

اللہ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے (لڑکوں کی نعمت سے محروم رکھتا ہے) اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے (اسے لڑکیوں کی نعمت سے محروم رکھتا ہے) اور جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے (اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے (کہ وہ ساری زندگی اولاد کے لئے ترستے رہتے ہیں)

وہ چاہے تو حضرت زکریاؑ کو ایک سو بیس سال تک اولاد سے محروم رکھے اور پھر چاہے تو بانجھ بیوی سے بیٹا عطا کر دے۔ . . . . . . وہ نہ چاہے تو حضرت عائشہؓ جیسی عظیم خاتون بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ اور ایک مدت تک حضرت ابراہیمؑ جیسا اولوالعزم پیغمبر بھی اس دولت سے مالا مال نہ ہو سکے۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے انداز بدل بدل کر اپنی قدرت اور اپنی بادشاہی اور اپنے مالک و مختار ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ

میرے پیارے نبیؐ تو بھی کہہ اے مولا! بادشاہی کے مالک تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے۔ . . . . . تو چاہے تو کسی کو تختے سے اتار کر تخت پر بٹھا دے اور تو اگر چاہے تو کسی کو تخت سے محروم کر کے پھانسی کے تختے پر پہنچا دے۔ . . . . مولا تمام تر

اختیارات تیرے ہاتھ میں ہیں، تو مرضیوں کا مالک ہے۔ . . . . . جسطرح چاہے کرے تجھے کوئی روکنے والا . . . . کوئی پوچھنے والا نہیں ہے . . . .

. . . ہاں میرے مولا یہ اختیار صرف اور صرف تیرا ہے کہ حسن و جمال کے پیکر حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نکال کر عزیز مصر کے کشادہ و خوشحال مکان میں پہنچا دے . . . . اور پھر آرام دہ ماحول سے اٹھا کر جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں پہنچا دے . . . . نرم و گداز بستروں سے ہٹا کر ٹاٹ پر سلا دے . . . . اور پھر یہ کمال اور یہ قدرت بھی تیری ہے کہ اسی یوسفؑ کو جیل کی کوٹھڑی سے نکال کر مصر کے تخت پر بٹھا دے

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ بھی تیری صفت ہے . . . اور وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ بھی تیری صفت ہے۔

ایک دن تھا جب حضرت یوسفؑ کے بھائی باہم مشورہ کے بعد انہیں کنوئیں کے حوالے کر گئے تھے کہ کوئی قافلہ آئے گا اور یوسفؑ کو نکال کر ہمراہ لے جائیگا . . . . یوسف ہماری اور باپ کی نظروں سے ہمیشہ کے لئے دُور ہو جائے گا . . . . لیکن پھر رب کائنات نے یوسفؑ کو وزارتِ خزانہ کے منصب پر بٹھایا اور بھائیوں کو ؟ ہاں کنوئیں میں ڈالنے والے بھائیوں کو اسی یوسفؑ کے سامنے دست بستہ منتیں کرتے ہوئے کھڑا کر دیا

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

تو جسے چاہتا ہے عزت سے سرفراز کرتا ہے اور کسی کو ذلیل کرنا بھی تیرے اختیار میں ہے بِیَدِكَ الْخَیْرُ . . . . مولا! تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں . . . . ہر قسم کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں . . . . . .

. . . . قوت وطاقت اور اختیار بھی صرف اور صرف تیرا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ برکت دینے والی ذات بھی اسی کی ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔ جو مالک و مختار ہے۔

ایک اور مقامِ قرآنِ مقدس میں اعلان فرمایا

اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ.

اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس تکلیف کو دور کرنے والا کوئی نہیں، اور اگر اللہ تجھے کوئی بھلائی پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روکنے والا نہیں . . . . . وہ بیماری اور دکھ دینے پر آئے تو جب تک وہ خود اسے نہ ٹال دے دنیا کی کوئی طاقت اس تکلیف کو دور کرنے والی نہیں . . . .

حضرت ایوبؑ کو بیماری پہنچی، اور بیماری بھی ایک دن نہیں . . . . ایک ہفتہ نہیں . . . . . . بیماری بھی ایک مہینہ نہیں . . . . . . ایک سال نہیں . . . . . دو، چار سال نہیں بلکہ اٹھارہ سال بیمار رہے . . لوگوں نے گاؤں سے دور پھینک دیا . . . . گوشت ختم ہوگیا، ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئیں . . . . پیغمبر کروٹ بدلنے سے عاجز آگئے۔

پھر حضرت ایوبؑ نے پکارا اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ میرے پالنہار مولا! مجھے تکلیف اور بیماری لگ گئی ہے تیرے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں . . . . کیونکہ

اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ۔

تیرا اعلان ہے اور یہی تیری شان ہے۔

امام الانبیاء سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعا مانگا کرتے تھے۔ اس دعا میں بھی اسی آیت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . . . . اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ساری کائنات کی بادشاہی اسی کے لئے ہے اور سب خوبیاں اور کمالات بھی اسی کے لئے ہیں

اے میرے مولا جس کو تو دینا چاہے اسے روکنے والا کوئی نہیں۔ . . . اور جس سے تو روک لے پھر اس کو دینے والا کوئی نہیں۔

تو جس کو اولاد دینا چاہے اسے روکنے والا کوئی نہیں . . . . تو جس کو عزت دینا چاہے اسے روکنے والا کوئی نہیں . . . . . . تو جسے دولت دینا چاہے اسے روکنے والا کوئی نہیں . . . . . . اور وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ اور جس سے تو روک لے اُسے دینے والا کوئی نہیں۔

تو اولاد کی نعمت سے محروم رکھے تو جھولی بھرنے والا کوئی نہیں،

تو غربت و مسکینی مسلط کر دے تو تونگر کرنے والا کوئی نہیں۔

تو عزت نہ دینا چاہے تو عزت دینے والا کوئی نہیں،

تو بیماریوں میں صحت نہ دینا چاہے تو صحت اور شفا دینے والا کوئی نہیں،

تو مقدمات سے رہائی نہ دینا چاہے تو رہائی دینے والا کوئی نہیں،

تو پریشانیوں سے نجات نہ دینا چاہے تو پریشانیاں دور کرنے والا کوئی نہیں،

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور دعا احادیث کی کتب میں موجود ہے آپ دعا مانگا کرتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ خَزَائِنُهٗ بِيَدِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ خَزَائِنُهٗ بِيَدِكَ .

اے اللہ میں ہر بھلائی کا سوال تجھ سے کرتا ہوں کیونکہ بھلائی کے خزانے تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور میں ہر برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ خزانے بھی تیرے ہاتھ میں ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا

وَالْمِيْزَانُ بِيَدِ الرَّحْمٰنِ يَرْفَعُ اَقْوَامًا وَّيَخْفِضُ اٰخَرِيْنَ ،

بلندی و پستی کا ترازو رحمٰن کے ہاتھ میں ہے وہ جس قوم کو چاہے سربلند کر دے ، اور جس کو چاہے پستیوں میں ڈال دے۔

سامعین گرامی قدر . . . . میں نے قرآنی آیات اور ارشادات نبوی کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ . صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور یہ مسئلہ متفق علیہ بھی ہے کسی کا انکار بھی نہیں ہے۔ اپنے . . . . . . پرائے . . . . مومن و کافر . . . . دوست اور دشمن سب کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر شئی کا مالک و مختار صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔

یہاں تک کہ مشرکین مکہ کا عقیدہ سورہ یونس میں بیان ہوا کہ وہ بھی پوری کائنات

کا مالک اور مدبّر صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے ...... فرمایا

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اے میرے پیارے پیغمبر ان مخالفین سے پوچھئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے.... وہ کون ہے جو ہر شئ کا مالک و مختار ہے. .... وہ ہر ایک کو پناہ دیتا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دیتا. .

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ میرے پیغمبر تیرے مخالفین بھی لازماً کہیں گے کہ یہ سب صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

حاضرین کرام ..... یہاں تک تو جو کچھ آپ نے سنا یہ مسئلے کا مثبت اور متفق علیہ پہلو تھا۔ اب ذرا اس مسئلے کا منفی پہلو بھی سماعت فرمائیے... ... ذرا تصویر کا دوسرا رُخ بھی دیکھئے ..... کہ اللہ تعالےٰ کے سوا جتنی مخلوق ہے...... ان میں انبیاء ہیں...... اولیاء ہیں...... پیر وفقیر ہیں...... غوث قطب ابدال ہیں....... فرشتے اور جنات ہیں... ...... جن جن کو مشرکین نے آج تک پکارا یا پکار رہے ہیں، جن کو کبھی داتا...... کبھی گنج بخش....... کبھی دستگیر...... کبھی غوث الاعظم....... کبھی غریب نواز....... کبھی لج پال کہا جاتا ہے .... جن کو مشکل کشا اور حاجت روا کہا جاتا ہے..... جن سے غائبانہ مدد مانگی جاتی ہے....... جن کو برکات دہندہ مانا جاتا ہے. .... جن کی قبروں کے طواف کئے جاتے ہیں...... جن کے مزاروں کی خاک چھانی جاتی ہے....... جن کے مزاروں اور قبوں پر جانور

ذبح کئے جاتے ہیں . . . . جن سے اولاد مانگی جاتی ہے . . . . . .
بیماریوں میں جن کے ہاں جاکر شفا طلب کی جاتی ہے . . . . جن کو بڑی
کرنی والے اور بھرنی والے کہا جاتا ہے . . . . . . جن کے بارے کہا جاتا ہے
کہ ہمیں جو کچھ دے رکھا ہے ہمارے حضرت صاحب کی نظرِ کرم ہے . . . .
. . . . جن کے بارے کہا جاتا ہے اللہ ان کی بات کو رد نہیں کرتا . . . . . . وہ
جھولی بھر دیتے ہیں . . . . انہیں اختیارات حاصل ہیں . . . . . وہ
مختارِ کل متصرف فی الامور ہیں . . . . ہماری مدد کو پہنچ جاتے ہیں . . .
کشتیاں کنارے لگا دیتے ہیں . . . . اولاد اور صحت دیتے ہیں . . . .
ذرا ان کا حال بھی سنو ! کیا وہ کسی شئی کے مالک ہیں ؟ یا نہیں . . .
ارشاد ہوتا ہے

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ

اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو باریک سا پردہ ہوتا ہے اس کے بھی مالک نہیں ہیں. اگر تم ان کو پکارو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے (نہ دور سے اور نہ قبر کے پاس سے)

کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک اور حقیر سے پردہ کی مثال دی. اور اس طرف اشارہ کیا کہ کھجور کو قبر کی طرح سمجھ لو . . . . . . گٹھلی کو میت کی طرح تصور کر لو. اور پردہ کو کفن کی مانند سمجھ لو . . . . مطلب یہ ہوا کہ جن کو تم پکارتے ہو، اور جن کو تم مالک و مختار سمجھتے ہو وہ تو اپنے کفنوں کے مالک بھی نہیں ہیں . . .

(فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ کفن چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے. اس لئے کہ میت اپنے کفن کا مالک نہیں ہے)

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ٥ (سورۃ سبا)

اے میرے پیغمبر آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ جن کو تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو ان کو پکارو . . . . . . وہ نہ آسمانوں میں ذرہ بھر کے مالک ہیں ، اور نہ زمین میں ایک ذرہ کے مالک ہیں، اور نہ ہی زمین و آسمان میں ان کی شرکت ہے . اور نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا امدادی ہے

ایک اور مقام پر فرمایا

قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ٥ (سورت زمر) ۔

اے میرے محبوب رسول مکرم ! آپ ان مشرکین سے کہئے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ، اگر خدا تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا تمہارے یہ معبود اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تکلیف کو مجھ سے دور کر سکتے ہیں ؟ یا اللہ مجھ پر اپنی مہربانی اور کرم کرنا چاہے تو کیا تمہارے یہ مشکل کشا اس مہربانی کو روک سکتے ہیں ؟ میرے پیارے پیغمبر آپ کہہ دیجئے مجھے میرا اللہ کافی ہے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے ۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۔

اللہ رب العزت غیر اللہ کے پجاریوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ میرے محبوب

ذرا ان سے پوچھ جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں .... اَرُوْنِیْ مَا ذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ ...... ذرا مجھے بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کی کون سی شئی پیدا کی ہے .... جن کو تم غریب نواز اور لجپال کہتے ہو ذرا ہمیں بھی دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ بنایا ہے اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ یا آسمانوں کے بنانے میں وہ میرے ساتھ شریک اور حصے دار تھے۔

اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ قرآن سے پہلی کسی آسمانی کتاب سے کوئی دلیل پیش کرو۔ یا گزرے ہوئے انبیاء کرام کی کوئی معتبر روایت جو نقل ہوتی چلی آئی ہو اسے پیش کرو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو .... اپنے عقیدے پر کوئی ٹھوس اور مضبوط دلیل لاؤ .... یہ بزرگوں کے خط اور خواب .... یہ کشف اور الہام نہیں چلیں گے .... اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے وزنی دلیل لاؤ .. بزرگوں کے اقوال دین میں حجت نہیں ہوتے اکابرین کی تحریریں دلیل نہیں بنتیں ..... مضبوط اور ٹھوس دلیل لاؤ ...... ورنہ فتویٰ آرہا ہے ..

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝

اس شخص سے بڑا گمراہ کوئی نہیں جو اللہ تعالٰی مالک الملک حیّ القیوم کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو اتنے عاجز اور بے بس ہیں کہ قیامت کے سورج طلوع ہونے تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ وہ اس کی پکار سے غافل اور بے خبر ہیں،

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ

وَلَا تَحْوِيلًا ۝

اے میرے محبوب رسول آپ اعلان کریں کہ اے مشرکو! جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کو پکارو لیکن یہ سن لو کہ وہ مالک نہیں کہ تم سے دکھ اور مصیبت کو دور کر سکیں، اور نہ ان کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس مصیبت کو بدل ڈالیں۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝

اور جن کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو نہ تو وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

ایک اور جگہ پر قرآن مجید میں اللہ تعالے نے معبودان باطلہ کی بے بسی.. ... کمزوری ...... لاچاری اور محتاجی کا اس طرح ذکر فرمایا

إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَإِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ (سورہ حج پ)

اس بات کو میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالے کے سوا جن کو تم پکارتے ہو......... جن جن سے تم غائبانہ مدد مانگتے ہو.......... جن جن کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہو.......... جن کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہو.......... جن سے اولاد طلب کرتے ہو......... سنو! جن جن کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے...... ہاں جن سے تم اولاد مانگتے ہو.......... جن کو تم برکات دہندہ جانتے ہو وہ اتنے عاجز اور کمزور ہیں کہ سب مل جائیں اور اکٹھے ہو کر زور لگائیں تو ایک

مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

بات کو یہیں ختم نہیں کیا بلکہ مسئلے اور نکھارا۔ ۔ ۔ ۔ فرمایا اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ۔

لوگو! مکھی کا بنانا تو بڑی دور کی بات ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکھی بنانی پڑی تو اس کے پَر بنانا ہونگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے ہاتھ پاؤں بنانا ہوں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا پیٹ بنانا ہو گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سینہ بنانا پڑے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر سینے میں دل فٹ کرنا پڑے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا دماغ بنانا پڑے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنکھیں بنانا ہونگی، ان میں نور بھرنا ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کان بنانے پڑیں گے، پھر قوت سماعت عطا کرنا ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زبان بنانا ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے جسم میں جوڑ فٹ کرنے پڑیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا ۔ ۔ مکھی کا بنانا تو بہت دور کی بات ہے۔ اگر تمہارے معبودوں اور تمہارے مشکل کشاؤں تمہارے لجپالوں اور غریب نوازوں، کرنی بھرنی والوں کے سامنے سے مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واہ میرے اللہ تیرے سمجھانے پر قربان جاؤں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مشکل کشاؤں کی بے بسی اور کمزوری ثابت کرنے کی حد کر دی۔ فرمایا مکھی ان کے سامنے سے چیز چھین کر لے جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی اتنے عاجز کہ مکھی بھی ان سے چیز چھین لے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ مکھی سے اپنا نقصان واپس نہیں لے سکتے ۔ ۔ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مانگنے والا بھی کمزور اور جس سے مانگ رہا ہے وہ بھی کمزور،

مکھی بھی کمزور اس سے زیادہ مانگنے والا کمزور اور جن سے مانگا جا رہا ہے وہ بھی کمزور

آگے اللہ رب العزت نے اپنی قوت و طاقت کا ذکر کرنے سے پہلے فرمایا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ . . لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا . . . . اگر اللہ کی قدر سمجھتے تو ایسی گستاخی اور احمقانہ عقیدہ کیوں رکھتے . . . . اگر اللہ کی قدر پہچانتے تو اتنے کمزور، بے کس اور عاجز لوگوں کو اس کا شریک بناتے ؟ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ بے شک اللہ تعالےٰ زور آور ہے، زبردست ہے۔ ساری کائنات عاجز اور زیردست وہ اکیلا طاقت ور اور زبردست ہے . . . . پھر بڑا احمق ہے وہ شخص جو اتنے قوت والے . . . . زور والے، مالک و مختار . . . . لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ . . . جس کی صفت ہے اس کو چھوڑ کر ایسے کمزوروں اور عاجزوں کو پکارتا ہے جو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے . . . . . . اور مکھی سے اپنا نقصان واپس نہیں لے سکتے .

سامعین گرامی . . . . ہماری گفتگو اور دلائل سے ثابت اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ پوری کائنات کا مالک و مختار صرف اللہ ہے . . . . نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے . . . . مانع اور معطی صرف اللہ ہے . . . . . . کائنات کی تدبیریں کرنے صرف اللہ ہے . . . . موت و حیات کا مالک صرف اللہ ہے . . . . بیماری اور صحت دینے والا صرف اللہ ہے . . . . اولاد کے خزانے صرف اسی کے پاس ہیں . . . . اس کی اجازت اور حکم کے بغیر ایک پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا وہی طاقت ور ہے . . . . . غالب ہے . . . . زبردست ہے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کی شان ہے تو پھر عبادت اور پکار کے لائق بھی وہی ہے . اور اس کے سوا کوئی بھی عبادت اور پکار کے لائق نہیں . کیونکہ وہ کسی شی کے

مالک و مختار نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، کیونکہ وہ خود
عاجز اور بے بس ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مخلوقات میں کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ انسان ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جنات ہوں یا فرشتے۔ پھر فرشتوں میں جبرائیل
ہوں یا عزرائیل یا میکائیل۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انسانوں میں انبیاء ہوں یا اولیاء
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شہید ہوں یا صالحین، سب اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ ۔ عاجز ہیں
بے بس ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کی مرضی نہیں چلتی۔ ۔ ۔ ۔ وہ اپنی بات زور سے منوا
نہیں سکتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہیں کسی قسم کے اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ ۔ ۔ پھر
وہ عبادت و پکار کے لائق کس طرح ہو سکتے ہیں؟

آپ نے قرآن مقدس میں پڑھا ہوگا، اور بار ہا علما سے سنا ہوگا کہ

حضرت نوحؑ مختارِ کُل نہیں

سب سے پہلے پیغمبر جنہوں نے شرک کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ انہوں نے ساڑھے نو سو سال اللہ کی توحید کی آواز بلند کی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔
شرک و کفر کے خلاف مسلسل جہاد کیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر روز حق کی یاداشت میں مار
کھائی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اتنے طویل عرصے میں صرف اسی آدمی مسلمان ہوئے تھے
اور باقی تمام قوم شرک میں اور بزرگوں کے مزاروں کی پوجا پاٹ میں مصروف رہی۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت نوح کی بیوی بھی شرک و کفر سے تائب نہ ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ آپ کا بیٹا کنعان بھی غیر اللہ کا پجاری اور اپنے والد کے مشن کا مخالف رہا۔

جب عذاب الٰہی طوفان کی صورت میں آیا، تو حضرت نوح کشتی کے ملاح بنے
اور ماننے والوں کو بھی کشتی میں سوار کر لیا اور کشتی چل پڑی تو اچانک حضرت نوحؑ
کے سامنے کنعان آگیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیٹا جو سامنے آیا تو شفقت پدری نے
جوش مارا فرمایا

يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے میرے بیٹے اب بھی موقع ہے ہمارے ساتھ سوار ہو جا . . . . . ہمارا ساتھی بن جا اور کافروں کا ساتھی نہ بن ، بیٹا جواب میں کہنے لگا

سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ

میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا پھر وہ پہاڑ مجھے اس پانی سے بچالیگا

حضرت نوحؑ نے فرمایا

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ

بیٹا اللہ کے حکم یعنی عذاب سے آج وہی بچے گا جس پر میرا مولا رحم فرمائیگا۔

باپ اور بیٹے کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ

حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝

دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی اور بیٹا غرق ہوگیا

باپ کے سامنے بیٹا ڈوب گیا . . . . باپ بھی کوئی معمولی ہستی نہیں . . . . . . اتنا عظیم اور اللہ کا اتنا مقرب ترین کہ سینکڑوں سال اس کے نام پر مار کھاتا رہا . . . بدنامی اٹھاتا رہا . . . . . . ظلم سہتا رہا . . . . گالیاں سنتا رہا . . . . . . لیکن اس کے سامنے اس کا اپنا بیٹا ڈوب گیا . . . .

حالانکہ حضرت نوحؑ کی مرضی تھی کہ بیٹا کسی طرح بچ جائے اور اللہ کی مرضی تھی کہ بیٹا ڈوب جائے ، پھر بتاؤ مرضی کس کی پوری ہوئی ؟ بتاؤ کس کا ارادہ غالب آیا؟ حضرت نوحؑ نہ اپنے بیٹے کو بچا سکے . . . . اور نہ زبردستی کر کے بچوا سکے ۔

معلوم ہوا مالک و مختار پیغمبر اور ولی نہیں ہوتے ، مالک و مختار ذات صرف اور صرف ربُّ العزت کی ہے ۔ اور لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ، اسی

کی صفت ہے ۔ اس لئے معبود بھی وُہی ہے اور پکار کے لائق صرف اور صرف وُہی ہے ۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مرضی نہ چلی

حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں ارشارہ ملا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے گلے پر چھری رکھ دو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باپ نے بیٹے کے سامنے تذکرہ کیا ۔ ۔ ۔ بیٹا کہتا ہے ۔

یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝

ابا حضور جس کام کا آپ کو حکم ملا ہے کر گزریئے ، رہی میری بات تو اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے ۔

قرآن کہتا ہے

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۝

پھر جب دونوں نے اللہ کا حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا

حضرت ابراہیمؑ تیار ہو گئے کہ بیٹے کے گلے پر چھری چلا دوں ، اور بیٹا تیار ہو گیا کہ اللہ کے حکم کو پورا کرتے ہوئے گلا کٹوا دوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باپ کی مرضی تھی کہ بیٹے کا گلا کٹ جائے اور بیٹے کی مرضی تھی کہ میرا گلا کٹ جائے ، اور اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ اسماعیلؑ کو ایک خراش بھی نہ آئے ، پھر مرضی کس کی پوری ہوئی ؟ بتاؤ ارادہ کس کا پورا ہوا ؟ حضرت ابراہیم کی مرضی پوری ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت اسماعیل کی مرضی پوری ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مالک و مختار صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے ۔ مرضیوں کا مالک وُہی ہے ، جو چاہے کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو وُہ چاہتا ہے وُہی ہو

ہے ...... کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ۔ ہوتا وہی ہے جو رب چاہتا ہے۔ کیونکہ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اس کی شان ہے جب مالک و مختار صرف اور صرف وہی ہے تو عبادت و پکار کے لائق بھی صرف اور صرف وہی ہے۔

حضرت یعقوبؑ علیہ السلام

برادران یوسف جب دوسری مرتبہ غلہ لینے کے لئے مصر جانے لگے تو اب اپنے بھائی بنیامین کو جو حضرت یوسفؑ کا حقیقی بھائی تھا کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے تاکہ غلہ زیادہ سے زیادہ مل سکے .... اب یہ گیارہ بھائی حسین و جمیل ...... وجیہہ و خوش رو جانے کے لئے تیار ہوئے تو حضرت یعقوبؑ نے نظر بد اور حسد سے بچانے کے لئے اپنے بیٹوں کو نصیحت فرمائی۔

لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۔

میرے بیٹو شہر کے ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔

لیکن یہ تدبیر بتا کر ساتھ ہی فرمایا

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

میں تمہیں اللہ کے کسی فیصلے سے بچا نہیں سکتا ...... یہ ضروری نہیں کہ میری تدبیر قضا و قدر کے فیصلوں کو بدل دے یا روک دے .... اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ تمام کائنات میں حکم صرف خداوند قدوس کا چلتا ہے ... ہماری تمام تدبیریں اور ہمارے تمام تر انتظامات حکم خداوندی کے مقابلے میں بے کار ہیں۔ اسی لئے میرا بھروسہ بھی صرف اور صرف اللہ کی ذات پر ہے۔

سامعین گرامی قدر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے سنا کہ حضرت یعقوبؑ اقرار فرما رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے سے تمہیں بچا نہیں سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
جب پیغمبر اللہ کے فیصلے سے کسی کو نہیں بچا سکتا تو کوئی پیر اور فقیر بھی اللہ کے فیصلے کو نہیں ٹال سکتا۔

مالک و مختار صرف اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حاکم صرف اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
مرضی اور حکم اسی کا چلتا ہے ۔ جب حاکم مالک اور مختار وہی ہے لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جب اسی کی شان ہے تو اس کائنات میں الٰہ اور معبود بھی صرف اور وہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معبودِ حقیقی بھی صرف اور صرف وہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی مختارِ کل نہیں

جب مصر میں حضرت موسیٰؑ کے قتل کا فیصلہ ہو گیا، تو حضرت موسیٰؑ مصر سے بھاگ کے مدین پہنچے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مسافر اور تنہائی ۔ ۔ ۔ ۔ پرایا شہر اور پرائے لوگ، نہ کوئی دوست نہ واقف کار ، نہ ان کے پاس دولت نہ کھانے کا سامان ،
مدین پہنچنے پر ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھے تو بے ساختہ اپنے رب کے آگے درخواست کی۔

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝

اے میرے پالنہار مولا ! جو اچھی شئی تو میرے پاس بھیج دے میں اس کا محتاج ہوں۔

گویا کہ حضرت موسیٰ اپنی محتاجی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ناداری ۔ ۔ ۔ اور بھوک کا اظہار کر رہے ہیں ، جو فقیر اور محتاج ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عبادت اور پکار کے لائق نہیں ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ الٰہ اور معبود اور پکارنے کے لائق وہ ہے ، جس کی صفت ہے

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۔

حضرت لوط علیہ السلام بھی مختارِ کُل نہیں

حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں جب جبرائیل امین اور دوسرے فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں مہمان بن کر آئے تو حضرت لوطؑ گھبرائے۔۔۔۔ انہیں اپنی قوم کی بُری خصلت معلوم تھی جو غیر فطری فعل کی مرتکب تھی۔۔۔۔۔ اتنے میں قوم کے بدمعاش بھی پہنچ گئے۔ اور لگے مطالبہ کرنے کہ ان مہمانوں کو ہمارے حوالے کر دے۔۔۔۔۔۔۔ حضرت لوطؑ فرماتے ہیں یہ میرے مہمان ہیں، اور مہمانوں کے بارے مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں ایک شخص بھی شریف اور نیک چلن نہیں۔۔۔۔ لیکن حضرت لوطؑ کی کسی بات اور کسی نصیحت پر انہوں نے کان نہ دھرا۔۔ بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی سے آگے بڑھنے لگے۔۔۔۔۔ دھمکیاں دیتے ہوئے، مہمانوں پر ہاتھ ڈالنے لگے۔۔۔۔ ان کے ساتھ بڑا جتھہ تھا۔۔۔۔۔۔ برادری تھی۔۔۔۔ لوگ تھے۔۔۔۔۔

حضرت لوطؑ بے بسی کے عالم میں فرماتے ہیں۔

لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ۔

کاش کہ مجھ میں تمہارا مقابلہ کرنے کی طاقت اور قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا، یعنی میرا بھی کوئی کنبہ یا قبیلہ ہوتا۔۔۔۔۔ دوست واحباب ہوتے تم سے مقابلہ کرنے کی قوت وطاقت ہوتی تو آج اس طرح تم مجھ پر چڑھائی کر کے نہ آتے۔

حاضرین گرامی قدر۔۔۔۔۔ حضرت لوطؑ کا واقعہ آپ نے سنا، ان کی

بے بسی اور لاچاری بھی دیکھی .... وہ اپنی کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں۔ جو اتنا بے بس اور مجبور ہو وہ عبادت کے لائق نہیں ہوتا........ جو خود عاجز ہو وہ حاجت روا نہیں ہو سکتا........ جس پر مشکلات آئیں وہ مشکل کشا نہیں ہو سکتا........ جو اپنے مہمانوں کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ غائبانہ پکارنے والے کی حفاظت کس طرح کر سکتا ہے........ جو اپنے مہمانوں کے بارے خود پریشان ہو، وہ لوگوں کی پریشانیاں کیسے دُور کر سکتا ہے

جب طاقتور اور غالب ذات صرف اللہ کی ہے........ جو اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّار ہے جو نافع اور ضار ہے........ اَلْقَوِیُّ الْحَکِیْم ہے........ جو مالک و مختار ہے جو غنی و بے پرواہ ہے تو پھر معبود اور مسجود بھی صرف وہی ہے........ الٰہ اور مشکل کشا وہ ہے جس کی صفت لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ہے........ جو لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کی شان والا ہے........ لوگو! مانگو اُسی سے جو ہر شئی کا بلاشرکت غیر مالک و مختار ہے........ لوگو! پکارو۔ تم اُسی کو جو مرضیوں کا مالک اور شہنشاہ ہے........ لوگو! معبود صرف وہی ہے جس کے ہاتھ اور قبضۂ قدرت میں پوری کائنات ہے۔

اللہ رب العزت نے آیۃ الکرسی میں اپنے دعویٰ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کو ثابت کرنے کے لئے تیسری عقلی دلیل دی لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اس کا مالک و مختار بھی مَیں........
اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا مالک و مختار بھی مَیں ہوں........

لہٰذا الٰہ اور معبود بھی صرف اور صرف میری ذات ہے،

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

تیرہویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنِ الْکَرِیْمِ. وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الخ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

سامعین گرامی قدر...... گذشتہ خطبہ میں ہم نے آیۃ الکرسی میں کئے گئے دعویٰ " اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ " کے ثبوت کے لئے تیسری عقلی دلیل پر گفتگو کی تھی، اور وہ دلیل تھی " لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ " کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک و مختار صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ اس لئے اِلٰہ اور معبود بھی صرف اور صرف وہی ہے۔

اُس کے سوا کوئی بڑا ہو یا چھوٹا...... کوئی انسان ہو یا فرشتہ ...... کوئی جن ہو یا دیوتا...... کوئی زندہ ہو یا مُردہ.... .... کوئی پیر ہو یا پیغمبر وہ کسی شئی کا کُلی اختیار نہیں رکھتے....... مرضیوں کے مالک نہیں ہیں، وُہ سب محتاج اور عاجز ہیں، اس لئے وُہ الٰہ.... معبود اور مشکل کشا نہیں ہو سکتے

گذشتہ خطبہ میں ہم نے چند اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ کیا تھا جس سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ مرضیوں کے مالک نہیں تھے بلکہ وہ سب اللہ کے محتاج اور عاجز بندے تھے۔

شاید کسی شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو۔۔۔۔۔۔ کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے، کہ چلو مان لیا حضرت نوحؑ مختارِ کل نہیں تھے۔۔۔۔۔۔ چلو تسلیم کر لیا حضرت ابراہیمؑ اپنی مرضی پوری نہ کروا سکے۔۔۔۔۔۔ چلو مان لیا کہ حضرت یعقوبؑ اپنی تدبیر سے بیٹوں کو مصیبت سے نہ بچا سکے۔۔۔۔
۔۔۔ چلو یہ بھی مان لیا کہ حضرت موسیٰؑ محتاج اور حاجت مند تھے۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ یہ بھی مان لیا حضرت لوطؑ قوم کی ہٹ دھرمی کے سامنے بے بس ہو گئے۔۔۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے کہ پہلے انبیاء مالک و مختار نہیں تھے۔۔۔۔
۔۔۔ انہیں کُلی اختیارات حاصل نہ تھے۔

امام الانبیاء بھی مُختارِ کُل نہیں

لیکن ہمارے پیغمبر تو تمام انبیاء کے سردار اور تمام انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں۔۔۔۔۔۔ اُن کو اللہ نے بہت نعمتوں سے نوازا ہے۔
۔۔۔۔۔ ہمارے رسول مکرمؐ کا مقام و مرتبہ بہت بلند و بالا ہے۔۔۔۔
۔۔۔ آپ امام الانبیاء ہیں۔۔۔۔۔۔۔ خاتم الانبیاء ہیں۔۔۔۔۔ محبوب خدا ہیں۔۔۔۔۔ مجتبیٰ ہیں، مرتضیٰ اور مصطفیٰ ہیں۔۔۔۔۔۔۔ ساری کائنات کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں۔۔۔۔۔۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ آپ کو کچھ اختیارات حاصل ہوں۔۔۔۔۔۔۔ آپ تو لازماً مختارِ کل ہوں گے۔ آپ جس طرح چاہیں اللہ اسی طرح کر دیتا ہو گا۔ بلکہ

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمدؐ
محمدؐ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکدا

آپ کی کسی بات کو اللہ رد نہیں کرتا ہو گا۔۔۔۔۔۔ آپ کی مرضی اور منشاء ضرور پوری ہوتی ہو گی۔۔۔۔۔۔

آیئے ذرا قرآن وحدیث کے آیئنے میں اس باطل اور غلط خیال کا جائزہ لیں۔

امام الانبیاء سے اعلان کروایا

قرآنِ مقدس میں ایک مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبرؐ سے اعلان کروایا

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

میرے پیارے نبیؐ اپنی زبان سے اعلان کیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں۔۔۔۔۔۔۔ سبحان اللہ!

مسئلہ واضح کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔ لوگوں کو سمجھایا جا رہا ہے۔۔۔۔ ۔۔۔ کہ کائنات کا آقا اور سردار۔۔۔۔۔۔۔ تمام مخلوقات سے بلند تر اور بالا قدر حضرت محمد رسول اللہؐ اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالکؐ مختار نہیں ہیں۔۔۔

ہاں ہاں اگر وہ اپنی جان کے لئے نفع و نقصان کے مالک ہوتے تو جنگِ اُحد میں ان کے دانت شہید نہ ہوتے۔۔۔۔۔۔۔ اگر وہ مالک و مختار ہوتے تو جنگِ اُحد میں ان کا سر مبارک زخمی نہ ہوتا۔۔۔۔۔ اگر وہ نفع و نقصان پر قادر ہوتے تو وہ میدانِ اُحد میں ایک گڑھے میں نہ گرتے۔۔۔۔۔۔۔ ان کا پیارا چچا شہید نہ ہوتا۔۔۔۔۔۔۔ فتح شکست میں نہ بدلتی۔۔۔ ۔۔۔ اگر آنحضورؐ مختارِ کل ہوتے تو چار بیٹے آپ کو داغِ مفارقت نہ دے جاتے۔۔۔۔۔ تین بیٹوں کی موت کا صدمہ نہ سہنا پڑتا۔

پھر ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ چلو جی مان لیا وہ اپنی جان کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، لیکن دوسروں کا نفع و نقصان شاید ان کے اختیار میں ہو۔ تو خداوند قدوس نے دوسرا اعلان کروایا۔

قُلْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا

میرے محبوب پیغمبر اعلان کیجئے کہ لوگو! مَیں تمہارے لئے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، تمہارا نفع ونقصان میرے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ اختیارات میرے اللہ کے پاس ہیں جس کی صفت ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

سیدہ فاطمہ رضؓ سے کیا کہا

پھر رحمتِ کائنات نے اپنی زندگی میں کئی بار اس اعلان کا عملی طور پر اظہار بھی فرمایا۔ مثلاً اپنی چھوٹی بیٹی زوجۂ علی المرتضیٰؓ حضرت فاطمہؓ سے فرمایا...... اِعْمَلِیْ...... فاطمہ بیٹی اپنی زندگی کو اعمالِ حسنہ سے مزین اور خوبصورت بناؤ...... اس لئے کہ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم کس کی بیٹی ہو...... اور تم کہو گی مَیں اس کی بیٹی ہوں جس کے دروازے کا دربان جبرائیل امین ہے...... ہاں میں اُس کی بیٹی ہوں جو مسکرائے تو جنت میں بہار آجائے...... مَیں اس کی بیٹی ہوں جس پر خدا کا آخری کلام اُتارا گیا...... پھر جب تم میرا نام لوگی تو تمہاری نجات ہو جائے گی...... ہرگز نہیں...... وہاں حسب ونسب کام نہیں آئے گا... بلکہ ہر انسان کو اس کا عمل کام آئیگا۔ اس لئے فاطمہ بیٹی عمل کرو۔

لَآ اَمْلِكُ لَكِ شَیْئًا (بخاری)

قیامت کے دن مَیں تیرے لئے ایک ذرہ کا بھی مالک ومختار نہیں ہوں گا۔

خاندان قریش سے کیا فرمایا

بخاری شریف میں ایک حدیث آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ آپ اپنے قریبی عزیزوں اور رشتے داروں کو خدا کے عذاب سے ڈرائیے۔ تو آپ نے اپنے تمام خاندان کے افراد اور برادری کو جمع کر کے فرمایا

اے خاندانِ قریش ! اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچالو ! اور عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایمان قبول کرلو . . . . . . توحید و رسالت کا اقرار کرلو . . . . اگر اللہ تعالے نے تمہیں عذاب میں پکڑ لیا تو مَیں تمہیں اُس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا . . . پھر آپ نے ایک ایک کا نام لیا اور عمل کرنے کی تلقین فرمائی

اے میرے چچا عباس ! اے میری پھوپھی صفیہ ! اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کا سامان کرلو ! مَیں تمہیں اللہ تعالےٰ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتا .

پھر فرمایا

يَا فَاطِمَةُ سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا ه

اے فاطمہ جس مال کا مَیں مالک ہوں اس سے جتنا تم چاہو مجھ سے مانگ لو ، اور یہ یاد رکھو اللہ تعالےٰ کی گرفت سے مَیں تجھے نہیں بچا سکتا .

جب رحمتِ کائنات ، امام الانبیاءؐ اپنی پیاری بیٹی اور لختِ جگر سیدہ فاطمہؓ کو نہیں بچا سکتے . . . . . . اپنے محبوب چچا عباس بن عبدالمطلب کو عذاب سے نہیں چھڑا سکتے . . . . اپنی پھوپھی صفیہؓ کو اللہ کی گرفت سے نہیں بچا سکتے تو پھر امت کے دوسرے لوگوں کے مصائب و مشکلات میں کیسے کام آسکتے ہیں ؟ . . . . لوگوں کے دُکھ اور مصائب کو کیسے دُور کر سکتے ہیں ؟ . . . . اگر آپ مختارِ کل ہوتے تو چلو دوسروں کے لئے نہیں کم از کم اپنے رشتہ داروں کے لئے تو اختیار حاصل ہوتا .

امام الانبیاءؐ کا ایک اور ارشاد

بخاری شریف کی ایک اور حدیث سنئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت میں خیانت کرنے سے بڑی سختی

کے ساتھ منع فرمایا۔۔۔۔۔۔۔

چوری چکاری سے روکا۔۔۔۔۔۔۔۔ حقوق العباد ادا کرنے کا حکم دیا۔۔ فرمایا جس شخص نے اونٹ چوری کیا تو قیامت کے روز اونٹ اس کی گردن پر ہوگا ۔۔۔۔۔ جس شخص نے گھوڑا چوری کیا تو روز محشر گھوڑے کو گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا۔۔۔۔۔۔ جس شخص نے بکری چوری کی وہ بکری کو گردن پر اٹھا کر میدان محشر میں آئے گا۔۔۔۔۔۔۔ غرضیکہ جو چیز بھی چوری کی وہ شئی اس کی گردن پر لادی جائے گی۔۔ یا کسی شئی میں خیانت کی تو وہ خیانت والی چیز اس کی گردن پر ہوگی، اور یہ جانور اپنی اپنی بولیاں بولیں گے۔۔۔۔۔ خائن اور چور اس حالت میں انتہائی تنگ اور پریشان حال ہوگا۔ اور کہیگا

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ ۔۔۔۔۔۔۔ اے اللہ کے رسول میری مدد فرمائیے اور کوئی تدبیر کیجئے کہ میں اس عذاب سے نجات پاؤں۔۔۔۔۔۔ یا رسول اللہ! مجھے اس مصیبت سے بچا لیجئے۔

آپؐ نے فرمایا میں اس کے جواب میں کہوں گا،

لَآ اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ ،

میں آج تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں دنیا میں تبلیغ کر چکا ہوں ۔۔۔۔۔ میں اللہ کے احکامات پہنچا چکا ہوں، میں بتا چکا ہوں کہ چوری کرنا لائق سزا گناہ ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ امانت میں خیانت کرنا جرم ہے۔ اس کی سزا ملیگی تو نے میری تبلیغ اور میرے فرمان پر کان نہ دھرا۔۔۔۔۔۔۔۔ آج جب سزا اور عذاب چکھ رہا ہے تو مجھ سے فریاد کرتا ہے۔۔۔ آج میرا کچھ اختیار نہیں ہے۔۔۔ آج میں تجھے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔۔۔۔۔ آج میں تجھے اللہ کی پکڑ سے نہیں چھڑا سکتا۔

سامعین گرامی قدر۔۔۔۔۔۔ آپ نے بخاری کی اس حدیث

کو سنا جس سے واضح ہوا کہ امام الانبیاء سرورِ کائنات ؐ قیامت کے روز اللہ

کے عذاب سے کسی کو بچا نہیں سکتے۔۔۔۔۔۔ وہ مختار کل نہیں۔۔ وہ اللہ

کی پکڑ سے کسی کو چھڑا نہیں سکتے۔۔ مگر آج کا بدعتی گا گا کر کہتا ہے

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد۔۔۔۔۔۔ محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

بخاری ص ۸۸۶ کی ایک اور حدیث ہے کہ ایک دیہاتی شخص آنحضور ؐ کی

خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ آنحضرت ؐ ننھے اور بچوں کو پیار کر رہے

ہیں۔ ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور بوسہ دیتے ہیں تو وہ بڑا متعجب ہوا

اور کہنے لگا یا رسول اللہ ! آپ ازراہِ شفقت بچوں سے پیار کرتے ہیں۔ میں تو ایسا کبھی نہیں کرتا

آں حضرت ؐ نے اس کی بات سنی تو فرمایا

أَوَ أَمْلِكُ لَكَ إِنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ

اگر خداوند قدوس تیرے دل سے پیار اور بچوں کے ساتھ شفقت کو نکال دے۔

تو کیا میں مالک ہوں ؟ کہ تیرے دل میں شفقت ڈال دوں۔۔۔

کتنی واضح اور کھلی بات ہے کہ جس شخص کے دل سے اللہ شفقت نکال دے تو

آنحضرت ؐ کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ شفقت اس کے دل میں بھر دیں۔۔۔۔

۔۔۔ جب کسی کے دل میں شفقت و رحمت کا ڈالنا آپ کے بس میں نہیں ہے

تو تمام دنیا کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرنا آپ کے اختیار میں کیسے ہو

سکتا ہے ؟۔۔۔۔۔۔ کسی کے گھر کو برکتوں سے بھرنا آپ کے بس میں کیسے

ہو سکتا ہے ؟۔۔۔ کسی کو بیماریوں سے نجات دینا، اور مقدمات سے رہائی

بخشنا آپ کے اختیار میں کیسے ہو سکتا ہے ؟

ترمذی شریف ص ۱۳۶ میں ایک ارشادِ نبوی ہے ذرا اُسے بھی سماعت فرمالیں،

آنحضرتؐ کی متعدد بیویاں تھیں۔ آپ ازواج مطہرات میں برابری اور عدل فرمایا کرتے تھے۔ لیکن آپ کے دل کا میلان اور جھکاؤ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی طرف زیادہ تھا۔۔۔۔۔۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ میلان بھی مناسب نہ ہو۔۔۔۔۔۔ پھر سوچتے کہ یہ اختیاری شئی تو ہے نہیں، یہ تو بے اختیاری ہے کہ دل کسی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس لئے اپنے اللہ کے حضور درخواست کرتے ہوئے کہتے

اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تُؤَاخِذْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ (يعني اَلْحُبُّ وَالْمَوَدَّةُ)

اے اللہ جس ظاہری تقسیم اور برابری کا میں مالک تھا اس کو میں پورا کر چکا ہوں اور جس چیز کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں (یعنی محبت عائشہؓ) میرے مولا! اس میں مجھے معاف رکھنا۔

اس حدیث نے تو بات نصف النہار کی طرح روشن کر دی ہے، کہ امام الانبیاءؑ اپنے دل کی محبت کے بھی مالک و مختار نہیں تھے۔۔۔۔۔۔ انہیں تو اتنا بھی اختیار نہیں تھا کہ زوجۂ محترمہ کے لئے برابر جگہ رکھتے، بلکہ ان کے دل میں سیدہ عائشہؓ کی محبت و الفت دوسری ازواج سے زیادہ تھی۔۔۔۔۔۔ پھر اگر آپ اپنے دل کی محبت کے بھی مالک نہیں تھے تو پوری دنیا کے اور دنیا کے انسانوں کے مالک و مختار کس طرح ہو سکتے ہیں؟ دنیا والوں کے دل ان کے قبضۂ قدرت میں کس طرح ہو سکتے ہیں؟

اور جب یہ بات دلائل و براہین سے ثابت ہو گئی کہ آپ مختار کل نہیں تھے۔ بلکہ اللہ کے عاجز اور محتاج بندے تھے تو پھر جو عاجز اور محتاج ہو وہ اِلٰہ اور معبود نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔ جو مالک و مختار نہ ہو وہ معبود اور پکار کے

کے لائق نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔

معبود اور مسجود۔۔۔۔۔۔ پکار کے لائق اور نذر و نیاز کا مستحق۔۔۔۔

وہ ہے جس کی صفت ہے لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔۔۔۔۔۔

جو مالک بھی ہے مختار بھی۔۔۔۔۔۔ رازق بھی ہے اور خالق بھی۔۔۔۔۔۔

جو صمد اور غنی ہے۔۔۔۔۔۔ بے پرواہ اور لایزال ہے۔۔۔۔۔۔ فَعَّالٌ لِّمَا

یُرِیْدُ، جس کی شان ہے۔۔۔۔۔۔ اور بِیَدِهِ الْمُلْکُ جس کا اعلان ہے۔

۔۔۔۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، جس کا پیغام ہے۔

ہاں عبادت کے لائق، اور غائبانہ پکار کے لائق صرف اور صرف وہی ہے جو سرشیوں کا مالک ہے، اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اُسے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ وہ چاہے تو اپنے محبوب پیغمبرؐ کی گود سے اس کے بیٹے کو چھین لے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔۔۔۔۔۔ اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

اِمامُ الانبیاءؐ نے بیٹے کی وفات پر کیا فرمایا

امام الانبیاء سرورِ کائناتؐ کے چوتھے صاحبزادے کا نام ابراہیم تھا ان کا نام آنحضرتؐ نے اپنے دادا حضرت ابراہیم کے نام پر رکھا تھا۔۔۔۔۔۔ آنحضرتؐ کو ان سے بہت پیار تھا، اسے گود میں اٹھاتے چومتے اور اپنی ناک اس کے منہ پر رکھ کر سونگھتے تھے پیارے بوسے دیتے تھے۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو آں حضرتؐ نے اُسے گود میں اٹھالیا۔۔۔۔۔۔ ابراہیم مرض الموت میں مبتلا تھا۔ آنکھیں بیکسی سے آسمان کی طرف اٹھی ہوئیں تھیں۔۔ سانس رُک رُک کر آرہا تھا، موت کی ہچکیاں لگی ہوئی تھیں۔۔ آنحضرتؐ نے اپنے بیٹے کی اس حالت کو دیکھا تو

فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ تَذْرِفَانِ۔

آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ساتھ تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَ اَنْتَ یَا رَسُوْلُ اللّٰہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ بھی افسردہ اور پریشان ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا رسول اللہ آپ کی آنکھوں میں بھی آنسو ——— آنحضرت نے فرمایا اِنَّھَا رَحْمَۃٌ

ابن عوفؓ! یہ آنسو رحمت اور شفقت کے آنسو ہیں۔ یہ دل کی بے اختیار کیفیت کا اظہار ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ آنکھوں سے بے اختیار نکلنے والے آنسو ہیں اور یہ شریعت میں ناجائز اور حرام نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ شریعت نے پیٹنے سے روکا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ منہ پر طمانچے مارنے سے روکا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شریعت نے سینہ کوبی سے منع کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مصیبت کے وقت رانوں پر ہاتھ مارنے سے روکا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بین کرنے واویلا مچانے سے روکا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جاہلیت کی آوازیں نکالنے سے روکا ہے فرمایا

لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ

ہمارے ساتھ اس شخص کا کوئی تعلق نہیں ہے جو مصیبت کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مارتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو اپنے گریبان پھاڑتا ہے، اور جاہلیت کے آواز نکالتا ہے۔

شریعت نے ماتم کرنے سے منع کیا ہے۔ اور مصیبت کے وقت جو آنسو بے اختیار آنکھوں سے نکلیں، اسے شریعت نے منع نہیں کیا۔ ۔

آنحضرتؐ اپنے بیٹے ابراہیم کو گود میں لے کر روئے، اسے چوما، اور روتے ہوئے فرمایا

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا

بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (بخاری)

اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ ...... میرے بیٹے ابراہیم تیری جدائی میں میری آنکھیں روتی رہیں گی ...... وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ اور تیری جدائی میں میرا دل ہمیشہ غمگین رہے گا۔

وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا ...... میں تیری جدائی کے صدمہ میں وہی کہوں گا جس پر میرا رب راضی اور خوش ہوگا۔

محدثین نے لکھا ہے کہ رب تعالےٰ اس جملے پر راضی ہوتا ہے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" تو گویا کہ آپ نے فرمایا تیری جدائی اور تیری موت پر میں یہی جملہ کہوں گا۔

وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ...... ابراہیم بیٹے ہم تیری جدائی میں بہت افسردہ اور غمگین ہیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام الانبیاءؐ باوجود اس مقام و مرتبے اور کمالات کے جو آپ کو حاصل تھے، مختار کل نہیں تھے، آپ مجبور تھے، مالک و مختار نہ تھے، آپ تو اپنے لختِ جگر کو بھی موت کے منہ سے نہ بچا سکے، بلکہ خود فرمایا جس پر میرا رب راضی ہے بس تو وہی کروں گا، جو کچھ وہ عطا کرتا ہے وہ بھی اسی کا ہوتا ہے۔ اور جو کچھ وہ واپس لے لیتا ہے اس کا مالک بھی وہی ہے۔

نواسے کی وفات پر کیا کہا

اسی کے ساتھ ملتا جلتا ایک اور واقعہ احادیث کی کتب میں موجود ہے۔

آنحضرتؐ کی چار صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی کا نام زینبؓ ہے یہ آنحضرتؐ کی محبوب ترین صاحبزادی تھی، جس نے اسلام کے لئے مصائب اور دکھ جھیلے تھے اور جام شہادت نوش کیا تھا۔

حضرت زینبؓ کا ایک بیٹا مرض الموت میں مبتلا ہوا اور اس کا آخری وقت آن پہنچا۔ نزع کا عالم طاری ہوا، مصیبت اور دکھ کے اس کڑے وقت میں انہوں نے ایک ایلچی کو آنحضرتؐ کی خدمت میں روانہ کیا کہ آپ تشریف لائیں۔ اور دکھ اور مصیبت کے اس وقت میں میرے پاس ہوں تاکہ دل کو تسلی ہو۔

ایلچی خدمت نبوی میں پیش ہوا بیٹی کا پیغام سنایا۔۔۔۔۔۔ رحمت کائناتؐ نے کتنا خوبصورت جواب دیا۔۔۔۔۔۔ فرمایا۔۔۔۔۔۔ واپس چلے جاؤ اور میری پیاری بیٹی زینب سے کہو بچے پر اس آنے والی مصیبت پر صبر کرے۔ میرے آنے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ جب خداوند قدوس نے تجھے بیٹا عطا کیا تھا تو مجھ سے پوچھ کر عطا نہیں کیا تھا۔ اب وہ اپنی امانت واپس لینے لگا ہے۔ تب بھی مجھ سے مشورہ کر کے نہیں لے گا۔ اس لئے صبر سے کام لو۔ ایلچی نے آنحضرتؐ کا پیغام حضرت زینبؓ کو پہنچایا۔۔۔۔۔ آخر بیٹی تھی، اور ہر بیٹی کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اس نازک اور مصیبت کے وقت میں اس کا پیارا والد اس کے ساتھ ہو۔۔۔ اس لئے حضرت زینبؓ نے ایلچی سے کہا جاؤ اور جا کر میرے والد گرامی کو قسم دینا کہ وہ ضرور تشریف لائیں

چنانچہ رحمت کائناتؐ اپنے چند احباب کو ہمراہ لے کر اپنی بیٹی کے گھر پہنچے۔ آپ کا نواسہ ماں کے ہاتھوں میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا۔۔۔۔۔ سانس اکھڑ چکا تھا۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ۔۔۔ فرمایا بیٹی زینبؓ بیٹے کو میرے رحمت والے ہاتھوں میں دو۔۔۔ حضرت زینبؓ نے جونہی بیٹا رحمت کائناتؐ کے مبارک ہاتھوں پر رکھا، روح جسم سے نکل گئی۔

اللہ تعالٰی نے مسئلہ سمجھایا کہ مالک و مختار میں ہوں۔ . . . . . میری مرضی
کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ . . . . . میرے سوا کوئی نہیں جسے کچھ اختیارات حاصل
ہوں۔ . . . . . . جو موت و حیات کا مالک ہو۔ . اس لئے میرے سوا معبود
اور مسجود بھی کوئی نہیں اِلٰہ اور معبود صرف اور صرف میں ہوں۔ کیونکہ لَہٗ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ میری صفت ہے۔

آنحضورؐ ابوطالب کو ہدایت نہ دے سکے

آج ہر جاہل پیر اور بدعتی ملاں منبر و محراب کا سہارا لے کر یہ گیت الاپتا ہے کہ
خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمدؐ ، محمدؐ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکدا
لیکن قرآن و حدیث کے آئینے میں اور حقائق کی روشنی میں جب ہم دیکھتے ہیں
تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا حقیقی چچا پکڑا ہوا ہے۔ . . . . . اور چچا بھی وہ
جس نے بچپن میں آپ کی نگرانی کی۔ . . . . . . آپ کے سر پر دست شفقت
رکھا۔ . . . . . شعب بنی ہاشم کی تکالیف میں آپ کا ساتھ دیا۔ . . . .
مشرکین کے شدائد اور مصائب سے حتی الوسع آپ کو بچایا۔ . . . . . . آج
اُسی ابوطالب کا آخری وقت ہے۔ . . . . . . یہ آنحضورؐ کا چچا بھی ہے
اور حضرت سیدنا علیؓ کا والد بھی۔ . . . . ابوطالب کا آخری وقت ہے
. . . . . . آنحضرتؐ اُن کے گھر پہنچتے ہیں۔ . قریش مکہ اور رؤسائے شہر
نے دیکھا تو ابوطالب کی چارپائی کو گھیر لیا تاکہ بھتیجا اپنے چچا سے آخری گفتگو نہ
کرسکے۔ . . . . . آنحضرتؐ نے دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھتے ہوئے فرمایا
. . . . . چچا ! تمہارا آخری وقت ہے اور اب بھی وقت ہے کہ میری

دعوت کو قبول کرلو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری بات تسلیم کرلو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کلمۂ اسلام کا اقرار کرلو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری اطاعت کرو تو راہ ہدایت نصیب
ہو جائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ برادری سے خوف کرتے ہو تو میرے کان میں
کلمہ پڑھ لو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قیامت کے دن تمہارے حق میں شفاعت کروں
گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چچا کلمۂ توحید کا اقرار کرلو ، یہی نجات کا راستہ ہے ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شرک سے توبہ کرلو ، یہی دوزخ سے خلاصی کی راہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
رحمتِ کائنات ؐ نے منتیں کیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سماجتیں کیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
آپ کی منشا اور مرضی یہ تھی کہ ابو طالب مسلمان ہو جائے ۔ ۔ ۔ آپ کی دلی
خواہش تھی کہ اُسے ایمان کی دولت مل جائے ۔

ابو طالب نے جواب میں کہا

إِنِّيْ أَعْلَمُ أَنَّكَ صَادِقٌ وَأَنَّ دِيْنَكَ حَقٌّ ۔

مَیں اچھی طرح جانتا ہوں میرے بھتیجے کہ تو بھی سچا ہے اور تیرا دین بھی حق ہے ۔ لیکن
اب میرا آخری وقت ہے ۔ اس وقت اگر کلمہ پڑھ لوں تو برادری میں ناک کٹ جائے
گی ـــــ لوگ میری اولاد کو طعنہ دینگے کہ تمہارے بابا نے موت سے ڈر کر اسلام
قبول کر لیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنحضرت ؐ نے چچا کا جواب سُنا تو آپ روتے ہوئے
اُٹھ آئے ۔ ابو طالب نے میرے پیغمبرؐ کے آنسوؤں کا بھی لحاظ نہیں کیا ۔

کیا ابو طالب نے کلمۂ اسلام قبول کیا

آج کچھ لوگوں کو یہ خبط سوار رہتا ہے
کہ ابو طالب کو کسی طرح مومن اور
مسلمان ثابت کیا جائے ۔ کبھی اس کے نام ساتھ " حضرت " اور کبھی " علیہ السلام "
کا لفظ استعمال کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہیں اس شخص کے ساتھ حضرت اور
علیہ السلام کہتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں ہوتی جس نے میرے پاک پیغمبرؐ کی سنتوں کا

لحاظ نہیں کیا۔ . . . جس نے میرے رسول انورؐ کے آنسوؤں کا خیال نہیں کیا۔ . . . . . . جس نے میرے پیارے نبیؐ کو روتا ہوا اٹھایا۔

اور پھر ایمان ابو طالب پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس نے نبی اکرمؐ کی پرورش کی تھی۔ . . . . میں کہتا ہوں کہ کسی پیغمبر کی پرورش کرنے سے کوئی شخص مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا، اگر فقط نبی کو پالنے سے کوئی شخص مسلمان اور مومن ہو سکتا ہے تو فرعون کو بھی مومن ماننا پڑے گا۔ جس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کی تھی۔ . . . .

ہاں ہاں سنو! میں نہیں کہتا خود رحمتِ کائنات سرورِ کونینؐ نے فرمایا . . . . شبِ معراج میں نے اپنے چچا ابو طالب کو دیکھا کہ دوزخ میں اُسے آگ کی جوتیاں پہنائی گئیں ہیں، جس کی وجہ سے اس کا دماغ اُبل رہا ہے جس طرح آگ پر دھری ہنڈیا میں پانی اُبلتا ہے۔

ایک اور مقام پر آپؐ نے فرمایا

مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَۃَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّھَا فَھِیَ لَہٗ نَجَاتٌ۔

جس شخص نے اس کلمہ کو قبول کر لیا جو کلمہ میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا، اور میرے چچا نے اُسے رد کر دیا تھا۔ یہ کلمہ اس شخص کی نجات کا ذریعہ بن جائیگا۔

آنحضرتؐ تو فرمائیں کہ میں نے ابو طالب کو دوزخ میں دیکھا ہے، اور تو کہے کہ وہ مسلمان تھا، نبی رحمتؐ تو فرمائیں کہ ابو طالب نے کلمۂ اسلام کو رد کر دیا تھا، اور تو کہے حضرت ابو طالب علیہ السلام ؟

حضرت علیؓ نے ابو طالب کے بارے کیا کہا

آؤ خود حضرت علیؓ سے پوچھ لیتے ہیں کہ وہ اپنے باپ ابو طالب

کے بارے کیا کہتے ہیں، جب ابو طالب فوت ہو گیا، اور سیدنا علیؓ نے آ کر آنحضورؐ کو اس کی اطلاع دی تو یوں نہیں کہا کہ یارسول اللہ آپ کے پیارے چچا انتقال فرما گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ اطلاع دیتے ہوئے فرمایا

اِنَّ عَمَّكَ الضَّالَّ الشَّيْخَ قَدْ مَاتَ (طبقات ابن سعد)

یارسول اللہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا

حضرت علیؓ ابو طالب کے بارے کہہ رہے ہیں، گمراہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور تم کہتے ہو مومن تھا؟

سامعین گرامی قدر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنحضورؐ چاہتے تھے کہ میرا چچا مسلمان ہو جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا چچا ابدی عذاب سے بچ جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا چچا اللہ کی پکڑ سے نجات پا جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا چچا ہدایت قبول کر لے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر چچا کو ہدایت نصیب نہ ہوئی، وہ عذاب سے نہ بچ سکا۔ اُسے آپؐ اللہ کی پکڑ سے نہ چھڑا سکے، اسے آپ ہدایت کی پٹڑی پر نہ لا سکے، بلکہ آپ جب اس واقعہ پر افسردہ و پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

میرے محبوب پیغمبر جس شخص کو آپ محبوب اور پیارا سمجھتے ہیں اسے آپ ہدایت نہیں دے سکتے لیکن ہدایت سے سرفراز کرنا آپ کے رب کے اختیار میں ہے۔

ساری کائنات کے اختیارات۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پوری مخلوق کے معاملات تو اپنی جگہ پر رہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر چیز کے خزانے تو بڑی بات ہے۔ صرف ہدایت کا خزانہ اور اختیار بھی آنحضورؐ کو حاصل نہیں تھا۔ کسی اور کو ہدایت دینا تو بڑی بات ہے، آپ اپنے مشفق چچا کو بھی ہدایت کی پٹڑی پر نہ لا سکے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس کی کھوٹی قسمت کھری نہ کر سکے. . . . . . . اسے جہنم کی وادیوں سے نہ بچا سکے . . . . اُسے ایمان کی دولت سے مالا مال نہ کر سکے . . . . آپ اپنی بات اور اپنی مرضی پوری نہ کروا سکے . . . . . . بلکہ وہی کچھ ہوا جو خداوند قدوس چاہتا تھا

اس لئے کہ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ . اس کی صفت ہے وہی مالک و مختار ہے ، وہی مختار کل ہے ، اُسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں.

ابوطالب کے لئے دُعا مغفرت کی اجازت نہیں ملی

آگے سنیئے ! آں حضرتؐ کے دل میں خیال آیا کہ چلو میں اپنے چچا کیلئے دُعائے مغفرت تو کرلوں . میری زبان سے اس کے لئے مغفرت کی دُعا رائیگاں نہیں جائے گی ، شاید اللہ اسے معاف کردے . ابھی دل میں خیال آیا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى .

نہ کسی نبی کو لائق نہیں اور کسی ایمان والے کو لائق ہے کہ وہ کسی مشرک کے لئے بخشش کی دُعا مانگیں ، اگرچہ وہ مشرک ان کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو .

کسی کو بخشوانا امام الانبیاءؑ کے اختیار میں نہیں ،

ایک اور موقع پر جب آں حضرت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے جنازہ کے لئے تشریف لائے . . . . . .

جنازہ سے پہلے آپ نے اپنا کرتہ عنایت کیا تھا کہ یہ کرتہ اس کا کفن بن جائے پھر آپ نے اپنی لعاب دہن عنایت فرمائی تاکہ اس کے منہ میں ڈال دی جائے .

پھر جنازہ کے لئے تشریف لائے ۔ ایک روایت میں ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھادی اور ایک روایت ہے کہ ابھی پڑھائی نہیں تھی ۔ بلکہ جنازہ پڑھانے کی تیاری ہو رہی تھی ۔ کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ۔

لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ۔

ان منافقین میں سے کوئی مرجائے تو ان کی نماز جنازہ مت پڑھیے ۔

پھر فرمایا

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۔

میرے پیارے پیغمبر آپ ان کے لئے بخشش کی دعا مانگیں، یا بخشش کی دعا نہ مانگیں اگر آپ ستر بار بھی ان کے لئے بخشش کی دعا مانگیں اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا ۔

معلوم ہوا تمام تر اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رحمتِ کائنات اللہ کے حکم کے پابند ہیں ۔ ۔ ۔ اللہ کسی کو نہ بخشنا چاہے تو رحمتِ کائنات کا مبارک کرتہ اس کا کفن بنا دیا جائے پھر بھی بخشش ناممکن ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رحمتِ کائنات کا لعابِ دہن اس کے منہ میں ڈال دیا جائے پھر بھی بخشش ناممکن ؟ آپ اس کے لئے مغفرت کی دعائیں کریں پھر بھی بخشش ناممکن ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مختارِ کل نبی اکرم کی ذاتِ گرامی نہیں ہے بلکہ مختارِ کل وہ ہے جس کی صفت ہے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

مسئلہ ذرا اور واضح کر دوں، آپ کو قرآن کی سیر کراؤں، آپ کو بتاؤں، کہ قرآن کیا سمجھانا چاہتا ہے ۔ قرآن واضح کر رہا ہے کہ ساری کائنات کے ۔ امامؑ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور سرورِ کونین مختارِ کل نہیں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ جو چاہتے کر لیتے یا

رب سے منوا لیتے۔ ایسا نہیں تھا بلکہ وہ خداوندِ قدوس کے حکم کے پابند تھے۔

شہد کو اپنے اُوپر حرام کرنے کا اختیار اِمامُ الانبیاءؑ کو نہیں تھا،

کیا آپ نے قرآن پاک میں سورت تحریم کا مطالعہ نہیں کیا۔۔۔۔۔ جب آنحضرتؐ نے اپنے اوپر شہد کو حرام قرار دے لیا تھا۔۔۔۔۔۔۔ ہوا یوں کہ نبی اکرمؐ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ ہر روز عصر کے بعد آپؐ ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔۔۔۔۔ ان کی خبر گیری کے لئے۔۔۔۔۔ تاکہ انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مہیا کر دی جائے۔۔۔۔۔۔۔ آپ کی ازواج مطہرات میں ایک زوجہ محترمہ حضرت زینبؓ بھی ہیں، جو رشتے میں آپ کی پھوپھی زاد بہن بھی ہیں۔ ان کے یہاں کہیں سے شہد تحفہ میں آیا وہ آنحضورؐ کو روزانہ شہد پلایا کرتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کا ان کے ہاں کچھ وقت زیادہ صرف ہو جاتا تھا، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ بتقاضائے بشریت اور از راہِ محبت اس کو برداشت نہ کرسکیں۔۔۔۔۔ اس لئے کہ ہر بیوی کی دلی تمنا اور آرزو یہ ہوتی تھی کہ آنحضرتؐ زیادہ سے زیادہ وقت میرے ہاں رہیں، اور آپ کی صحبت و رفاقت سے میں زیادہ فیض پاؤں۔

چنانچہ ان دونوں نے یہ مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر کریں کہ یا تو آنحضورؐ ہمارے ہاں بھی اتنا ٹھہریں جتنا حضرت زینبؓ کے ہاں ٹھہرتے ہیں، یا پھر ان کے یہاں بھی زیادہ نہ ٹھہریں۔۔۔۔۔ مشورہ یہ طے پایا کہ جب آپؐ زینبؓ کے ہاں سے ہو کر ہمارے ہاں تشریف لائیں تو آپ سے کہا جائے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ اور چونکہ آپ کو بو والی چیز سے انتہائی نفرت ہے۔ اس لئے شہد پینا ترک کر دیں گے۔۔

(معلوم ہوتا ہے دونوں ازواج حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کا عقیدہ تھا کہ آنحضرتؐ عالم الغیب بھی نہیں، اور حاضر و ناظر بھی نہیں، اسی لئے تو چھپ کر مشورہ

کر رہی ہیں، ورنہ اگر ان کا نظریہ اور خیال یہ ہوتا کہ آنحضرتؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور ہر ایک کے حالات کو جانتے ہیں تو چھپ کر کبھی مشورہ نہ کرتیں)

دوسرے ہی دن جب آنحضرتؐ حضرت عائشہؓ کے یہاں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا! یا رسول اللہ........ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے...

.... آپ نے فرمایا میں نے زینبؓ کے یہاں شہد پیا ہے.......

پھر جب آپ حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے بھی یہی کہا اور ساتھ یہ بھی کہ شاید شہد کی مکھیاں مغافیر جو ایک قسم کی گوند ہوتی ہے اس کا رس نچوڑ کر لائی ہوں اور اس طرح مغافیر کی بُو پیدا ہو گئی ہو........ آپ بدبودار اشیار سے از حد نفرت فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ خدا کی قسم آئندہ کبھی شہد نہیں پیوں گا........ اس طرح آپؐ نے شہد کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا........ بس اتنے لفظ زبانِ نبوت پر تھے کہ جبرائیل امین وحی لے کر اتر پڑے۔

ارشاد ہوا

يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ

اے میرے پیارے پیغمبرؐ جس چیز کو میں نے آپ کے لئے حلال کیا ہے، آپ نے اُسے حرام کیوں قرار دیا........ میری حلال کردہ شئی کو حرام کرنے کی وجہ بتلایئے؟

عرض کیا مولا شہد نہ پینے کی قسم کھا چکا ہوں........ فرمایا قسم کا کفارہ ادا کر دو، اور شہد پینا پڑے گا، میری حلال کردہ شئی کو حرام کرنے کا آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ تمام تر اختیارات تو رہ گئے اپنی جگہ صرف ایک

شئ کو حرام کرنے کا اور حرام بھی دوسروں کے لئے نہیں صرف اپنی ذات کے لئے حرام کرنے کا اختیار آنحضورؐ کو نہیں تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نبی اکرمؐ مختارِ کل نہیں تو اور کون ہے جو مختارِ کل ہو، اور جو مختارِ کل نہ ہو وہ عبادت وپکار کے لائق نہیں۔ عبادت وپکار کے لائق صرف اور صرف وہ ہے جس کی صفت ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔

منافقین کو رخصت دینے کا اختیار آنحضرتؐ کو نہیں

قرآن کے آئینے میں اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لئے ایک اور واقعہ سماعت فرمائیے۔

غزوۂ تبوک کا موقعہ تھا۔ مشکل ترین غزوہ جسے خود قرآن نے جیش العسرت قرار دیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سخت گرمی کا موسم اور کھجور کی فصل پکی ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن سب کچھ چھوڑ کر جانا ہے راستہ ریت کے صحراؤں کا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سواریاں مفقود۔ ۔ ۔ ۔ خوراک ندارد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ طویل ترین سفر اور مقابلے میں جنگجو قوم۔ ۔ ۔ ۔ منافقین کے لئے اس جنگ میں جانا قیامت سے کم نہیں تھا۔ ۔ ۔ انہوں نے باہم شورہ کیا کہ جھوٹے بہانے بنا کر رحمتِ کائناتؐ سے رخصت لے لی جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر داؤ چل گیا، اور رخصت مل گئی تو ٹھیک۔ اور اگر رخصت نہ ملی تو بھی ہم جانے کے لئے تیار نہیں، لیکن رخصت کے لئے قسمت آزمائی کرلیں تاکہ منافقت پر پردہ پڑا رہے۔

چنانچہ آنحضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں باری باری آئے۔ مختلف بہانے اور جھوٹے عذر پیش کرکے رخصت کی درخواست کرتے رہے۔ آپؐ ان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر رخصت دیتے رہے۔ اِدھر آپؐ نے رخصت دی اور اُدھر جبرائیل امین وحی لے کر نازل ہوگئے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ

سُبحانَ اللہ! کتنا خوبصورت انداز اپنایا، پہلے دَرگزر کا اعلان فرمایا۔ پھر پوچھا کہ آپ نے ان منافقین کو رخصت کیوں دی ــــــــــ فرمایا میرے محبوب پیغمبرؐ اللہ نے آپ کو معاف تو کر دیا لیکن یہ بتائیے کہ آپ نے ان منافقین کو رخصت کیوں دی! .... آپ اگر انہیں رخصت نہ دیتے تو پھر بھی انہوں نے آپ کے ساتھ نہیں جانا تھا. ...... معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کو تو اتنا اختیار بھی نہیں تھا کہ کسی کو رخصت دے سکتے. .... جس کو رخصت دینے کا اختیار نہ ہو وہ مختارِ کل کیسے ہو سکتا ہے؟ مختارِ کل صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے. وہی معبود اور وہی مسجود ہے. کیونکہ کہ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ صرف اور صرف اسی کی صفت ہے۔

O

اسی موضوع پر کچھ اور سنیئے، یہی غزوۂ تبوک ہے، آنحضورؐ نے مدینہ منورہ میں منادی کروائی کہ لوگو! جہاد کے لئے تیاری کر لو. ...... بڑا سخت معرکہ ہے. ...... تقریباً ایک لاکھ کے لشکر سے مقابلہ ہے لوگو! اپنا سامان درست کر لو. ...... ہتھیار تیار کر لو. ..... سواری کا انتظام کر لو. ...
... یہ منادی لوگوں نے سنی تو بڑے شوق اور بڑے ولولہ سے تیاری شروع کر دی، کچھ غریب اور نادار صحابہؓ کے پاس سواری نہیں تھی، مگر جذبۂ جہاد دلوں میں موجزن تھا. ..... تڑپ تھی جو کسی لمحہ چین نہیں لینے دیتی تھی. .....
... اس جذبہ اور اسی تڑپ کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے. اور سواری کی درخواست کی. ...... اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ.
تیرے ہاں آئے تھے تاکہ آپ ان کے لئے سواری کا انتظام کر دیں. .....

. . وہ جذبۂ جہاد سے سرشار تھے . . . . . . اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے . وہ آپ سے سواری کا سوال کرتے تھے . اور آپ جواب میں فرما رہے تھے
لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ . میرے پاس کوئی سواری نہیں جس پر تمہیں سوار کراؤں . . . .

اللہ اکبر ! جو غریب صحابہؓ کو سواری نہیں دے سکتا ، وہ معبود اور مشکل کشا بھی نہیں ہو سکتا . . . . . . جو اتنا عاجز اور بے بس ہو کہ ایک سواری دینے پر قادر نہ ہو ، وہ اِلٰہ کیسے ہو سکتا ہے . الٰہ اور معبود وہ جس کی صفت ہے کہ " مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ .

O

سامعین گرامی قدر . . . . . . قرآن نے واضح الفاظ میں یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرتؐ مختار کل نہیں تھے . بلکہ کل اختیارات صرف اور صرف اللہ تعالٰے کو حاصل ہیں . قرآن نے کئی ایک واقعات بیان کئے . اور کچھ آیات میں پیش آنے والے واقعات کی طرف اشارہ کیا .

انہی واقعات میں سے ایک واقعہ غزوۂ اُحد میں پیش آیا . . . . . جب مسلمانوں کو ایک عظیم اور بھاری مصیبت کا سامنا کرنا پڑا . . . . . فتح شکست میں بدل گئی . . . . . . آنحضورؐ خود شدید زخمی ہو گئے . . . . ستر صحابۂ کرامؓ شہید ہو گئے . . . . ان شہداء میں آپ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی تھے . . جن کی لاش کو کفار نے مثلہ کر دیا تھا . ان کے جسم کے بارہ ٹکڑے کر دئیے گئے . . . . . . اعضاء کاٹ لئے گئے . . .

آنحضرتؐ جب اپنے چچا کی میت پر آئے تو فرطِ غم سے نڈھال ہو گئے . . اور پریشان و مغموم ہو کر بیٹھ گئے . آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرماتے تھے . . .

سَیِّدُ الشُّهَدَآءِ عَمِّیْ هٰذَا تمام شہیدوں کا سردار میرے چچا حمزہؓ ہونگے

(آج کچھ لوگ سید الشہداء کا اطلاق حضرت سیدنا حسینؓ کے لئے کرتے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرمؐ نے یہ لقب حضرت حمزہؓ کے لئے ارشاد فرمایا ہے جسطرح حضرت حسینؓ کے لئے جنتی نوجوانوں کے سردار کا لقب ارشاد ہوا۔ پھر جس طرح حضرت حسینؓ کا لقب کسی اور کے لئے استعمال کرنا زیادتی ہے۔ اسی طرح حضرت حمزہؓ کا لقب سید الشہداء بھی کسی اور کے لئے استعمال کرنا ظلم اور زیادتی ہے۔

آنحضرتؐ کو اپنے چچا کی شہادت اور ان کے جسم کے مثلہ کئے جانے کا بے حد رنج اور افسوس تھا اسی غم اور رنج کے عالم میں آپ نے فرمایا

چچا تیرے قتل کا کفار سے ضرور بدلہ لوں گا۔ اور جب تک تیرے بدلے میں ستر کافروں کو نہیں مارلوں گا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھونگا۔

بس اتنا کہنا تھا کہ اللہ رب العزت نے وحی اتاری اور فرمایا

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ..... میرے پیارے پیغمبر کیا کہہ رہے ہو۔ ایک چچا کے بدلے ستر کافر؟ میرے محبوب ایک کے بدلے ایک ہی ہوتا ہے۔ ایک کے بدلے ستر نہیں ہوتے۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ آپ کا کوئی اختیار نہیں ہے ...... آپ کو اتنی بات کہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔

جو اتنا مجبور ہو کہ اپنی طرف سے کوئی بات بھی نہ کر سکتا ہو۔ وہ معبود اور الٰہ نہیں ہوتا ..... الٰہ اور معبود وہ ہے جو لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کی شان رکھتا ہے۔

قرآنِ مقدس کے آئینے میں ایک اور واقعہ دیکھئے

رحمتِ کائنات جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج بستے تھے۔ یہ دونوں قبیلے صدیوں سے جانی دشمن تھے .... آپس میں انتہائی نفرت رکھتے۔ ایک دوسرے کو دیکھنے تک سے بیزار تھے۔ آپس میں لڑائیاں ہوتیں۔ لوگ مرتے اور مخالفتیں بڑھتیں۔ قتل وغارت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا....... لیکن اسلام کی برکت سے دونوں قبیلے آپس میں بھائی بھائی بن گئے.. دلوں سے نفرت مٹ گئی.... دشمنیاں ختم ہوگئیں.. دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت، ایک دوسرے کے لئے الفت پیدا ہوگئی۔ عداوت کی جگہ محبت نے لے لی۔ اور نفرت کی جگہ پیار نے لے لی۔ یہ دلوں میں الفت ومحبت پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالےٰ کی ہے.......

ارشاد ہوا...... وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت والفت پیدا کردی..... آگے فرمایا

وَلَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ

میرے محبوب پیغمبرؐ اگر آپ پوری دنیا کے خزانے خرچ کرکے اُن کے دلوں میں محبت پیدا کرنا چاہتے تو پوری زمین کے خزانے خرچ کرکے بھی ان کے دلوں میں محبت والفت پیدا نہیں کرسکتے تھے، کیوں! اس لئے کہ کسی کے دل میں محبت وشفقت اور الفت کا پیدا کرنا آپ کا اختیار نہیں یہ صرف میرا اختیار ہے۔

اللہ رب العزت نے مسئلہ واضح کیا کہ جس ہستی کے اختیار میں اتنا بھی نہ ہو کہ وہ کسی کے دل میں محبت والفت بھردے وہ ہستی معبود اور مشکل کشا نہیں ہوسکتی معبود اور مسجود اور حاجت روا ومشکل کشا صرف اور صرف وہ ہے کہ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ جس کی صفت ہے۔

آنحضرتؐ اور غریب صحابہؓ

ہمیشہ حق کی آواز پر پہلی لبیک کہنے والے عموماً غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔ آں حضرتؐ نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو حضرت بلالؓ ، حضرت صہیبؓ ، حضرت عمار بن یاسرؓ ، اور حضرت خبابؓ جیسے غریب لوگ دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ یہ خوش قسمت لوگ تقریباً تمام وقت مجلسِ نبوی میں گزارتے۔ ایک موقع پر یہ حضرات شمعِ نبوت کے گرد پروانوں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ مشرکین مکہ کے چند سردار اور چوہدری آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی بات سننے کے لئے تیار ہیں ، ہم آپ کی دعوت پر غور کر سکتے ہیں۔ مگر ہماری شرط یہ ہے کہ ہم ان غریب اور کمی لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔ ہم مکہ کے چوہدری، اور یہ فقیر و مسکین لوگ، ہم ان کے برابر بیٹھیں، یہ ہماری شان کے خلاف ہے۔ آپ ان غریب اور بے حیثیت لوگوں کو اپنی مجلس اور محفل سے اٹھا دیں۔ ہم آپ کی تقریر اور وعظ سننے کے لئے تیار ہیں۔

آنحضرتؐ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ بلالؓ ، یہ صہیبؓ ، یہ عمارؓ تو میرے اپنے ہیں۔ انہیں اللہ نے ہدایت سے مالا مال فرمایا ہے۔ یہ تو توحید سمجھ چکے ہیں۔ اگر میں ان کو کچھ وقت کے لئے مجلس سے باہر بھیج دوں۔ اور اس طرح یہ سردارانِ قریش میری بات اور میری دعوت کو سن لیں تو ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہدایت نصیب فرما دے۔ . . . . امام الانبیاءؐ کی چونکہ خواہش یہ تھی کہ کسی طرح سب لوگ ایمان قبول کرلیں۔ اس لئے آپ اُن غریب صحابہؓ کو تھوڑی دیر کے لئے اپنی مجلس سے اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ابھی دل میں خیال آیا تھا کہ فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے فرمایا

لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔

ان لوگوں کو اپنی محفل سے نکالیے جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ جس سے خاص اسی کی رضا چاہتے ہیں۔

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۰ (سورۂ انعام ع ۶) میرے محبوب پیغمبرؐ اگر آپ نے ان غریب صحابہ کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا تو آپ بھی بے انصافوں میں سے ہو جائیں گے۔

اس واقعہ سے دو باتیں واضح ہوئیں۔ ایک اصحاب رسول کی عظمت کہ خداوند قدوس کو اپنے نبی کے یاروں سے اتنا پیار اور اتنا گہرا تعلق ہے کہ وہ ان کی معمولی سی دل شکنی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ چند لمحوں کے لئے ان کو نبوت سے جدا نہیں دیکھنا چاہتا، اور خداوند عالم کو اصحاب رسول سے پیار صرف اس لئے ہے کہ وہ توحید کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اس لئے کہ وہ ہر حالت میں اللہ کو پکارتے ہیں۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آنحضرتؐ مختار کل نہیں ہیں، کہ جو چاہیں کریں۔ ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں بلکہ آپ کو اتنا بھی اختیار نہیں تھا کہ اپنی مرضی سے کسی صحابی کو اپنی محفل و مجلس سے باہر نکال سکتے۔ ...... جس کو اتنا اختیار بھی نہ ہو وہ معبود اور مسجود نہیں ہو سکتا، وہ مشکل کشا نہیں ہو سکتا ——— بلکہ مشکل کشا اور حاجت روا وہ ہے جس کی صفت ہے۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔

آنحضرتؐ اور اُساریٔ بدر

اسلام اور کفر کے مابین پہلا معرکہ غزوۂ بدر تھا۔ اللہ رب العزت نے اس غزوہ میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتح سے نوازا تھا۔ ..... کفار کے ستر سردار

اس غزوہ میں مارے گئے اور ستر کفار قیدی بنا لئے گئے ۔ یہ جنگ چونکہ اپنے بھائی بندوں اور برادری کے ساتھ تھی اس لئے قیدی بن کر آنے والے کفار مسلمانوں کے رشتہ دار تھے ، کسی کا بھائی تھا ، کسی کا داماد ، کسی کا باپ ، کسی کا چچا ، اور کسی کا بیٹا تھا ۔ آنحضرتؐ نے ان قیدیوں کے بارے صحابہ کرامؓ سے رائے طلب کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ سمیت تقریباً تمام صحابہ کی رائے یہ تھی کہ یہ سب اپنے رشتہ دار ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اللہ انہیں کسی موقع پر ہدایت نصیب فرما دے ۔ اس لئے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے ــــــــــ حضرت عمر فاروقؓ کا مشورہ یہ تھا کہ یہ صرف ہمارے دشمن نہیں بلکہ دشمن اسلام ہیں انہوں نے مکہ مکرمہ میں ہم پر ظلم و ستم کے تمام حربے استعمال کئے اور آج بدر میں سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے ہم پر حملہ آور ہوئے ، ہم ان کے ہاتھ آ جاتے یہ کبھی معاف نہ کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے ہم پر ظلم و ستم کرتے ہوئے کبھی رشتہ داری اور بھائی بندی کا لحاظ نہیں کیا ، تو آج ہم ان کا لحاظ کیوں کریں ، میرا مشورہ یہ ہے کہ جس کا رشتہ دار قیدی ہے ، وہ اس مسلمان کے حوالے کر دیا جائے ، آپ حکم دیں اور وہ مسلمان اپنے رشتے دار کا سر قلم کر دے ۔

آنحضورؐ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا ، اور فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کر دیا ۔

ــــــــــ اللہ تعالٰی نے فرمایا

جبرائیل میرے نبی کو سلام کہنا ، اور سلام کے بعد کہنا کہ عمرؓ نے جو رائے فرش پر دی تیرے رب نے عرش پر منظور کر لی ، فرمایا

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

نبی کی شان نہیں کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک کہ وہ زمین پر خون

نہ بہادیں تم دنیا کا مال چاہتے ہو، اور اللہ تعالٰی آخرت کو چاہتا ہے۔

آپ کو نہیں چاہیے تھا کہ فدیہ کی خاطر انہیں چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کے خون سے زمین کو رنگین کرنا چاہیئے تھا۔ اور جس طرح عمرؓ کی رائے تھی اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے تھا پھر فرمایا

لَوۡلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمۡ فِيۡمَاۤ اَخَذۡتُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ

اگر اللہ کی طرف سے یہ بات نہ لکھی گئی ہوتی کہ (تم پر عذاب نہیں آتا) جو راستہ تم نے اختیار کیا اس کے بدلے تم پر عذاب نازل ہوتا۔

مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۳۲۹ میں صحیح حدیث مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا عمرؓ! قریب تھا کہ تیری رائے کی مخالفت کی وجہ سے ہمیں کوئی تکلیف پہنچتی

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ پوری کائنات کے سردار حضرت محمد صلی اللہ ﷺ مختار کل نہیں تھے .... ان کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ اپنی مرضی سے جو چاہیں کریں۔ بلکہ انہیں تو قیدیوں کو رہا کرنے کا بھی اختیار نہیں تھا۔ وہ مختار کل کیسے ہو سکتے ہیں اور جو مختار کل نہ ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا ..... معبود و مسجود اور الٰہ وہ ہے جس کی صفت لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ ہے جو زمین و آسمان کی ہر شئے کا مالک ہے۔ جو مختار کل ہے جو پوری کائنات کی تدبیریں کرتا ہے۔ جس کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔

حضرات گرامی! اللہ رب العزت نے آیۃ الکرسی میں اپنے دعویٰ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کے اثبات کے لئے تیسری دلیل دی لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کہ میں اس لئے اللہ اور معبود ہوں کہ کائنات کی ہر شئے میری ہے .... وہی ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں ... چونکہ یہ صفت میرے سوا کسی اور میں نہیں ... کوئی

نبی اور کوئی ولی . . . . . . کوئی پیر اور کوئی پیغمبر مختار کل نہیں . . . . . اور
کسی چیز کا مالک نہیں ، اس لئے وہ معبود اور الٰہ نہیں ہو سکتے . . .

چودھویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ الخ

سامعین گرامی قدر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خداوند قدوس نے آیۃ الکرسی میں اپنے دعویٰ "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" کہ پوری کائنات میں میرے سوا الٰہ اور معبود کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے سوا مسجود اور مشکل کشا کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس دعویٰ کو عقلی دلائل سے مزین کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تین دلائل گذشتہ خطبات میں ہم بیان کر چکے ہیں ۔ اپنے اس دعویٰ کے اثبات کے لئے اللہ رب العزت نے چوتھی دلیل دی ہے "مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" کون ہے جو اللہ کے سامنے شفاعت کر سکے مگر اس کی اجازت سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس چوتھی دلیل سے پہلے تیسری دلیل جو خداوند قدوس نے دی تھی، وہ تھی لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۔ ۔ ۔ ۔

اس تیسری دلیل کا مفہوم و مطلب یہ تھا کہ زمین و آسمان اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب کا مالک و مختار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سورج اور چاند اور ستاروں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عرش و کرسی اور فرش کا مالک صرف اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خشکی اور تری کا مالک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پہاڑوں سمندروں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دریاؤں اور بادلوں کا مالک صرف اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انسانوں ۔ ۔ ۔ ۔ جنات اور ملائکہ کا مالک صرف اللہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فتح و شکست اسی کے قبضہ میں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ موت و حیات کا مالک بھی وہی ہے

. . . . . اولاد و عزت کے خزانے اسی کے پاس ہیں . . . . . . نفع و نقصان کا مالک بھی صرف وہی ہے . . . . . . روزی اور دولت کی تقسیم اسی کے ہاتھ میں ہے . . . . . غرضیکہ کائنات اور کائنات کی ہر شئ کا مالک و مختار صرف اور صرف اللہ ہے لہٰذا عبادت و پکار کے لائق بھی صرف وہی ہے ۔

اب چوتھی دلیل میں عجیب انداز اپنایا گیا کہ جن کو تم مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہو . . . . . . جن کو تم نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہو . . . . . . جن کو غائبانہ تم پکارتے ہو . . . . . . جن کی نیازیں تم دیتے ہو . . . . . . جن سے تم حاجات طلب کرتے ہو . . . . . . جن کو تم مالک و مختار سمجھتے ہو . . . . . . وہ تو اللہ کے دربار میں بولنے اور لب کھولنے تک کی سکت بھی نہیں رکھتے . . . . . . وہ اس کے آگے شفاعت کے لئے لب نہیں کھول سکتے . . . . . . وہ اتنے عاجز اور مجبور ہیں کہ جب تک وہاں سے اجازت نہ ملے بول نہیں سکتے . . . . . . کسی کی شفاعت کے لئے لب کھول نہیں سکتے . . . . . . اس لئے جو اتنا مجبور ہو ، اتنا عاجز ہو ، وہ معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں ہے ۔ بلکہ اِلٰہ اور معبود وہ ہے جو کائنات کی ہر شئ کا مالک ہے ۔ جو احد ہے اور جبار ہے ، جو صمد اور قہار ہے ، جو مالک الملک ہے . . . . . . جو اتنا زور آور اور اتنے جاہ و جلال کا اور اتنی شان و شوکت کا مالک ہے کہ اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر مخلوقات میں سے کسی کو زبان کھولنے اور بولنے کی بھی جرأت اور سکت نہیں ہے ۔

روزِ محشر آواز آئیگی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم . . . . . لوگو ! بتاؤ آج کس کی بادشاہی ہے ؟ مسلمانو اور کافرو ، بولو ! آج کس کا اختیار ہے ؟ دوستو اور دشمنو ! بتاؤ آج کس کی حکومت ہے ؟ وقت کے نمرودو ، فرعونو ، شدادو ، قارونو . . . . . . دنیا میں تختِ حکومت پر بیٹھ کر ظلم کرنے والو ، اپنی مضبوط کرسی پر اکڑنے

والو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی حکومت پر اترانے والو ، بولو اور بتاؤ آج حکومت و بادشاہی کس کے پاس ہے ۔ ؟

قیامت کے روز یہ سوال ہو رہا ہے پوری کائنات سے ، جس میں انبیاء بھی ہوں گے ۔ ۔ ۔ اولیاء بھی ۔ ۔ ۔ جس میں فرشتے بھی ہونگے اور جنات بھی ۔ جس میں پیر فقیر ولی اور غنی سب ہوں گے ، حضرت حسینؓ ہونگے حضرت علیؓ ہوں گے ، حضرت فاطمہؓ ہوں گی ، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے ، اور پوچھا جائیگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔ بتاؤ آج کس کی بادشاہی ہے ؟ بتاؤ آج مالک و مختار کون ہے ، بتاؤ آج حاکم کون ہے ؟

پھر اللہ تعالےٰ کے اس سوال کا جواب کوئی دے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہرگز نہیں ، حالانکہ اس کا سیدھا سادھا اور صاف جواب یہ تھا کہ یا اللہ آج صرف اور صرف تیری بادشاہی ہے ۔ مگر یہ صحیح اور حقیقت پر مبنی جواب دینے کی طاقت اور سکت بھی کسی میں نہیں ہوگی ، نہ کوئی نبی بولے گا ، نہ کوئی ولی بولے گا ، نہ کوئی پیر بولے گا ، نہ کوئی فقیر بولے گا ، نہ کوئی فرشتہ جواب دے گا نہ کوئی جن ، نہ دیوی نہ دیوتا کسی کو جواب دینے کی سکت اور طاقت نہیں ہوگی سب کے لب بند ، زبان بند کوئی بھی نہیں بولتا حقیقت پر مبنی جواب بھی کوئی نہیں دیتا ، پورے میدانِ محشر میں مکمل خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر کچھ دیر کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کہ آج اللہ اکیلے اور زبردست کی بادشاہی ہے

شفاعت کی دو بڑی قسمیں ، ایک شفاعت برحق ، دوسری شفاعت کا تصور شرک

شفاعت کے مسئلے میں یہ بات ذہن نشین رکھیئے ۔ کہ قرآن مجید نے شفاعت کی

ایک قسم کی نفی اور تردید کی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ ۔۔۔۔۔۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ

اس طرح کی کئی اور آیات میں شفاعت کی نفی اور تردید فرمائی۔

اس سے مراد وہ شفاعت ہے جس کا تصور یہود و نصاریٰ کے ذہن میں تھا اور جس کے مشرکین بکہ قائل تھے۔۔۔۔۔۔۔ اور آج کا "مسلمان" کہلانے والا ایک طبقہ بھی اس قسم کی شفاعت کا تصور ذہن میں جمائے ہوئے ہے۔

یہود و نصاریٰ کا خیال یہ تھا کہ ہمارے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے ہیں، اور اتنے پیارے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا بیٹا بنالیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ قرآن کہتا ہے

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ

یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور عیسائیوں نے کہا کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا

عیسائیوں اور یہودیوں کا نظریہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبروں کو بیٹا بنالیا ہے۔

بیٹا ہونا اور بیٹا بنانا میں بہت فرق ہے

سامعین گرامی قدر! ایک ہے بیٹا ہونا۔۔۔۔ اور ایک ہے بیٹا بنا لینا۔۔۔۔ ان دونوں میں جو فرق ہے وہ واضح اور ظاہر ہے۔۔۔ یہود

ونصاریٰ کا یہ خیال نہیں تھا کہ اللہ نے شادی کی ہوگی پھر (معاذ اللہ) اس نے وظیفۂ زوجیت ادا کیا ہوگا۔ پھر اس کی بیوی حاملہ ہوگئی ہوگی۔ پھر حضرت عیسیٰؑ یا حضرت عزیرؑ پیدا ہوئے ہونگے۔ اور اس طرح وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔۔۔۔۔ بلکہ ان کا نظریہ خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبروں کو بیٹا لیا ہے وہ ان کو بیٹوں کی طرح چاہتا ہے۔ اور جس طرح باپ کچھ اختیار بیٹے کے حوالے کر دیتا ہے اسی طرح اللہ نے اپنے کچھ اختیارات حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ کے حوالے کر دئے ہیں۔ اور جس طرح باپ اپنے بیٹے کی خواہشات پوری کرتا ہے اور بیٹے کی بات رد نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی بات کو رد نہیں کرتا، وہ جو چاہتے ہیں منوا لیتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں اللہ سے کروا لیتے ہیں۔۔۔۔۔ جس طرح آج کا "مسلمان" کہلانے والا کہتا ہے۔ بلکہ اس نے اپنا عقیدہ بنا رکھا ہے کہ انبیاء اور اولیاء اللہ کے پیارے ہیں، اور اللہ اپنے پیاروں کی بات رد نہیں کرتا۔۔۔۔۔ اسی لئے یہ کہتا کہ ہم گنہگار اور عصیان کار ہیں اللہ ہماری نہیں سنتا (معاذ اللہ) اور ہمارے بزرگ اور پیر اللہ کے چہیتے اور محبوب ہیں، اللہ ان کی بات نہیں موڑتا، اس لئے ہماری ان کے آگے اور ان کی اللہ کے آگے۔

شفاعت کی اس قسم کا قرآن نے اور شریعت اسلامیہ نے انکار کیا ہے کہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ۔۔۔۔۔ کون ہے جو اس کے آگے زبان کھول سکے اور شفاعت کر سکے۔۔۔۔۔ شفاعت قہری یعنی ڈنڈے والی شفاعت کا تصور اسلام کا نہیں، بلکہ یہود و نصاریٰ کا نظریہ ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی کے بغیر اپنی بات منوا لینا، قرآن نے اس نظریہ کی جگہ جگہ تردید فرمائی ہے۔

حضرت سیدنا نوحؑ علیہ السلام اور عقیدۂ شفاعت:

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے محبوب پیغمبر ہیں انہوں نے اللہ کی توحید اور وحدانیت کے لئے ساڑھے نو سو سال مار کھائی، طعنے برداشت کئے. ظلم و ستم سہے، مصائب و تکالیف اٹھائیں، مگر شرک و کفر کے خلاف آواز اٹھانے اور توحید خداوندی کی دعوت سے باز نہیں۔۔۔۔۔ قوم کی ہٹ دھرمی جب حد سے تجاوز کر گئی تو عذاب الٰہی طوفان کی شکل میں نمودار ہوا، حضرت نوحؑ نے حکم خداوندی سے کشتی بنائی، اور چند مومنین کو کشتی میں بٹھا کر اس کے ملاح بن گئے۔۔۔۔۔ طوفان آیا پانی چھتوں سے پار ہونے لگا۔ مشرکین پانی کی موجوں میں غوطے کھانے لگے اپنا بیٹا بھی حضرت نوح کے نہیں مانا۔ حضرت نوحؑ نے دیکھا کہ بیٹا ڈوب رہا ہے اور آنکھوں کے سامنے ڈوب رہا ہے تو شفقت پدری کے تقاضوں کے تحت آواز لگائی۔

یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا اے میرے بیٹے آج بھی میری بات تسلیم کر لو، اور آؤ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ بچ جاؤ گے۔۔۔۔۔ بیٹے نے جواب میں کہا

سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ

میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، وہ پہاڑ مجھے پانی سے بچالیگا (مشرک تھا نا؟ اس مشکل اور مصیبت کے وقت میں بھی پہاڑ کو پناہ گاہ سمجھ لیا، پہاڑ کو بچانے والا سمجھا۔ اس گھڑی میں بھی اللہ رب العزت کی یاد نہ آئی۔ اور لطف کی بات یہ کہ جن پانچ بزرگوں (پنج تن) کو اپنا سب کچھ سمجھتا تھا۔ اس وقت وہ بھی یاد نہ آئے)

حضرت نوحؑ نے فرمایا

لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ بیٹا جسے تم سیلاب سمجھ رہے ہو یہ سیلاب نہیں مشرک قوم پر اللہ کا عذاب ہے۔ آج بچے گا صرف وہی جس پہ

میرا پروردگار اپنی رحمت کا سایہ کرے گا۔

ابھی باپ بیٹے کی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک موج دونوں کے درمیان اٹھی اور مشرک بیٹا پیغمبر باپ کی آنکھوں کے سامنے غرق ہو گیا۔

مسئلہ نکھر گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام چاہتے تھے کہ بیٹا بچ جائے۔ مگر وہ اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے۔ بیٹے کے غرق ہونے اور ہلاک ہونے کے بعد درخواست کی کہ یا اللہ میرا بیٹا میری آل تھا اور آپ کا وعدہ تھا کہ میری آل ہلاک نہیں ہوگی، اس کے جواب میں فرمایا کہ تمہارے بیٹے کے عقائد و اعمال بہتر نہیں تھے۔ اس لئے وہ تیری آل نہیں ...... آگے فرمایا

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۖ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ

اے نوحؑ جس بات کا آپ کو علم نہیں، اس کے بارے سوال نہ کیجئے میں نصیحت کرتا ہوں آپ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں سے۔

سامعین گرامی! ...... حضرت نوحؑ کے اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جبری شفاعت کا تصور اسلام میں نہیں ہے ...... کوئی بھی اللہ رب العزت سے اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اور اپنے دبدبہ اور شان و شوکت سے اپنی بات نہیں منوا سکتا۔ اگر کوئی زبردستی اپنی بات منوا سکتا ہوتا تو حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کو بچا لیتے اور وہ غرق نہ ہوتا، لیکن وہاں تو انہیں بیٹے کے بارے بات کرنے سے بھی روک دیا گیا۔

امام الانبیاءؐ اور ابوطالبؓ

ابوطالب کا جب آخری وقت آن پہنچا۔ اور سرورِ کونینؐ ان کے پاس پہنچے۔ اور فرمایا کہ چچا کلمۂ اسلام قبول کر لو کہ نجات اسی میں ہے ...... لوگوں کے ڈر سے نہیں پڑھنا چاہتے ہو تو میرے کان میں ہی پڑھ لو میں شفاعت کر کے تمہیں جنت میں

لے جاؤں گا۔ ابوطالب نے صاف انکار کر دیا اور آنحضورؐ روتے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے۔ اتنے میں ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے آپ کو اطلاع دی کہ

إِنَّ عَمَّكَ الضَّالَّ الشَّيْخَ قَدْ مَاتَ

یا رسول اللہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا (معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ بھی اپنے والد ابوطالب کو گمراہ سمجھتے تھے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ابوطالب نے کلمۂ اسلام تو نہیں پڑھا لیکن اگر میں اس کے لئے دعاء مغفرت کر دوں تو ہو سکتا ہے اللہ رب العزت اسے معاف فرما دے۔

ابھی یہ خیال دل میں تھا کہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى.

کسی نبی کے لئے اور کسی ایمان والے کے لئے یہ مناسب اور لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں۔ اگرچہ وہ مشرک ان کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

سامعین گرامی قدر! اس آیت کریمہ سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ آنحضرتؐ کو اپنے چچا کے لئے دعا مغفرت مانگنے سے منع کر دیا گیا۔ لب ہلانے سے روک دیا گیا کہ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ! کون ہے جو پروردگار عالم کے سامنے سفارش و شفاعت کے لئے زبان کھول سکے، اپنی بات منوا سکے، کسی بگڑے ہوئے کو چھڑا سکے، اگر کسی کو یہ اختیار حاصل ہوتا تو اس کائنات کی روح اور نچوڑ حضرت محمد رسول اللہ اپنے چچا ابوطالب کو سفارش و شفاعت

کر کے بخشوا لیتے اور اللہ تعالٰے سے اپنی بات منوا لیتے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مشرک اتنا بڑا مجرم اور باغی ہے کہ وہ قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہو اگر اُس کی موت شرک پر واقع ہوئی تو اہل ایمان کو ان کا جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا اور اُن کے لئے دعا مغفرت کرنے سے منع کر دیا گیا۔

عبداللہ بن ابی کے حق میں آنحضورؐ کی شفاعت قبول نہ ہوئی

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے بیٹے حضرت عبداللہ صحابیٔ رسولؐ تھے۔ ...... اُن کے باپ کا آخری وقت آن پہنچا تو آنحضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آنجنابؐ اپنی لعاب دہن عنایت فرمائیں تاکہ میں اُسے اپنے باپ کے منہ میں رکھ دوں۔ ..... اپنا کرتہ مبارک عنایت فرمائیں۔ تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفنا سکوں.. ..... اور یہ میری درخواست ہے کہ اس کا نماز جنازہ بھی آپ پڑھائیں۔ آں حضورؐ نے اپنی لعاب دہن عنایت فرمائی، اپنا کرتہ اس کے کفن کے لئے بخشا اور جنازہ پڑھانے کے لئے تیار ہو گئے، ایک روایت میں آتا ہے کہ نماز جنازہ پڑھا دیا۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جنازہ سے پہلے یہ آیات اتریں..

لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ اُن کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ اور ان کی قبر پر بھی کھڑے نہ ہوں۔

ایک اور مقام پر فرمایا

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

اے میرے پیغمبر آپ ان منافقین کے لئے مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں ان کے حق میں برابر ہے۔ اللہ تعالٰی ہرگز انہیں معاف نہیں کریگا۔

سامعین گرامی قدر! ان آیات نے مسئلہ کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ کہ جبری شفاعت کا تصور اسلام میں نہیں ہے، کسی نبی، کسی ولی، کسی پیر، کسی پیغمبر اور کسی فرشتے کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی سے جبری شفاعت کے ذریعے کچھ منوا لے یا کسی کو بخشوا لے۔ حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے۔ اور نہ بخشوا سکے، حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کو نہ ہدایت پر لا سکے اور نہ بخشوا سکے، بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کی حالت زار دیکھ کر شفاعت کا ارادہ کریں گے تو دعا مغفرت کرنے سے روک دیا جائے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو رسوائی سے بچانے کے لئے ان کے والد آزر کو بجو کی صورت میں تبدیل کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ تاکہ کوئی پہچان نہ سکے کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کا والد ہے۔ اسی طرح حضرت لوطؑ اپنی بیوی کو نہ بچا سکے نہ بخشوا سکے۔

پوری دنیا سے افضل و اعلیٰ، اجمل و اکمل، احسن و اشرف ہستی اور ذات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ مگر وہ بھی بسیار کوشش کے باوجود اپنے چچا کو راہ راست پہ نہ لا سکے اور نہ ان کو بخشوا سکے۔ . . . عبداللہ بن ابی کو دبخشوا سکے۔ .

اللہ تعالٰی نے مسئلہ سمجھایا کہ لوگو! شفاعت کا جو تصور یہود و نصاریٰ کے دل و دماغ میں ہے کہ ہمارے پیغمبر اللہ کے بیٹوں کی طرح ہیں اور اللہ ان کی کسی بات کو رد نہیں کرتا، اور شفاعت کا جو تصور مشرکین عرب کے ذہن میں ہے کہ فرشتے اللہ تعالٰی کی بیٹیوں کی طرح ہیں۔ اور جس طرح باپ اپنی بیٹی کی ہر خواہش کا احترام کرتا ہے اور اس کی بات مانتا ہے اسی طرح اللہ تعالٰی بھی فرشتوں کی بات کو رد نہیں کرتا

وہ اللہ سے بات منوا لیتے ہیں۔

اسی طرح شفاعت کا جو تصور مشرکین عجم کے ذہن میں ہے کہ ہمارے بزرگ اللہ کے پیارے ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنے پیاروں کی بات کو رد نہیں کرتا ۔ ۔ ۔ بس تم سال بہ سال عُرس کراؤ وہاں حاضری دو ، دیگیں پکاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میلاد کا جلوس نکالو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ماہ بہ ماہ گیارہویں ضرور دو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ڈر کس کا ؟ واہ پھر جنت کے دروازے پر روکنے والا کون ؟ بڑی اُونچی سرکار کا لڑ (دامن) تھام رکھا ہے وہ ہمیں چھڑا کر لے جائیں گے وہ ہمیں بخشوا لیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ رب العزت نے مسئلہ سمجھایا کہ شفاعت کا تصور ، اس پہ جبری اور ڈنڈے والی شفاعت کا تصور بھی میرے دربار میں نہیں ، میرے دربار میں کسی کو بات کرنے کی اجازت نہیں ، لب کھولنے کی اجازت نہیں ، مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ، یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس دن میرے دربار میں کوئی دم مارنے کی جرأت نہ ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لوگو سُن لو اور دل کی تختی پر لکھ لو کہ جو اتنے عاجز ہوں کہ میری اجازت کے بغیر بول نہ سکیں جو اتنے مجبور ہوں کہ میری اجازت کے بغیر لب نہ کھول سکیں ، وہ معبود بننے کے لائق نہیں ، بلکہ معبود اور الٰہ وہ ہے جو تمام طاقتوں کا مالک ہے ، اور کُلی اختیارات جس کے پاس ہیں۔

اسلام کا تصور شفاعت

شفاعت کا تصور یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ذہنوں میں تھا اور ہے ۔ قرآن اس کی تردید اور نفی کرتا ہے ۔ اور اسلام جس شفاعت کا قائل ہے ۔ قرآن اُسے بیان کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن جس شفاعت کا قائل ہے ۔ اس کے لئے اِذنِ الٰہی شرط ہے ۔ یعنی اللہ کے بندے اللہ کی بارگاہ میں اللہ کی اجازت کے بعد شفاعت کریں گے ۔ ۔

قرآن نے جس جس مقام پر جبری اور قہری شفاعت کی تردید اور نفی کی ہے وہاں باذن اللہ شفاعت کو ثابت کیا ہے۔ فرمایا

مَن يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرۃ) . . يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (طٰہٰ) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (سبا) مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ (یونس) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (نبا) لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (مریم) يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (ھود)

ان تمام آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ شفاعت تو ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اذن سے۔ . . . . فرشتے اور انبیاء اس وقت بولیں گے جب اللہ شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔ . . . . . . انبیاء کرام شفاعت کریں گے۔ . . . . . شہداء شفاعت کریں گے۔ . . . . علماء شفاعت کریں گے۔ . . . . . . ہم علماء دیوبند اہل سنت وجماعت کا مسلک وعقیدہ ہے کہ معصوم بچے شفاعت کریں گے۔ حافظ قرآن شفاعت کریگا۔ . . فرشتے شفاعت کریں گے۔ اور سب سے بڑی اور اعلیٰ شفاعت کا مقام و مرتبہ پیارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔

امام الانبیاءؑ کی شفاعت کبریٰ

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کا ایک دن نہ کوئی سایہ، نہ کوئی ملجا نہ کوئی ماویٰ، نہ پانی نہ کھانا۔ گھبراہٹ اور خوف و ہراس سے برا حال۔ . . . . . سورج سوا نیزے کے برابر، اور زمین تانبے کی، لوگ ننگے بدن ننگے پاؤں اور ننگے سر ہونگے۔ . . . . . لوگ اپنے جسم میں سے نکلنے

والے پسینے میں ڈوبے ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ ہر انسان اس سوچ اور اس فکر میں گمن کہ آج میرے ساتھ خدا معلوم کیا بنے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ساری خلقت میدانِ محشر میں حساب وکتاب کے انتظار میں پریشان، مگر ابھی حساب وکتاب شروع نہیں ہو رہا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لوگ سوچیں گے کہ حساب وکتاب شروع ہوتا تو اس تکلیف اور مصیبت سے نجات ملتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ساری خلقت حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں حاضر ہو گی اور عرض کرے گی، کہ آپ ابو البشر ہیں، آپ مسجودِ ملائکہ ہیں آپ اللہ کے سامنے اس بات کی شفاعت کر دیں کہ حساب وکتاب شروع فرمایا جائے، بس اتنی سی بات کہہ دیں، نہ کسی کو بخشوانا، نہ کسی کو عذاب سے چھڑانا بلکہ صرف حساب وکتاب کے شروع کرنے کی شفاعت کرنی ہے۔

حضرت آدمؑ کہیں گے لَسْتُ لَهَا، لَسْتُ لَهَا یہ میری پوزیشن اور یہ میری جرأت نہیں، تم حضرت نوحؑ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو۔ ۔ ۔ ۔ اگر میں اللہ سے حساب وکتاب کے شروع کرنے کے بارے کہوں، اور فرمائے کہ دوسروں کا حساب تو بعد میں کرینگے پہلے تم بتاؤ! کہ میں نے تمہیں جو منع کیا تھا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا تم نے اس کا پھل کیوں کھایا؟ اس لئے میں ڈرتا ہوں، تم کسی اور کے ہاں جاؤ۔ ۔ ۔

مخلوقِ خدا بھاگتی بھاگتی حضرت نوحؑ کے ہاں حاضر ہو گی اور کہیگی کہ آپ اللہ سے ہماری سفارش کر دیں کہ حساب کتاب شروع کیا جائے تاکہ میدانِ محشر کے اس عذاب سے چھٹکارا مل جائے، حضرت نوحؑ فرمائیں گے لَسْتُ لَهَا لَسْتُ لَهَا میں اِس کے قابل نہیں ہوں، اگر میں اللہ سے بات کروں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھ لے کہ باوجود منع کرنے کے تم نے اپنے مشرک بیٹے کے حق میں شفاعت کیوں کی تھی؟ تو میرے پاس کیا جواب ہے، میں تو ڈرتا ہوں،

تم کسی اور کے ہاں جاؤ۔ . . . . . مخلوق اسی طرح باری باری تمام انبیاء کرام کے ہاں آئے گی مگر ہر نبی اور ہر پیغمبر عذر کرے گا اور کہیگا لَسْتُ لَهَا، لَسْتُ لَهَا، میری یہ پوزیشن نہیں تم کسی اور کے ہاں جاؤ۔ (مَیں کہتا ہوں کہ آج کا مشرک و بدعتی پیر اور ملاں کہتا ہے کہ ہمارے بزرگ اور ہمارے پیر بڑی پہنچی ہوئی سرکار ہیں، وہ قیامت کے دن ہمیں چھڑا کر لے جائیں گے۔ اللہ ان کی بات نہیں موڑتا، وہ اللہ سے منوا لیتے ہیں۔ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ اور قرآن و سنت کا منہ چڑاتا ہے۔ اللہ کا دربار وہ شاہی دربار ہے کہ اللہ کے محبوب ترین اور پسندیدہ ترین : . . . . . انبیاء کرام بھی وہاں بول نہیں سکتے، وہ لب کھول نہیں سکتے کسی کو بخشوانا تو بہت دور کی بات ہے، وہ اتنی بات بھی کہنے کی سکت اور ہمت نہیں رکھتے کہ یا اللہ حساب و کتاب شروع فرما دیجئے)

مخلوق خدا امام الانبیاء، سرور کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوگی اور عرض کرے گی کہ آپ اللہ تعالٰے کے دربار عالیہ میں شفاعت فرمائیں کہ حساب و کتاب شروع کر کے ہمیں میدانِ محشر کی اس مصیبت سے نجات عطا فرمائی جائے۔ . . . . . رحمتِ کائنات ان کے جواب میں فرمائیں گے اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا ہاں یہ میری پوزیشن ہے۔ . . . . . ہاں یہ میرا مقام ہے۔ پھر آپ عرشِ الٰہی کے پائے کو پکڑ لیں گے لیکن کوئی بات نہیں کریں گے۔ پھر سر سجدے میں رکھ کر مسلسل کئی دن تک اللہ تعالٰے کی حمد و ثنا اور توصیف و تعریف کرینگے۔ آپ نے خود فرمایا میں وہاں جو حمد و ثنا کروں گا ایسی حمد و ثنا آج تک کسی نے نہیں کی ہوگی۔ اور یہ حمد و ثنا اللہ تعالٰے اسی وقت میرے ذہن میں ڈالیگا۔ اب مجھے کوئی علم نہیں کہ مَیں نے کیا کہنا ہے (جو عالم الغیب ہوتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہوتی، لیکن آنحضورؐ فرما رہے ہیں حمد کے وہ کلمات مَیں اس وقت

نہیں جانتا۔ معلوم ہوتا ہے آنحضورؐ عالم الغیب نہیں، عالم الغیب صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے)

سربسجود ہو کر اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کریں گے، مگر شفاعت کا ایک جملہ بھی ابھی تک زبان پہ نہیں آیا کیونکہ ابھی شفاعت کی اجازت نہیں ملی اور جب تک شفاعت کا اذن نہ ملے کوئی بھی شفاعت کے لئے زبان نہیں کھول سکتا، آخر کار اللہ رب العزت فرمائیں گے۔

اِرْفَعْ رَاْسَكَ يَا مُحَمَّد۔۔۔۔ اے میرے پیارے پیغمبر اپنا سر سجدے سے اٹھائیے، مَا يُبْكِيكَ يَا مُحَمَّد۔۔۔۔۔ میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں روتے ہو۔۔۔۔۔۔۔ سَلْ تُعْطَ میرے پیارے پیغمبر اتنا طویل سجدہ اتنی لمبی حمد و ثنا میری اتنی تعریف و توصیف، آج مجھ سے مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ قُلْ تُسْمَع آپ کہیں آپ کی بات سُنی جائے گی۔۔۔ وَاشْفَعْ تُشَفَّع ۔۔۔ آپ شفاعت کریں، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

شفاعت کی اجازت مل جانے کے بعد آپ پوری مخلوق کے لئے شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت قبول کر کے حساب و کتاب شروع کر دیا جائے گا۔ اس طرح اس شفاعت کا فائدہ پوری کائنات کو پہنچے گا اسی لئے اس شفاعت کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں۔

شفاعت صرف موحدین کے لئے ہوگی

سامعین گرامی قدر! اسلام جس شفاعت کو برحق قرار دیتا ہے اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ شفاعت اس وقت ہوگی جب اللہ تعالےٰ اجازت دے گا، اور یہ گنہگاروں کے لئے ہوگی، جنہوں نے عملی زندگی میں کوتاہی کی، لیکن زندگی میں کبھی اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔۔۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شفاعت کیلئے

ایمان شرط ہے جو شخص توحید پر کاربند ہے اور شرک سے دُور ہے وہی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ . . . . . لیکن جس شخص کی عملی زندگی شرک سے آلودہ ہے۔ .
. . . . جو شخص مصائب و مشکلات میں انبیاء و اولیاء کو پکارتا ہے . . . . . .
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھتا ہے . . . . . .
قبروں پر سجدے کرتا اور یا علی مدد کے نعرے لگاتا ہے ایسا شخص شفاعت سے محروم ہوگا۔ . . . . . مشرک کے لئے اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی اجازت نہیں دیں گے . . . . . . یاد رکھئے شفاعت صرف اور صرف ان گنہگار لوگوں کیلئے ہوگی جو دنیا میں توحید پر کاربند تھے اور جو شرک سے ہمیشہ دُور بھاگتے رہے۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِہٖ وَنَفْسِہٖ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہوگا۔ جس نے خالص دل سے کلمۂ توحید کا اقرار کیا ہو۔ .

حاضرینِ گرامی قدر! حدیث کے الفاظ پر ایک مرتبہ پھر غور فرمائیے . . . . .
اس طرح نہیں فرمایا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا ہو اس لئے کہ صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، پڑھنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ فرمایا خالص دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا ہو . . . . .
. . . وہ الٰہ کے مفہوم کو سمجھتا ہو، وہ کلمے کے مطالب سے آگاہ ہو۔ اس طرح نہیں کہ زبان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ . . . اور سجدے غیر اللہ کے سامنے . . .
. . . اس طرح نہیں کہ زبان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور یا علی مدد، یا پیر مدد اور یا رسول اللہ مدد کے نعرے . . . . . . اس طرح نہیں کہ زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار اور نذر و نیاز غیر اللہ کے نام پر بھی . . . . اس طرح نہیں کہ

زبان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور طواف قبروں مزاروں کے بھی . . . . بلکہ شفاعت کا حقدار وہ شخص ہوگا جس نے صدقِ دل سے کلمہ پڑھا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے توحید پر کاربند رہا

مُشرک کے لئے شفاعت نہیں ہوگی

امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور اللہ کا پیغام دیا کہ آپ دو باتوں میں سے ایک بات کو پسند کریں . . . . یا تو یہ بات پسند کرلیں کہ آپ کی نصف امت کو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے ___________

یا پھر یہ بات پسند کرلیں کہ آپ کو قیامت کے دن شفاعت کا اختیار دیا جائے . . . . . . نبی اکرم نے فرمایا فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ میں نے شفاعت کو اختیار کیا . . . . وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا .
(ترمذی۔ مشکوۃ)

میری شفاعت اس شخص کے لئے ہوگی جو اس حال میں مرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے ایک ایسی دعا ہے جو لازماً قبول کی جاتی ہے ۔ اور ہر نبی نے اس دعا کے لئے دنیا میں جلدی کی ہے ۔ اور اسی دنیا میں اپنا وہ حق استعمال کرلیا ہے . . . . . . لیکن میں نے اپنا حق قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر رکھا ہے ۔

فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ (مسلم)

میری یہ شفاعت کی دعا ہر اس شخص کے لئے فائدہ مند ہوگی۔ جو میری امت میں اس حالت میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

ان دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ آنحضورؐ شفاعت فرمائیں گے مگر اس کا فائدہ اور نفع وہ لوگ اٹھائیں گے جو اپنے دامن کو شرک کی گندگی سے بچاتے رہے۔۔۔۔

۔۔۔۔ مشرک کے لئے شفاعت نہیں ہوگی۔۔۔ کوئی نبی اور کوئی بزرگ ان کا ساتھ نہیں دے گا۔ بلکہ یہ لوگ مشرکین کے دشمن بن جائیں گے۔

شفاعت کون کون کریں گے

آپ سن چکے ہیں کہ امام الانبیاء شفاعت کبریٰ فرمائیں گے جو پوری مخلوق کے لئے ہوگی۔ پھر آپ اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے شفاعت کریں گے جو شرک سے بچتے رہے۔۔۔۔۔ آئیے اب یہ بھی سماعت فرمائیے کہ کن لوگوں کے لئے آنحضورؐ کی شفاعت واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو تم وہی کلمات دہراتے رہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو، اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالٰی اس شخص پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر اذان کے بعد اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو۔ پس وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ مقام مجھے ملے گا۔ جس شخص نے میرے لئے وہ مقام (وسیلہ) اللہ سے مانگا میری شفاعت اس پر واجب ہوگئی (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ

التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری، مشکوٰۃ)

جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھتا ہے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ . . . . وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ . . . . اس شخص کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہوگئی

سامعین گرامی ! اس روایت سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ اذان کے بعد جو دعا احادیث میں وارد ہے اس کے الفاظ اتنے ہی ہیں جو آپ نے سن لئے . . . . باقی جو الفاظ نماز کی کتابوں میں عموماً پائے جاتے ہیں وہ اپنی طرف سے لوگوں نے درج کر دیئے ہیں، احادیث میں ان کا کوئی ذکر نہیں ۔ دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ " وسیلہ " جنت میں ایک بلند ترین منزل اور مقام کا نام ہے جو کائنات میں صرف ایک شخص کو ملے گا . . . . . . ہمارے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وہ خوش نصیب میں ہی ہوں گا ۔ ایک امتی اپنے نبی کے لئے رب کے دربار میں سوال کرتا ہے اور دعا مانگتا ہے . . . . . . جو شخص اپنے نبیؐ کے لئے یہ دعا مانگتا ہے اُس کے لئے آپ کی شفاعت واجب ہوگئی۔

انبیاءؑ، شہداءؒ اور علماءؒ کی شفاعت

حضرت عثمان ذوالنورینؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلَاثَةٌ، اَلْاَنْبِيَآءُ ثُمَّ الْعُلَمَآءُ ثُمَّ الشُّهَدَآءُ

(ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ)

تین قسم کے لوگ قیامت کے دن شفاعت کریں گے ، انبیار ، علمار اور شہدار . . . . . ابو داؤد کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ شہید اپنے گھرانہ کے ستر آدمیوں کے لئے شفاعت کرے گا۔

حافظِ قرآن کی شفاعت

خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی راوی ہیں کہ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِیْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ کُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ۔ (مسند احمد، ترمذی)

جس شخص نے قرآن کو پڑھا پھر اُسے حفظ کیا پھر قرآن کے حلال کو حلال جانا اور قرآن کے حرام کو حرام سمجھا، اللہ تعالےٰ اس حافظِ قرآن کو جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا۔ اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہے۔

عام مومنین کی شفاعت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ مَیِّتٍ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَبْلُغُوْنَ مِائَةً کُلُّهُمْ یَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِیْهِ (مسلم)

کوئی میت (مسلمان) ایسی نہیں کہ جس پر سو مسلمان جنازے کی نماز پڑھ لیں اور اس کی مغفرت کی شفاعت کریں مگر ان کی شفاعت قبول کیجائے گی۔

معصوم بچوں کی شفاعت

احادیث میں آتا ہے کہ جس ماں باپ کے بچے حالت معصومیت میں مر گئے ان بچوں کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ اور پھر یہ بچے دوزخ کے آگے آڑ بن کر کھڑے ہو جائیں گے اور فرشتوں سے جھگڑا کریں گے کہ ہم اپنے ماں باپ کو دوزخ میں جاتا نہیں دیکھ سکتے۔ انہیں جنت میں لے جاؤ۔ . . . . فرشتے یہ معاملہ اللہ کے دربار میں پیش کریں گے . . . . .
اللہ تعالٰے بچوں کو اپنے دربار میں طلب فرمائیں گے۔ اور فرمائیں گے تمہارے ماں باپ نے دنیا میں ایسے گناہ اور جرم کئے تھے جن کی پاداش میں انہیں دوزخ کی سزا ملی ہے تم ان کا راستہ نہ روکو۔ . . . . بچے جواب میں کہیں گے نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے۔ اور نہ ہمیں معلوم ہے کہ جرم کس شئی کا نام ہے۔ ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ ہم اپنے والدین کے ساتھ رہیں گے۔ یا تو انہیں ہمارے ساتھ جنت میں بھیج دو۔ یا پھر ہمیں بھی ان کے ساتھ دوزخ میں ڈال دو۔ اب معصوم بچوں کو تو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اور بچے ضد کریں گے اب بچوں کی ضد وہ کسی کی سنتے ہی نہیں . . . . . . آخر اللہ تعالٰے بچوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے اور کہیں گے اے جھگڑالو بچو! جاؤ اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔

سامعینِ گرامی قدر! میں نے آپ کے سامنے قرآن و احادیث کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ میدانِ محشر میں حافظِ قرآن اپنے گھر کے دس آدمیوں کے حق میں شفاعت کرے گا۔ شہید اپنے گھر کے ستر افراد کے حق میں شفاعت کرے گا۔ عام مومنین جو کسی شخص کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں یہ دعا بھی میت کے حق شفاعت ہوتی ہے۔ علماء کرام کو شفاعت کا حق

دیا جائے گا۔ انبیاء کرام بھی شفاعت فرمائیں گے۔ اور سب سے بڑی شفاعت امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ لیکن یہ تمام لوگ شفاعت اس وقت کریں گے جب انہیں اللہ رب العزت کی طرف سے اجازت اور اذن ملے گا۔ اور شفاعت بھی ان گنہگار موحدین کے لئے ہوگی جن کی زندگی شرک کی آلودگیوں سے پاک رہی ہوگی۔...... کسی مشرک کے لئے شفاعت کی اللہ اجازت نہ دے گا۔ لیکن شفاعت کا جو تصور آج کے مشرک عوام کے ذہن میں ہے یعنی جبری شفاعت کہ اللہ ہمارے بزرگوں کی بات کو رد نہیں کرتا اور ان کی شفاعت ضرور بالضرور قبول ہوتی ہے۔ یہ تصور اسلام کا نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کا ہے۔ بلکہ یہ مشرکین عرب سے دو قدم آگے ہیں۔........ ایمان و اعمال صالحہ سے خالی دامن دوسروں پہ تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔........ ان کے مولوی اور نام نہاد پیران کو سکھاتے ہیں کہ تم فلاں کی نذر مان لو، فلاں کی نیاز دو، حضرت تمہیں بخشوا دیں گے۔ تم پیران پیر کی گیارہویں ضرور دو، وہ قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں مچل جائیں گے پھر کسی کی کیا مجال کہ تمہارا بال بھی بیکا کر سکے...... بزرگ جس بات پر اڑ جائیں گے منوا کے چھوڑیں گے وہ اللہ کے پیارے اور محبوب ہیں اور بھلا اللہ اپنے پیاروں کی بات کیوں نہیں مانے گا؟ یہ بزرگ بڑے زور آور ہیں پھر اللہ کے چہیتے ہیں جو کام چاہیں گے اللہ تعالیٰ سے کروالیں گے۔

علماء سوء اور جھوٹے پیروں نے اپنے مشرکانہ عقائد و نظریات کی تاویل لوگوں کو یہ سکھائی ہے کہ انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کو ہم بذات خود معبود اور مشکل کشا نہیں سمجھتے، بلکہ یہ اللہ کے پیارے اور محبوب ہیں ہم تو انہیں اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔ اور انہیں راضی رکھنے کے لئے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں... یہی

عقیدہ مشرکینِ عرب کا تھا۔ جب وہ کہتے تھے۔ هٰؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ۔
یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے ہاں، اللہ ہماری سنتا نہیں، اور ان کی بات
موڑتا نہیں۔ اس لئے ہماری ان کے آگے اور ان کی اللہ کے آگے۔

قرآن وحدیث نے اس طرح کے نظریۂ شفاعت کی پُرزور تردید اور نفی
کی ہے۔ اور اذنِ الٰہی کے بعد شفاعت کو بیان کیا ہے فرمایا

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

کون ہے جو اللہ کے آگے شفاعت وسفارش کے لئے زبان کھول سکے۔ ہاں
اللہ کی اجازت واذن کے بعد شفاعت ہوگی۔ . . . . اللہ تعالٰی نے
دلیل کا یہ انداز اپنا کر اپنے دعویٰ " اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ کو واضح اور ثابت
کیا ہے کہ لوگو! جن کو تم معبود اور الٰہ مانتے ہو، جن کو تم مشکل کشا اور غریب نواز
کہتے ہو، جن کو تم حاجت روا اور لجپال سمجھتے ہو، جن کو تم داتا، گنج بخش، دستگیر
اور غوث اعظم کہتے ہو، جن کے نام کی نیازیں تم دیتے ہو، نذریں چڑھاتے ہو، اور
منتیں مانتے ہو، جن کے بارے تم کہتے ہو کہ یہ بڑے بھرنی اور کرنی والے ہیں یہ
کھوٹی قسمتیں کھری کر دیتے ہیں، جن کو تم غائبانہ پکارتے ہو وہ اتنے عاجز اور
بے بس ہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر لب نہیں کھول سکتے۔ اس لئے وہ الٰہ اور
معبود بننے کے لائق نہیں۔ بلکہ الٰہ اور معبود صرف اور صرف وہ ہے جو تمام طاقتوں
اور قوتوں کا مالک ہے اور جو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پندرہویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین گرامی ! اللہ رب العزت نے اپنے عظیم الشان دعویٰ "اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" کہ اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا کوئی غائبانہ پکاریں سننے والا نہیں، اللہ کے سوا کوئی سجدوں کے لائق نہیں، اللہ کے سوا کوئی نذر و نیاز کا مستحق نہیں، ——— آیۃ الکرسی کی ابتداء میں کئے گئے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے پانچویں دلیل دی ہے۔ "یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ" ——— کہ جو کچھ مخلوق کے آگے ہے یعنی دنیا اور جو کچھ مخلوق کے پیچھے ہے۔ یعنی آخرت سب کا کلی اور محیط علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔ . . . . . . جو کچھ مخلوق سے پہلے ہے یعنی علم ماکان . . . . اور جو کچھ مخلوق کے پیچھے ہے یعنی علم مایکون یہ سب اللہ کا خاصہ ہے۔

. . . . کائنات کے ذرے ذرے کا کلی علم اسی کے پاس ہے۔ . . . . .

ماضی، حال اور مستقبل کے حالات وہی جانتا ہے۔ دنیا و آخرت کے مکمل حالات و واقعات صرف وہی جانتا ہے۔ زمین و آسمان اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ سب کا علم صرف خداوند قدوس کے پاس ہے۔ آسمان کا علم، آسمان سے اوپر والی اشیاء کا علم، عرش و کرسی، جنت و دوزخ، ملائکہ و جنات

کے حالات کا جاننا، صرف اسی کی صفت ہے۔ . . . . . ہاں ہاں لوگو! مَیں ہی جانتا ہوں آسمانوں کی وسعت کتنی ہے اور اُن کی بلندی کتنی ہے۔ مَیں ہی جانتا ہوں جنت کے طول و عرض کو، مَیں ہی جانتا ہوں جنت کے انعام و اکرام کو۔ ہاں مَیں ہی جانتا ہوں کہ آسمانِ دنیا پر ستاروں کی تعداد کتنی ہے، اور کس تارے کی روشنی کتنی اور کتنے وقت کے لئے ہے، مَیں ہی جانتا ہوں سورج و چاند کے مکمل نظام کو۔ آسمان اور آسمان سے ماورا، کی کوئی چیز بھی میرے علم سے باہر نہیں ہے۔

صرف آسمان کی بات نہیں زمین کی پستیوں کا علم بھی میرے ہی پاس ہے، مَیں ہی جانتا ہوں کہ زمین کی وسعت کہاں تک ہے۔ اور ماتحت الثریٰ میں کیا ہے، ہاں مَیں ہی جانتا ہوں کہ زمین کے سینے میں کتنے انسان دفن ہیں اور اس میں کتنے خزینے ہیں۔ میرے علم میں ہے کہ ہم نے حرکت کرنے والی زمین پر پہاڑوں کی کتنی میخیں ٹھونکیں ہیں۔ کتنے سمندر اور کتنے دریا رواں دواں ہیں، زمین کی دھرتی پر کتنے جاندار زندگی بسر کر رہے ہیں اور کتنے درخت لہلہا رہے ہیں، کتنے پھول اور کتنے گلشن مہک رہے ہیں، اور کتنے پرندے چہک رہے ہیں. . . . .

غرضیکہ زمین و آسمان . . . . . . دنیا و آخرت، . . . مَاتَحْتَ الثَّرٰی . . . اور سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی . . . ازازل تا ابد کائنات کا کوئی حقیر ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں . . . . . دنیا و آخرت کی کسی چیز کا کوئی حصہ بھی اس کے علم محیط سے پوشیدہ، اوجھل اور مخفی نہیں ہے . . . . . . وہ غیب اور شہود کو برابر جانتا ہے وہ اندھیرے اور اجالے میں برابر دیکھتا ہے، کوئی تاریکی، کوئی حجاب اور کوئی مانع اس کے علم کو کسی طرح بھی ناقص نہیں کر سکتا . . . . . کائنات کی حقیر سے حقیر، معمولی سے معمولی اور صغیر سے صغیر تر شئی بھی اس کے علم سے بھی باہر نہیں

ہے ۔۔۔۔ سورج کی شعاعوں کا ایک حقیر ذرہ جو دروازوں اور کھڑکیوں کے باریک سوراخوں سے اندر آجاتا ہے اس ذرہ کی حقیقت و ماہیت کو بھی اللہ رب العزت جانتا ہے کہ یہ ذرہ ناچیز کہاں سے آیا کس وقت آیا کس طرح آیا اور اب یہ کہاں جائے گا، ہوا اسے اڑا کر کہاں پھینکے گی، کس سمندر میں جا کر ڈال دے گی، پھر یہ کتنی مدت سمندر میں رہے گا، کتنی مدت پانی کی سطح پر تیرتا رہے گا، پھر سمندر کہاں اور کب اسے نکال باہر پھینکے گا، اور پھر اس کا انجام کیا ہوگا۔ اس شعاع کے معمولی ذرہ تک کا علم محیط اور علم کلی بھی وہی رکھتا ہے، یہ ذرہ ناچیز بھی اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

اللہ رب العزت نے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یعنی اپنی اُلوہیت و ربوبیت اور معبودیت کے اثبات کے لئے اپنی صفت علم غیب کو بطور دلیل پیش کیا ہے، کہ جس کو پکارا جائے اور جس سے مدد مانگی جائے ضروری ہے کہ وہ تیرے حالات سے واقف اور باخبر ہو، اگر وہ تیرے حالات کو جانتا ہی نہیں، اگر وہ تیرے حالات سے واقف ہی نہیں ہے تو پھر اسے پکارنا احمقانہ فعل ہوگا ــــــــــ جو لوگ اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء کو اپنی حاجات میں پکارتے اور ان سے امداد طلب کرتے ہیں، انہیں اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں ان لوگوں کا عقیدہ ہوتا ہے کہ جن کو ہم پکار رہے ہیں وہ عالم الغیب ہیں، وہ ہمارے حالات سے واقف ہیں اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہو تو پھر وہ انہیں کبھی نہ پکاریں ــــــــــ اس لئے ایک داعی توحید اور مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے لوگوں کے دل و دماغ میں اس عقیدے کو راسخ کرے کہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہے اس کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے، جب اس عقیدے کو لوگوں کے ذہن نشین کریں تو اب انہیں سمجھائیں کہ غائبانہ پکار کے لائق تو وہی ہو سکتا ہے جو عالم الغیب ہو،

نذر و نیاز کا مستحق وہ ہو سکتا ہے جو عالم الغیب ہو، سجدے اور رکوع کے لائق وہی ہے جو عالم الغیب ہو ——— جب عالم الغیب اللہ کے سوا کوئی نہیں تو پھر غائبانہ پکار، نذر و نیاز اور سجدوں کے لائق بھی اس کے سوا کوئی نہیں،

آیت الکرسی میں " یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ " فرما کر یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ معبود و مسجود کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم الغیب ہو، اور عالم الغیب ہونا صفت خداوندی ہے.

قرآن مقدس میں اللہ رب العزت نے جگہ جگہ اپنی اس صفت کا تذکرہ فرمایا ہے

پہلی دلیل کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور اُسی اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے غیب کے اُن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا . . . . کچھ مفسرین نے مَفَاتِحُ کو جمع مِفْتَحٌ (بکسر المیم) کی قرار دیا ہے، اور معنیٰ و مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ اللہ ہی کے پاس ہیں تمام مخفی اشیاء کی کنجیاں، ان کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا،

اور بعض مفسرین نے مَفَاتِحُ کو مَفْتَحٌ (بفتح المیم) کی جمع کہا ہے، اور اس اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بس اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کے خزانے، اللہ کے علاوہ ان خزانوں کو کوئی بھی جانتا، یَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ . . . . جو کچھ خشکیوں میں ہے اسے بھی اللہ ہی جانتا ہے، اور جو کچھ سمندروں میں ہے اُسے

بھی اللہ ہی جانتا ہے۔

خشکیوں میں کیا ہے ؟ جنگلات ہیں۔ ۔ ۔ سر بفلک پہاڑ ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اَن گنت درخت ہیں۔ ۔ ۔ بے شمار پتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ریت کے ذرے ہیں۔ ۔ ۔ گھاس کے تنکے ہیں۔ ۔ ۔ گلشن ہیں، اور گلشن میں رنگ برنگے پھول ہیں۔ ۔ ۔ ۔ باغات ہیں، اور باغات میں نوع بہ نوع پھل ہیں۔ ۔ ۔ فصلیں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ خوشے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ جنگل میں درندے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ فضاؤں میں پرندے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ حشرات الارض ہیں، مور و مار ہیں۔ ۔ ۔ ۔ انسان ہیں۔ ۔ ۔ ۔ جنات ہیں۔ ۔ ۔ ۔ حیوانات ہیں۔ ۔ ۔ ان سب کا کلی اور تفصیلی علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔

سمندروں اور دریاؤں میں کیا ہے ؟ کتنا پانی ہے ؟ پانی کی گہرائی کتنی ہے؟ یہ پانی کہاں سے آیا اور کس طرح آیا ؟ سمندر، دریا کے اندر کیا ہے ؟ کتنے دریائی درندے ہیں، کس قدر مچھلیاں ہیں، اور ہر مچھلی کی عمر کیا ہے، وہ کب پیدا ہوئی، کہاں پیدا ہوئی، اب اس کا حجم کتنا ہے، وزن کتنا ہے، اس کے جسم میں کانٹے کتنے ہیں۔ ہر سمندر میں مگرمچھ کتنے ہیں، ان کی مکمل کیفیت کیا ہے، اس سمندر کی تہ میں ہیرے جواہرات کتنے ہیں اور کہاں ہیں۔ لؤلؤ و مرجان کہاں ہیں، ان سب کا تفصیلی علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔

مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا۔ ۔ ۔ جب کوئی پتا درخت سے گرتا ہے، وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ سُبْحَانَ اللہ ———— اللہ اللہ! اُس کے علم کی وسعت۔ ۔ ۔ کہ دنیا کے کسی درخت سے کوئی پتہ جب گرتا ہے تو اللہ اس پتے کو بھی جانتا ہے۔

برادرانِ اسلام ———— !! اس دنیا میں کتنے درخت ہونگے ! افریقہ

کے جنگلوں میں کتنے اَن گنت درخت ہونگے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ان درختوں پر پتّے اربہا کھربہا کی تعداد میں ہونگے۔ اور پھر ایک سیکنڈ میں کتنے پتّے ٹہنیوں سے ٹوٹتے ہونگے ـــــــ خاص کر کے پت جھڑ کے موسم میں ایک لمحہ میں درختوں سے کھربہا کی تعداد میں پتّے گرتے ہیں! اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ تمام درختوں کو بھی جانتا ہوں! اور اُن پر لگے ہوئے پتّوں کو بھی جانتا ہوں اور جب کوئی پتہ درخت سے گرتا ہے اُسے بھی جانتا ہوں۔

وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ ـــــــ زمیندار جب دانہ زمین کے اندھیروں میں پھینک آتا ہے ـــــــ زمین کے پیٹ میں اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ اس پر کیسے حالات آتے ہیں یہ سب کچھ ہمارے علم میں ہوتا ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ؀ ـــــــ اس کائنات کی کوئی ہری شئی ایسی نہیں جو اس کے علم سے باہر ہو۔ اور اس کائنات کی کوئی خشک چیز ایسی نہیں جو اس کے علم سے باہر ہو۔

دوسری دلیل

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۔ (سورۂ ہود ع۱)

آسمان و زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اور اسی کی طرف رجوع ہے۔ سب کام کا پس تو اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔

اس آیت کریمہ میں ظرف (لِلّٰہِ) کی تقدیم حصر کے لئے اور مفہوم و مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر نہیں، اور وہی ہے جو برابر سب کو جانتا ہے۔

حضرت کعب الاحبار جو توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے فرماتے ہیں کہ خَاتِمَةُ التَّوْرَاةِ خَاتِمَةُ هُوْدٍ (ابن کثیر ص۴۶۶ ج۲، مدارک ص۱۶۱ ج۲)

کہ یہ آیت جو سورت ھود کی آخری آیت ہے تورات کا خاتمہ بھی اسی پر ہوا تھا۔ . . . . اس سے واضح ہوا کہ توریت کا آخری اعلان اور بیان بھی یہی تھا کہ زمین و آسمان کے کل غیوب کا جاننے والا ، زمین و آسمان کی تمام پوشیدہ اشیاء کا علم صرف اور صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ اور اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

تیسری دلیل

لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَبْصِرْ بِہٖ وَ اَسْمِعْ (سورہ کہف ع ۴)

اسی اللہ کے پاس ہیں مخفی راز اور بھید آسمانوں اور زمین کے کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی اَنَّہٗ تعالیٰ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ مِنْ اَحْوَالِ اَھْلِھِمَا فَاِنَّہُ الْعَالِمُ وَحْدَہٗ بِہٖ (مدارک جلد ۳ ص ۹ ، خازن جلد ۴ ص ۱۶۹)

یعنی اللہ تعالیٰ پر آسمانوں و زمین کے رہنے والوں کے حالات سے کوئی چیز بھی پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ہے۔ صرف اکیلا اللہ ہی ان کا جاننے والا ہے۔

چوتھی دلیل

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۔ (سورۃ نمل ع ۵)

میرے محبوب پیغمبر اعلان فرما دیجئے آسمانوں اور زمین میں رہنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور ان کو اتنا پتہ بھی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ کب زندہ کئے جائیں گے۔

سامعین گرامی قدر ! اس آیت کریمہ نے مسئلہ علم غیب کو بالکل واضح اور معاملہ بالکل صاف کر دیا ہے کہ جو مخلوق آسمانوں میں رہتی ہے . . . . . فرشتے

ہیں ... فرشتوں میں ان کا سردار حضرت جبرائیل امینؑ ہے۔ ملک الموت حضرت عزرائیلؑ ہیں، صور اسرافیل پھونکنے والے حضرت اسرافیلؑ ہیں، عرش الٰہی اٹھانے والے مقرب ترین فرشتے ہیں .... انبیاء اور اولیاء کی ارواح مبارکہ ہیں ... جنت میں حور و غلمان ہیں۔

یہ آسمانوں میں رہنے والے بھی غیب کا علم نہیں رکھتے،

اور جو مخلوق زمین میں رہتی ہے ...... انبیاء و اولیاء تھے، ان کے اجساد گرامی ہیں ... پیر و فقیر ہیں .... جن اور انسان ہیں ....

یہ زمین پر رہنے والے بھی غیب کا علم نہیں رکھتے إِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اپنی ذات کا استثناء فرمایا کہ غیب کا علم صرف اور صرف میں ہی جانتا ہوں۔

"وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ٥" کہ جن کے بارے تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ عالم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ ہیں۔ وہ ہر شئے کو جانتے ہیں، ہمارے حالات سے باخبر اور واقف ہیں۔ ان کو تو اتنا بھی علم نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور ہم قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے۔

پانچویں دلیل

جب فرشتوں نے اللہ تعالےٰ سے کہا تھا کہ ہم تیرے فرمانبردار ہیں غلام ہیں ...... ہم نے کبھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ...... اس لئے نئی مخلوق بنانے سے کیا فائدہ؟ اس مخلوق کے ذمہ جو کام لگانا ہے وہ کام بھی ہم سر انجام دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا،

إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا

كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

بے شک میں جانتا ہوں پوشیدہ اور مخفی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی ، اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیب کا جاننے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مخلوق کی ہر حرکت اور سکون جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو ہم دلوں میں چھپاتے ہیں وہ اُسے بھی جانتا ہے اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اُسے بھی جانتا ہے ۔ کائنات کی کوئی چیز اُس کے علم سے باہر نہیں ، وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اس کا اعلان ہے ۔ ۔ ۔ اور عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اس کی شان ہے ۔

چھٹی دلیل

خداوند عالم سورت لقمان کے آخر میں فرماتے ہیں ۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم ، اور وُہی اتارتا ہے بارش کو ، وہ ہی جانتا ہے کہ مادہ کے رحم میں کیا ہے ۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا ، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا ، بے شک اللہ تعالٰی سب باتوں کو جاننے والا باخبر ہے ۔

سامعین گرامی قدر ! سورت لقمان کی آخری آیت میں جن پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ، ان کو امور خمسہ کہتے ہیں ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ اشیاء کو مَفَاتِحُ الْغَيْبِ فرمایا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رحمت کائنات نے فرمایا

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْاَرْحَامُ اِلَّا اللّٰهُ . . . وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى يَاْتِي الْمَطَرُ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ . . . وَلَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ

(بخاری صہ ۶۸۱ ج ۲)

مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں . جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ، . . . . اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کو وہ کل کیا کرے گا . . . . . اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ مادہ کے رحموں میں کیا ہے . . . . . اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی . . . . . کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا ، . . . . اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی . . .

جن پانچ اشیاء کا یہاں ذکر ہوا ہے کہ ان کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا ، قیامت کا علم ہے ، فرمایا " اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ " بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم ، اللہ کے سوا قیامت کے وقوع کا علم کسی کو بھی نہیں ہے . کوئی نبی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی . . . . کوئی ولی نہیں نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی ، . . . . کوئی پیر و پیغمبر نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی ـــــــ ہاں ہاں کوئی فرشتہ بھی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی . . . . . نہ جبرائیل امین جانتا ہے ، نہ صور پھونکنے والا اسرافیل جانتا ہے . نہ ملک الموت عزرائیل جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی . نہ کوئی جن جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی ، . . . . قیامت کے وقوع کا مکمل علم صرف اور صرف اللہ تعالٰے کے لئے خاص ہے .

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی کچھ علامات اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں ، . . . . . . کہ جمعۃ المبارک کا دن ہوگا ـــــــ مگر

کس سال کا کون سا مہینہ ہو گا۔ اور کس مہینے کا کون سا جمعہ ہو گا۔ اور جمعہ کی کون سی گھڑی ہو گی جب قیامت قائم ہو گی اور کارخانۂ عالم توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائیگا اس کا تفصیلی علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

امام الانبیاء کو بھی نہیں

اگر قیامت کے وقوع کا علم اللہ تعالٰے کسی کو عطا کرتا تو وہ ذاتِ گرامی تھی۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی . . . . . . جو سرتاج انبیاء بھی ہیں . . . . اور خاتم الانبیاء بھی ——— جو سید الکونین بھی ہیں اور سردار ثقلین بھی ——— جو رحمتِ کائنات بھی ہیں اور زینتِ سموٰت بھی ——— جو شفیع المذنبین بھی ہیں ——— اور رحمۃ للعالمین بھی ——— جو شافعی محشر بھی ہیں اور ساقیٔ کوثر بھی ——— جو تمام کائنات سے اعلیٰ ہیں . . . . . ارفع ہیں . . . . . اکمل ہیں . . . . . اجمل ہیں . . . . . . اشرف ہیں . . . . . . اعظم ہیں . . . . اولیٰ ہیں . . . . اگر قیامت کے وقوع کا علم ہوتا تو صاحبِ قاب قوسین کو ہوتا، لیکن قرآنِ مقدس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بھی وقوعِ قیامت کا علم نہیں تھا۔

بعض یہود نے سوال کیا تھا کہ اگر تم اللہ کے سچے پیغمبر ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی۔ (یہ عقیدہ وخیال یہود کا تھا کہ جو پیغمبر خدا ہوتا ہے وہ قیامت کے وقوع کا علم رکھتا ہے) قرآنِ مقدس نے ان کے سوال اور آنحضرتؐ کے جواب کو نقل کیا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۔

آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی، آپ جواب دیں کہ قیامت کے وقوع کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔

○ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔

اے میرے محبوب پیغمبرؐ لوگ آپ سے قیامت کے بارے پوچھتے ہیں، آپ جواب میں کہہ دیں اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔

○ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔

آپ کے مخالفین کہتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو بتاؤ وہ وعدہ قیامت کب آئے گا، آپ جواب میں فرما دیں اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے۔

قیامت کا علم اللہ تعالےٰ مخفی رکھنا چاہتا ہے،

سورت طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ۔

بے شک قیامت آنے والی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص کو اس کی محنت اور کوشش کی جزا اور بدلہ ملے۔

مشہور صحابی رسول مفسر قرآن فقیہہ اُمت حضرت عبداللہ بن مسعود جن کے متعلق آنحضورؐ نے فرمایا تھا کہ قرآن کا علم ان سے حاصل کرو، انہوں نے اس آیت کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے فرمایا

اَكَادُ اُخْفِيْهَا مِنْ نَفْسِىْ کہ قیامت کے علم کو میں تمام مخلوقات سے مخفی اور پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں .... اتنا مخفی اور اتنا پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر میں قیامت کے علم کو اپنے آپ سے بھی چھپا سکتا تو ضرور چھپا لیتا۔

(در منثور ص ۲۹۴ ج ۴، ابن کثیر ص ۲۲۵ ج ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ رحمت کائنات کے چچازاد بھائی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر قرآن فہمی کی دعا فرمائی تھی، انہوں نے بھی اس آیت کی تفسیر ان ہی الفاظ میں فرمائی ہے کہ اَکَادُ اُخْفِیْھَا مِنْ نَفْسِیْ (ابن جریر صفحہ ۹۷)

سامعین گرامی قدر! سورت لقمان کے آخر میں جن پانچ امور کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کا تفصیلی علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اللہ کے سوا انہیں کوئی بھی نہیں جانتا۔ ان پانچ اشیاء میں سے پہلی چیز قیامت کا علم ہے۔ کہ اسے صرف خداوند قدوس ہی جانتا ہے۔ اس کے سوا مخلوقات میں سے کوئی بھی قیامت کے وقوع کا علم نہیں رکھتا۔ قرآن کی آیات آپ نے سن لیں ہیں۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس کے متعلق رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں

حدیث جبرائیل

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ ——— حضرت ابو ہریرہؓ ———
حضرت ابوذر غفاریؓ ——— حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ
حضرت عبداللہ بن عباسؓ ——— حضرت انسؓ

سے مروی ہے کہ ایک دن مجلس نبوی میں ایک شخص اچانک وارد ہوا، اس کے بال بے حد سیاہ اور اس کا لباس انتہائی صاف اور سفید تھا۔ وہ انتہائی ادب و احترام سے آنحضورؐ کے سامنے بیٹھ گیا، پھر اس اجنبی شخص نے آپؐ سے پوچھا مَا الْاِیْمَانُ ایمان کیا چیز ہے۔ .... آپؐ نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَبِلِقَآئِہٖ وَرُسُلِہٖ وَکُتُبِہٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور آخرت میں اس کے سامنے پیش ہونے پر اور اس کے رسولوں پر، اور آسمان سے نازل ہونے والی کتابوں پر، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس شخص نے پوچھا، "مَا الْاِسْلَامُ" اسلام کیا چیز ہے۔......... آپؐ نے فرمایا

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ

اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو، اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان المبارک کے روزے رکھو۔

پھر اس شخص نے سوال کیا ۔ ۔ ۔ ۔ مَا الْاِحْسَانُ ۔ ۔ ۔ ۔ احسان کیا چیز ہے آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۔

احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی عبادت (اتنے خشوع و خضوع اور عاجزی کے ساتھ) اس طرح کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو، پس اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے ہو۔ تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ان سوالوں کے بعد اس شخص نے پوچھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مَتَى السَّاعَةُ ۔ ۔ ۔ قیامت کب آئے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنحضور نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس سے قیامت کے بارے پوچھا جا رہا ہے وہ خود سوال کرنے والے زیادہ نہیں جانتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں میں تمہیں قیامت کی علامات بتلائے دیتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے مالک کو جنے (یعنی بیٹا اپنی ماں سے لونڈیوں جیسا سلوک کرے) تو قیامت کا انتظار کرنا، اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے دیہاتی بڑی بڑی بلند و بالا عمارات بنانے لگیں (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے)

پھر فرمایا ــــــ فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وقت قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو سوائے خداوند قدوس کے کوئی نہیں جانتا۔

ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ

پھر آنحضرتؐ نے سورت لقمان کی آخری آیت تلاوت فرمائی، جس میں پانچ چیزوں کا ذکر تھا کہ انہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی جانتا (بخاری ص ۱۲ ج ۱، مسلم ص ۲۹ ج ۱

ترمذی ص ۸۵ ج ۲)

سامعین گرامی قدر! یہ حدیث اس بات پر روشن اور واضح دلیل ہے کہ رحمتِ کائنات جو سردارِ دو جہاں بھی ہیں ...... امام الانبیاءؑ بھی ہیں۔ انہیں بھی قیامت کے وقت کا علم نہیں تھا۔

آنحضرتؐ جبرائیلؑ کو نہ پہچان سکے

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ حضرت جبرائیل امینؑ جب یہ سوال و جواب کر رہے تھے تو ایک اجنبی دیہاتی کی شکل و صورت میں تشریف لائے تھے، اور آنحضورؐ بھی انہیں نہ پہچان سکے، بلکہ حضرت جبرائیل امین کے چلے جانے کے بعد فرمایا

فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا شُبِّهَ عَلَيَّ مُنْذُ اَتَانِيْ قَبْلَ مَرَّتِيْ هٰذِهٖ وَمَا عَرَفْتُهٗ حَتّٰى وَلّٰى۔ (عمدة القاری ص ۲۸۵ ج ۱)

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ جب سے حضرت جبرائیلؑ میرے پاس آنے لگے ہیں وہ اس دفعہ سے پہلے کبھی مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے انہیں نہ پہچانا ہو)، مگر اس دفعہ میں نے انہیں نہیں پہچانا یہاں تک کہ وہ چلے گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا

لَا وَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ هُدًى وَبَشِيْرًا مَا كُنْتُ بِاَعْلَمَ مِنْ رَجُلٍ مِنْكُمْ، وَاِنَّهٗ جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (نسائی ص ۲۲۹ ج ۲)

قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو ہادیٔ برحق اور بشیر بنا کر بھیجا ہے کہ میں اس سائل کو تم سے زیادہ نہیں جانتا تھا، اور اب معلوم ہوا ہے کہ وہ حضرت جبرائیل تھے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں

دَلَّتِ الرِّوَايَاتُ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَرَفَ اَنَّهُ جِبْرِيْلُ اِلَّا فِي اٰخِرِ الْحَالِ۔ (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۱۲)

روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت جبرائیل کو ابتداء میں نہیں پہچانا تھا، بلکہ آخری وقت میں معلوم ہوا کہ یہ جبرائیل امینؑ ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں

آخر میں گیارہویں والے باباحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بھی سن لیجئے، فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں اس طرح آتا ہے۔

وَمَا اَتَانِي قَطُّ فِي صُوْرَةٍ اِلَّا عَرَفْتُهُ اِلَّا فِي صُوْرَتِهٖ هٰذَا (غنیۃ الطالبین ص ۱۴۲)

آنحضورؐ نے فرمایا کہ جبرائیل امین آج تک جس صورت میں بھی آئے میں نے ہمیشہ ان کو پہچان لیا۔ مگر اس دفعہ تو میں ان کو نہیں پہچان سکا۔

حضرات گرامی! ان روایات اور حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ جبرائیل امینؑ ایک دیہاتی کی شکل وصورت میں تشریف لائے تھے۔ اور آنحضورؐ انہیں نہیں پہچان سکے تھے۔ جب وہ آنحضرتؐ سے گفتگو اور سوال وجواب کر رہے تھے تو آپؐ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سائل جبرائیل امین ہے۔ بلکہ آپ اسے ایک عام دیہاتی شخص سمجھ رہے تھے۔ اور اس کے جواب میں فرما رہے تھے

مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔۔۔۔۔ جس سے قیامت کے بارے پوچھا جا رہا ہے وہ اس کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔۔۔۔۔۔۔

مطلب یہ تھا کہ جس طرح قیامت کے بارے تم نہیں جانتے ہو اسی طرح میں بھی

نہیں جانتا .... یعنی میں اور تم قیامت کے وقت کے نہ جاننے میں برابر ہیں۔

چنانچہ شارحین حدیث اور محدثین نے اس جملے کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں،

فَاِنَّ الْمُرَادَ تَسَاوِیْ فِیْ عَدَمِ الْعِلْمِ بِہٖ (فتح الباری ص۱۱۴ ج۱)

اس جملے سے مراد صرف یہی ہے کہ سائل اور مسئول دونوں قیامت کے وقت کے نہ جاننے میں برابر ہیں،

علامہ بدرالدین عینیؒ نے بھی عمدۃ القاری میں یہی لکھا ہے ....

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر ابن کثیر ص۳۷۳ ج۳ پر یہی تحریر فرمایا ہے ....

امام نوویؒ نے شرح مسلم ص۲۹ ج۱ میں یہی فرمایا ہے .... علامہ قسطلانی کی بھی یہی رائے ہے ....

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی رائے

مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی رائے اس لئے بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ اہل بدعت کے نزدیک بھی معتمد علیہ ہیں، اور اہل بدعت ان کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں .... وہ اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی نیستم من دانا تر از تو بداں یعنی من و تو ہر دو برابریم، در ناد انستن آں بلکہ ہر سائل و مسئول ہمیں حال دارد کہ آں را خبر خداوند تعالٰی کے نداند و وے تعالٰی ہیچ کس را از ملائکہ و رسل اطلاع نداد (اشعۃ اللمعات ص۴۰ ج۱)

یعنی رحمت کائنات سرور کونین نے فرمایا کہ اے قیامت کے وقت کے بارے سوال کرنے والے میں اس وقت قیامت کے علم کو تم سے زیادہ نہیں جانتا یعنی

مَیں اور تم دونوں اس کے نہ جاننے میں برابر ہیں . . . . . . صرف میں اور تم نہیں بلکہ ہر سائل اور ہر مسئول کا اس بارے یہی حال ہے قیامت کے وقت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ، اور اللہ رب العزت نے کسی فرشتے اور کسی پیغمبر کو اس کی اطلاع نہیں دی ۔

سبحان اللہ ! شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے کتنی خوبصورت بات فرمائی ہے کہ آنحضورؐ نے سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ " مجھے اس کا علم نہیں " اور اس طرح بھی نہیں فرمایا کہ " مجھے تجھ سے زیادہ علم نہیں " بلکہ فرمایا " مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے " اس جواب میں بھی عجیب نکتہ ہے ۔ اگر فرماتے کہ مجھے اس کا علم نہیں یا مجھے تجھ سے زیادہ علم نہیں ۔ تو اس جواب سے صرف آنحضرت اور سائل سے علم قیامت کی نفی ہوتی ۔ اور شک پیدا ہوتا کہ ان دونوں کے سوا کوئی اور ہے جو قیامت کا علم جانتا ہے . . . . اس شک کا لحاظ رکھ کر آپ نے فرمایا قیامت کا علم نہ رکھنے میں صرف میری اور تیری بات ہی نہیں بلکہ قیامت تک ہر سائل (جو کسی سے قیامت کا علم پوچھے) اور ہر مسئول (جس سے قیامت کا علم پوچھا جا رہا ہے) کا یہی حال ہے کہ اسے قیامت کے وقوع کا علم نہیں ۔ کیونکہ اُسے سوائے اللہ رب العزت کے کوئی نہیں جانتا ۔

اہلبدعت کا مُغالطہ اور اُس کا جواب

عبادالبطن مولوی اور بدعتی پیر عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہیں

مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کا مطلب ہے کہ اے جبریل قیامت سے تو بھی بے خبر نہیں ، اور میں بھی بے خبر نہیں ، تو بھی جانتا ہے اور میں بھی جانتا ہوں ۔ (مقیاس حنفیت ص۴۲۹ ، مولوی عمر اچھروی)

یعنی میں تجھ سے زیادہ نہیں جانتا . . . . . . تو بھی وقوع قیامت کا علم رکھتا

ہے۔ اور مجھے بھی وقوعِ قیامت کا علم ہے۔ (استغفر اللہ)

حالانکہ میں بیان کر چکا ہوں، اور آپ سن چکے ہیں۔ کہ جب آنحضرت جبریل امین سے گفتگو فرما رہے تھے اس وقت آپ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ جبریل امین ہیں۔ بلکہ آپ انہیں ایک اعرابی اور دیہاتی سمجھ کر گفتگو فرما رہے تھے۔ . . . . . پھر آپ ایک دیہاتی اور ایک اعرابی سے یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تو اور میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں۔ . . . .

• اور اگر اس کا مطلب یہی ہے کہ اے سائل میں اور تو دونوں اس کا علم رکھتے ہیں تو پھر آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا کہ فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہ ؟ کہ تیرا سوال ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

. . . . اور اگر اس کا مطلب یہی ہے کہ میں اور تم دونوں قیامت کا علم جانتے ہیں تو آپ نے سائل کے سامنے سورت لقمان کی آخری آیت کیوں تلاوت فرمائی ؟ جس میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ کہ بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے،

احادیث کے ان الفاظ اور محدثین کے اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کا مطلب یہ ہے کہ اے سائل جس طرح قیامت کے وقوع کا علم تجھے نہیں ہے اسی طرح قیامت کا علم مجھے بھی نہیں ہے۔

ہمارا ایک عجیب استدلال

حدیث میں ایک اور مقام پر "مَا الْمَسْئُوْلُ عِنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" کا جملہ حضرت جبریل امینؑ کی زبان سے ادا ہوا ہے۔ اور وہاں سے بھی نفی علم کا معنیٰ واضح ہوتا ہے۔

آپ کے ذوق کے لئے پیش کرتا ہوں۔

آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کہ زمین کے ٹکڑوں میں سے کون سے ٹکڑے سب سے بہتر اور اعلیٰ ہیں . . . . . . آپ نے خاموشی اختیار فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریلؑ کی آمد تک خاموش رہوں گا، جب وہ آئیں گے تو ان سے پوچھ کر جواب دوں گا۔ جب حضرت جبریل تشریف لائے تو آپ نے یہ سوال حضرت جبریلؑ کے سامنے پیش فرمایا . . . . .

حضرت جبریلؑ نے فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کہ مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا ——— وَلٰكِنْ اَسْئَلُ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى . . ہاں میں اپنے رب سے پوچھ کر بتاؤں گا . . . .

. . . پھر حضرت جبریل امینؑ نے اپنے رب سے پوچھ کر اطلاع دی کہ

شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا وَخَيْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا (مشکوٰۃ ص ۱۷۱)

بدترین ٹکڑے بازار ہیں، اور بہترین ٹکڑے مساجد ہیں،

حاضرین گرامی! حضرت جبریلؑ نے آنحضرتؐ کے پوچھنے پر کہا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ . . یہاں ان الفاظ کا مفہوم و مطلب اس کے سوا کچھ نہیں بنتا، کہ جس طرح آپ کو اس بات کا علم نہیں اسی طرح مجھے بھی اس بات کا علم نہیں . . . . لہٰذا آنحضرتؐ نے جب حضرت جبریل کے پوچھنے پر یہی جملے ادا فرمائے تو ان کا بھی معنیٰ و مفہوم یہی ہوگا کہ قیامت کے وقوع کا جس طرح تجھے علم نہیں اسی طرح مجھے بھی اس کا علم نہیں۔

دوسری حدیث

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج والی رات میری ملاقات حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، اور حضرت عیسیٰؑ سے ہوئی۔ . . . . . . باتوں باتوں میں وقت قیامت کا ذکر آگیا . . .

. . . . . . فَرَدُّوْا اَمْرَهُمْ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ . . . . سب سے پہلے یہ سوال حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پیش ہوا (اس لئے کہ وہ جدّ الانبیاء ہیں، امام الموحدین ہیں، خلیل اللہ ہیں) حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ . . لَا عِلْمَ لِیْ بِهَا . . . . مجھے قیامت کے وقوع کے وقت کا کوئی علم نہیں ہے۔ فَرَدُّوْا اَمْرَهُمْ اِلٰى مُوْسٰى . . . . پھر قیامت کا معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا (کہ تم کلیم اللہ ہو، صاحب کتاب پیغمبر ہو) حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ . . . . لَا عِلْمَ لِیْ بِهَا۔ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے۔ . .

. . . . . فَرَدُّوْا اَمْرَهُمْ اِلٰى عِیْسٰى . . . . پھر قیامت کے وقت کا معاملہ حضرت عیسیٰؑ کے سامنے پیش کیا گیا (کہ تم روح اللہ ہو، صاحب کتاب نبی ہو، بن باپ کے پیدا کئے گئے ہو، پھر زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہو) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا فَلَا یَعْلَمُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ (ابن ماجہ ۳۰۹، مسند احمد) کہ قیامت کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ وتبارک کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب اتنا جامع اور مانع تھا کہ ان کے جواب کے بعد رحمت کائنات ؐ کے سامنے اس سوال کے پیش کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔

. . . . . اس لئے کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ . . . . حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں، مگر حضرت عیسیٰؑ نے اُن کی طرح یہ نہیں فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ . . . . بلکہ فرمایا کہ مجھے کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی قیامت کے وقوع کا علم نہیں ہے، . . . . نہ کسی نبی کو، نہ ولی کو، نہ کسی پیر کو نہ پیغمبر کو، نہ کسی عرشی کو نہ فرشی کو، نہ کسی نوری کو نہ کسی ناری کو، نہ کسی خاکی کو، نہ کسی آفاقی کو، نہ دیوی دیوتا کو، نہ حور و پری کو، . . . . . . حضرت عیسیٰؑ ایک اولوالعزم پیغمبر ہیں، اور ظاہر ہے کہ ایک عظیم المرتبت

ر۔ دل پوری ذمہ داری اور اعتماد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پورے وثوق اور یقین سے کہہ دے کہ اللہ کے سوا کسی کو قیامت کے وقوع کا علم نہیں تو پھر سوال کو کسی اور کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت اور گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اسی لئے آنحضرتؐ کے سامنے یہ سوال پیش نہیں ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کے جواب کو سن کر خاموشی اختیار فرمائی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر آپ کو قیامت کے وقوع کا علم ہوتا تو خاموشی اختیار نہ فرماتے، بلکہ حضرت عیسیٰ سے فرماتے کہ میں اس سے مستثنیٰ ہوں لیکن آپؐ نے خاموشی اختیار فرما کر حضرت عیسیٰؑ کی بات کی تصدیق فرما دی۔

ایک اور بات بھی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو قیامت کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن پاک میں ان کو وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قیامت کی نشانی اور علامت کہا گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے قیامت سے پہلے پھر زمین پر تشریف لانا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس اگر وقوعِ قیامت کا معمولی سے معمولی علم بھی کسی کو عطا کیا گیا ہوتا تو بہت زیادہ ترین قیاس تھا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو عطا کیا جاتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ان کو بھی قیامت کے وقوع کا علم نہیں عطا کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے وقوعِ قیامت کا علم کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آیۃ الکرسی میں اللہ رب العزت نے عقلی دلیل دی کہ جب غیب کا علم صرف اور صرف میرے پاس ہے تو میرا دعویٰ تسلیم کر لو۔ "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" کہ میرے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے۔ ۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ۔ ۔ ۔

میں نے اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیبؐ دلائل دیتے ہوئے سورۃ لقمان کی آخری آیت کو پیش کیا ہے جن میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے کہ ان کا تفصیلی علم اللہ تعالیٰ

کے سوا کسی کو نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان پانچ چیزوں میں سے پہلی چیز قیامت کے وقوع کا علم ہے ۔ جسے اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باقی چار چیزوں کا بیان انشاء اللہ آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں ہوگا ۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

سولہویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ...... وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ۔

حضرات گرامی قدر! گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں میں نے عرض کیا تھا کہ آیت الکرسی میں اللہ تعالٰی نے اپنی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک صفت "یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ" ذکر فرمائی ہے۔ اور اپنی معبودیت اور الوہیت کے لئے اس صفت کو بطور دلیل پیش کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ میری عبادت اور پکار اس لئے کرو کہ عالم الغیب صرف میں ہوں اور معبود و مسجود کے لئے ضروری ہے کہ وہ عابد و ساجد کے حالات سے باخبر ہو۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم نے دلائل و براہین سے ثابت کر دیا ہے کہ عالم الغیب والشہادت صرف اور صرف اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ وہی عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے۔ ـــــ ـــ ـــ ـــــ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اسی کی صفت ہے ـــــ

ـــــ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کا اعلان ہے۔

اور قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کا فرمان ہے۔

میں نے گذشتہ خطبہ میں اللہ تعالٰی کی اس صفت پر سورت لقمان کی آخری آیت کو بطور دلیل پیش کیا تھا۔ جس میں ارشاد ہوا کہ پانچ اشیاء (قیامت کا علم، بارش کا علم، مافی الارحام کا علم، کل کیا ہوگا، کون کہاں مرے گا،) کا تفصیلی اور کلی علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔

ان پانچ اشیاء میں سے پہلی چیز قیامت کا علم ہے۔ جسے " إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ " کے جملے میں بیان کیا گیا ہے۔ میں نے قرآن و حدیث کے وزنی دلائل سے اس مسئلے کو واضح اور مبرہن کر دیا ہے کہ قیامت کے وقوع کا علم اللہ کے سوا مخلوقات میں سے کوئی نہیں جانتا نہ کوئی نوری نہ کوئی ناری، . . . . . . نہ کوئی عرشی نہ کوئی فرشی . . . . . . نہ کوئی مقرب ترین فرشتہ . . . . . نہ کوئی محبوب ترین پیغمبر . . . . . نہ کوئی بڑا نہ کوئی چھوٹا . . . . . . نہ کوئی زندہ نہ کوئی مردہ . . . . . . غرضیکہ نوریوں کے سردار حضرت جبرائیلؑ بھی نہیں جانتے کہ وقت قیامت کیا ہے، اور پوری کائنات کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں جانتے کہ قیامت کب آئے گی،

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے صرف ایک مہینہ پہلے فرمایا تھا،

تَسْئَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ . . . کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو، وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ . . . حالانکہ اس کا علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے (مسلم ص۳۱۰ ج۲)

ایک اور موقع پر جب آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي، لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ، (مسند احمد) قیامت کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

حضرت جبرائیل امین بھی نہیں جانتے

آئیے ایک حوالہ نوریوں کے سردار کے متعلق بھی سن لیجئے،

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کی ملاقات حضرت جبرئیل امینؑ سے ہوئی۔
تو سلام و جواب کے بعد حضرت عیسٰیؑ نے جبرئیل امینؑ سے پوچھا یَا جِبْرِیْلُ مَتَی السَّاعَۃُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے جبریل قیامت کب آئے گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
فَانْتَفَضَ جِبْرِیْلُ فِیْ اَجْنِحَتِہٖ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت جبریل نے اپنے بازو جھٹکے گویا لرز گئے اور حضرت عیسیٰ کے اس سوال پر کانپ گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کچھ دیر کے بعد کہا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۔

جس سے سوال کیا جارہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی جس طرح قیامت کا علم آپ نہیں رکھتے اسی طرح قیامت کے وقوع کا وقت مجھے بھی معلوم نہیں) حضرت جبریل امینؑ نے وہی جواب دیا جو جواب اُن کے سوال پر رحمتِ کائنات نے انہیں دیا تھا کہ جس طرح تم نہیں جانتے اسی طرح مَیں بھی نہیں جانتا ۔ ۔

پانچ اشیاء میں سے دوسری چیز بارش

ان پانچ اشیاء میں سے دوسری چیز جس کا کلی اور تفصیلی علم صرف اور صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے، وہ ہے " بارش " جسے " یُنَزِّلُ الْغَیْثَ " سے بیان فرمایا کہ اتارتا ہے بارش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی اس کا کلی اور تفصیلی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کہ بارش کب ہوگی ـــــــ دن میں ہوگی یا رات میں ـــــــ اور دن میں ہوگی تو دن کی کون سی گھڑی ـــــ کس منٹ میں ہوگی ـــــــ رات کو ہوگی تو کس پہر میں ہوگی ـــــــ یہ بھی صرف اللہ جانتا ہے کہ بارش کہاں کہاں ہوگی، زمین کے کس کس حصے اور کس کس ٹکڑے پر ہوگی ـــــــ اور کتنی

دیر ہوگی ـــــــ کتنے گھنٹے ، کتنے منٹ ، اور کتنے سیکنڈ تک ہوتی رہے گی ـــــــ کتنی مقدار میں ہوگی ، کتنے قطرے زمین پر گریں گے ـــــــ بارش تیز اور موسلادھار ہوگی ، یا ہلکی ہوگی اور صرف پھوار ہوگی ـــــــ صرف بارش برسے گی یا ساتھ ژالہ باری بھی ہوگی ـــــــ اور اس کا علم بھی صرف اللہ تعالےٰ ہی کے پاس ہے کہ یہ بارش کن نتائج کی حامل ہوگی ـــــــ مفید ہوگی یا غیر مفید ـــــــ فصلوں کے لئے نقصان دہ ہوگی یا فائدہ مند ، ـــــــ بارش کے دوران برسنے والا پانی کہاں کہاں پہنچے گا ، اور کہاں جاکر ٹھہرے گا ، اس طرح کا کُلّی ، محیط اور تفصیلی علم صرف اور صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے ، اس کے سوا مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کا تفصیلی علم نہیں رکھتا .

محکمۂ موسمیات کی پیشینگوئیاں

سامعین گرامی ! ہوسکتا ہے آپ کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ اکثر اوقات محکمۂ موسمیات والے بارش کے متعلق پیشین گوئی کرتے ہیں اور اکثر اوقات ان کی پیشینگوئی صحیح اور درست ثابت ہوتی ہے . . . . تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ محکمۂ موسمیات کی پیشین گوئی درست بھی نکلے تو بھی اللہ تعالےٰ کے قانون اور اللہ کے فرمان میں کوئی فرق نہیں آتا . . . . اس لئے کہ محکمۂ موسمیات والے اسباب کے ذریعے اور آلات و مشینری کے ذریعے ہواؤں کا رُخ دیکھ کر پیشین گوئی کرتے ہیں . جو سَو فی صد سچی بھی نہیں نکلتی ، اور اللہ تعالےٰ بغیر اسباب اور بغیر آلات کے بارش کے نزول کا علم رکھتا ہے .

دوسری بات یہ کہ محکمۂ موسمیات والے صرف بارش ہونے کے احتمال کو ظاہر کرتے ہیں . . . . . انہیں بارش کے برسنے کا صحیح وقت معلوم نہیں ہوتا ، انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کتنے قطرے زمین پر گریں گے ، انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا

کہ بارش مفید ہوگی یا غیر مفید، انہیں علم نہیں ہوتا کہ صرف بارش ہوگی یا برف باری بھی، رم جھم ہوگی یا زوردار، اور پھر اکثر اوقات ان کی پیشین گوئیاں سراسر غلط ثابت ہوتی ہیں۔

لطیفہ

ایک دفعہ ایک اخبار میں کارٹون شائع ہوا کہ موسلا دھار اور زوردار بارش برس رہی تھی۔۔۔۔ ایک مکان کی بالکونی سے ایک شخص موسلادھار بارش برسنے کا نظارہ کر رہا تھا کہ نیچے سڑک پر ایک آدمی نظر آیا جو گھٹنوں گھٹنوں تک پانی میں چلا جا رہا تھا، اور سخت پریشان نظر آ رہا تھا۔۔۔۔۔ بالکونی میں کھڑے شخص نے پوچھا کہ بھائی کون ہو، اور اتنی زبردست اور موسلادھار بارش میں کیوں پریشان ہو رہے ہو، سڑک پر چلنے والے شخص نے جواب دیا کہ ریڈیو پاکستان کا اناؤنسر ہوں، اور ابھی ابھی خبر دے کر آیا ہوں کہ آج معمولی گرج چمک کے ساتھ چھینٹے پڑنے کا احتمال ہے۔

پانچ اشیاء میں سے تیسری چیز
مَا فِی الْاَرْحَامِ کا عِلم

ان پانچ اشیاء میں سے تیسری چیز، جس کا تفصیلی اور کلی علم سوائے خداوند تعالےٰ کے مخلوقات میں سے کسی کو نہیں ہے، وہ "مَا فِی الْاَرْحَامِ" کا علم ہے۔ کہ مادہ کے رحم میں کیا ہے۔۔۔۔۔۔ لڑکا ہے یا لڑکی۔۔۔۔ اکیلا ہے یا جڑواں ــــ کالا ہے یا گورا ــــ صحیح الاعضاء ہے یا ناقص الاعضاء ــــ خوبصورت ہے یا بدصورت ــــ گونگا ہوگا یا بولنے والا ــــ بینا ہوگا یا نابینا ــــ بہرا ہوگا یا طاقتِ شنوائی ہوگی ــــ عقلمند ہوگا یا احمق ــــ عالم ہوگا یا جاہل ــــ امیر ہوگا یا غریب ــــ مسکین ہوگا یا غنی ــــ شریف ہوگا یا شریر

مسلمان ہوگا یا کافر ـــــــ نیک ہوگا یا بد ـــــــ سعید ہوگا یا بدبخت ـــــــ تاجر ہوگا یا ملازم، مزدور ہوگا یا مل اونر ـــــــ صحت مند رہے گا یا بیمار ـــــــ سکھی ہوگا یا دکھی ـــــــ شادی کرے گا یا نہیں ـــــــ اور اگر شادی کرے گا تو اس کی اولاد ہوگی یا نہیں۔ . . . کتنی عمر پائے گا۔ . . . زندگی کے کتنے سانس لے گا، عمر کی کتنی بہاریں دیکھیگا ـــــــ اس کا تفصیلی علم، کلی اور محیط علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ . . . . آج تک دنیا کے سائنس دان اور ڈاکٹر آلات واسباب کے ذریعے صرف یہ بھی معلوم نہیں کر سکے کہ مادہ کے رحم میں جو بچہ ہے وہ نر ہے یا مادہ۔ . . . . . . لیکن اگر کسی مشینری اور آلات کے ذریعے وہ معلوم کر بھی لیں تب بھی خداوند قدوس کا چیلنج برقرار ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا علم صرف نر اور مادہ تک موقوف نہیں بلکہ وہ تو مَا فِی الْاَرْحَام کے مکمل حالات۔ . . . . . ہاں ہاں مرنے تک کے حالات کا تفصیلی علم رکھتا ہے۔ اور اس طرح کا تفصیلی علم اللہ تعالےٰ کے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ . . . . پھر مَا فِی الْاَرْحَام سے مراد صرف انسان نہیں بلکہ جن، حیوانات، کیڑے، مکوڑے، مچھلیاں اور زندہ پرندے ان تمام کی مادہ کے ارحام اور پیٹ میں جو کچھ ہے اسے صرف وہی جانتا ہے اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو بھی اس کا تفصیلی علم نہیں ہے۔

ایک شخص کا سوال اور آنحضرتؐ کا جواب

ایک حدیث میں آتا ہے کہ غزوۂ بدر کے دن ایک دیہاتی آدمی اپنی دس مہینے کی گابھن اونٹنی پر سوار ہو کر رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ . . . . مَافِیْ بَطْنِ نَاقَتِیْ هٰذِهٖ؟ . . . بتایئے میری اس گابھن اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔

ایک انصاری صحابی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے اس دیہاتی شخص کے اس بے جا اور فضول سوال پر طیش او رغصہ میں آکر کہا آنحضرت سے ہٹ کر میرے پاس آ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تاکہ میں تجھے تیرے سوال کا جواب دوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سُن! تُو نے خود اُس اونٹنی سے مجامعت کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا نُطفہ ہے۔

انصاری کے اِس جواب کو سُن کر آنحضرتؐ نے اس سے منہ پھیر لیا، اور ناراضی اور خفگی کا اظہار فرمایا، اور ارشاد فرمایا!

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ كُلَّ حَيِيٍّ كَرِيْمٍ وَيُبْغِضُ كُلَّ لَئِيْمٍ مُتَفَحِّشٍ.

بے شک اللہ تعالےٰ ہر صاحب حیاء اور شریف آدمی کو پسند کرتا ہے۔ اور ہر کمینے بدزبان کو مبغوض رکھتا ہے۔ (گویا کہ آپؐ نے اس انصاری صحابی کو تنبیہ فرمائی کہ تمہیں ایسا غلط جواب نہیں دینا چاہیئے تھا۔)

پھر آنحضرتؐ سوال کرنے والے دیہاتی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیرا سوال ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر آپؐ نے سورت لقمان کی آخری آیت کو تلاوت فرما کر اسے سمجھایا کہ پانچ اشیاء کا علم اللہ تعالےٰ ہی کے پاس ہے، اور انہیں سوائے اللہ رب العزت کے کوئی بھی نہیں جانتا۔

ایک مغالطے کا جواب

بعض پڑھے لکھے جاہلوں نے اپنی کج فہمی یا بدنیتی سے یہ کہا ہے کہ اس انصاری صحابی کو مَا فِی الْاَرْحَام کا علم تھا، اسی لئے تو اس نے کہا تھا اِدھر آ۔ ۔ ۔ ۔ میں تجھ کو بتاتا ہوں تیری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے تُو نے خود اس سے مجامعت کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا بچہ ہے۔

حالانکہ یہ سراسر دھوکہ اور مغالطہ ہے . . . . . . انصاری صحابی کا جواب اُس دیہاتی شخص کے سوال کا حقیقی جواب نہیں تھا، بلکہ اس دیہاتی کے فضول، بے جا اور لچر سوال پر اظہار ناراضی تھا، اور غصّے کا اظہار تھا۔

اس کی مثال بالکل ایسے ہے، جیسے کوئی شخص دوسرے شخص سے بے موقع اور بے محل سوال کرے کہ تم نے رات کیا کھایا تھا" تو دوسرا شخص غصّہ اور ناراضی سے جواب دے کہ "تیرا سر کھایا تھا"

ظاہر ہے کہ یہ اس شخص کے سوال کا جواب نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کے بے موقع اور بے وقت سوال پر اظہار خفگی و ناراضی ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں اس دیہاتی شخص کے بے موقع، بے محل، بے جا، بے وقت، اور فضول سوال کے متعلق جو کچھ اس انصاری صحابی نے کہا، وُہ اس دیہاتی شخص کے سوال کا جواب نہیں تھا، بلکہ صرف خفگی، غصّے اور ناراضی کا اظہار تھا . . . . اصل سوال کا جواب دینا اس صحابی کو مقصود بھی نہیں تھا . . . . اور نہ کسی صحابی سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ کوئی شخص آنحضرتؐ سے کوئی سوال کر رہا ہو، اور وہ آگے بڑھ کر اس کا جواب دینے لگے . . . . . یہ بارگاہ نبوت کے آداب کے سراسر خلاف ہے۔

حاضرینِ گرامی ! مَیں عرض کر رہا ہوں کہ سورت لقمان کی آخری آیت میں جن پانچ اشیاء کا ذکر ہوا ہے کہ ان کا تفصیلی علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے . . . . ان میں سے تیسری چیز مَا فِی الْاَرْحَامِ کا علم ہے کہ تمام جاندار مادہ کے رحموں (ارحام) میں کیا ہے۔ اس کا تفصیلی علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے۔

پانچ اشیاء میں سے چوتھی چیز مَافِی غَدٍ کا علم

امور خمسہ میں سے چوتھی چیز جو خداوند تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہے۔ اور اس کا علم اپنے لئے خاص کیا ہے وہ ہے۔

مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی نہیں جانتا، نہ کوئی بڑا، نہ کوئی چھوٹا ـــــــ نہ کوئی عالم نہ کوئی جاہل ـــــــ نہ کوئی پیر نہ کوئی فقیر ـــــــ نہ کوئی ولی نہ کوئی قطب ـــــــ نہ کوئی نبی نہ کوئی رسول ـــــــ کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اس کے ساتھ کل کیا بنے گا، اس کو کل بھلائی پیش آئے گی، یا برائی کا سامنا کرنا پڑے گا راحت نصیب ہو گی یا دقت اٹھانی پڑے گی۔ نفع ہو گا یا نقصان کا منہ دیکھنا ہو گا کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ اپنا کام مکمل کر سکے گا یا نہیں ہر انسان کل کیا کرے گا۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ ہر جاندار کے ساتھ کل کیا پیش آئے گا، اس کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اِمَامُ الانبیاءؑ اور کل کا علم

حضرت ربیعؓ بنت معوذ فرماتی ہیں کہ میری شادی والے دن صبح کے وقت رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے گھر میں چند بچیاں گا رہی تھیں، جن میں مجاہدین کے کارناموں کا تذکرہ تھا، بہادری و شجاعت کی داستانیں تھیں، شہادت و ایثار کا ذکر تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لڑکیوں نے جب آنحضرتؐ کو دیکھا تو انہوں نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا کہ

فِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے اندر ایک ایسے نبی موجود ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سرورِ کونینؐ نے یہ جملہ سنا تو فوراً فرمایا اَمَّا ھٰذَا فَلَا تَقُوْلُوْہُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بچیو! یہ جملہ نہ کہو ـــــــ کیوں

نہ کہو، اس کی وجہ بیان فرمائی کہ لَا یَعْلَمُ مَا فِی غَدٍ اِلَّا اللّٰہُ۔ کل کی بات کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا،

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، راوی ہیں کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گذرے، وہاں چند لوگ شادی کی خوشی میں مسرت کے گیت گا رہے تھے .... آنحضرتؐ کو دیکھ کر کسی نے یہ جملہ کہہ دیا " تیرا محبوب مجلس میں ہے اور کل کی بات جانتا ہے " آپؐ نے یہ جملہ سن کر ارشاد فرمایا

لَا یَعْلَمُ مَا فِی غَدٍ اِلَّا اللّٰہُ (مستدرک حاکم ۱۸۵) کل کے واقعات کو اللہ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا،

آنحضرتؐ اور مخالفین کے سوال

قرآن مجید میں ایک سورت ... سورہ کہف کے نام سے مشہور ہے

یہ سورت دراصل مخالفین اسلام کے چند سوالات کے جواب میں نازل ہوئی۔ مشرکین مکہ نے یہودیوں سے پوچھا تھا کہ ہمیں چند ایسے سوالات اور چند ایسے اعتراضات بتادو کہ ہم "محمدؐ" کے سامنے پیش کریں، اور وہ ان کے جواب دینے سے قاصر ہو .... چنانچہ یہود نے مشرکین مکہ کو چند سوال سکھائے کہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے والے سے پوچھو کہ اصحاب کہف کون تھے؟ ان کا قصہ اور حالات کیا ہیں؟ ذوالقرنین کون تھا؟ اس کے کارنامے کیا ہیں؟ حضرت خضر کون تھے؟ انہیں کس قسم کا علم حاصل تھا؟ اور روح کی حقیقت کیا ہے؟

مشرکین مکہ نے یہ تمام سوال آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کئے کہ ہمیں ان کے جواب مطلوب ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا، کل آنا میں کل ان سوالوں کے جواب دونگا۔

. . . . کل کا وعدہ اس لئے فرمایا کہ حضرت جبرئیل امینؑ وحی لے کر آئے گا
اور جو جواب بذریعہ وحیٔ الٰہی عطا ہوئے وہی جواب میں انہیں دوں گا . . . . . .
لیکن حضرت جبرئیل امینؑ تشریف نہ لائے . . . . . . مخالفین دوسرے دن آ گئے
کہ ہمارے سوالوں کے جواب دو . . . . . . آپ نے فرمایا کل آ نا میں کل تمہارے
سوالوں کے جواب دوں گا . . . . لیکن آپ کو جو امید تھی وہ پوری نہیں ہوئی
اور حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر نہ آئے . . . . . . مخالفین تیسرے دن آ دھمکے کہ
جناب ہمارے سوالوں کے جواب دو . . . . آپؐ نے فرمایا کل آنا میں کل تمہارے
سوالوں کا جواب دوں گا . . . . . وہ چوتھے دن آ گئے مگر وحی کا نزول بند تھا اور جب
تک وحی نہ آتی آپ سوالوں کے جواب کہاں سے دیتے . . . . کل کل کرتے
اور روزانہ وعدے کرتے کرتے سترہ دن گزر گئے (ذرا اندازہ لگائیے آج آپ مجھ
جیسے نالائق اور کم فہم سے کوئی مسئلہ دریافت فرمائیں اور میں کل کل کے وعدے پر سترہ
دن گزار دوں . تو آپ کے تاثرات میرے بارے میں کیا ہوں گے اور شرمندگی
و ندامت سے میری حالت کیا ہوگی) رحمتِ کائنات سرورِ کونینؐ سخت پریشان
اور بے چین . . . . روزانہ شرمندگی و ندامت اٹھانا پڑتی ہے . . . . .
مخالفین تمسخر اور مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ہاں شیطان کی آمد و
رفت رہتی تھی ، وہ شیطان اسے چھوڑ گیا ہے . . . . کئی لوگ کہتے کہ جی !
محمدؐ کا رب محمدؐ کو چھوڑ گیا اور یہ تنہا رہ گیا ہے . . . . . . آنحضورؐ مخالفین کے
طعنے سنتے رہے . . . . دکھ اٹھاتے رہے . . . . پھر سترہ دن کے بعد
حضرت جبرئیل امینؑ وحی لے کر پہنچے . . . آنحضرتؐ نے پہلا سوال کیا . . . .
مَا نُعِلَ بِكَ يَا جِبْرِيْلُ . . . . اے جبرئیل امینؑ تجھے کیا ہو گیا تھا
. . . . . . اتنے دن تم کہاں رہے ہو . . . . . مجھے اتنے دن انتظار کی زحمت

گوارا کرنا پڑی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مخالفین کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑی اور ان کے تمسخر کا نشانہ بننا پڑا

حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب پیغمبر آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں اپنے ارادے اور اپنی مرضی سے آپ کے ہاں آتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں ہرگز نہیں، نہ کبھی پہلے اپنے ارادے سے آیا تھا، اور نہ آج اپنے ارادے سے آیا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم تو اپنے پر کو اس وقت تک حرکت نہیں دے سکتے جب تک اللہ رب العزت کا حکم نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس نے پہلے نہیں بھیجا میں بھی نہیں آیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج اس نے حکم دیا ہے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔

یا رسول اللہ خداوند قدوس سب سے پہلے آپ کی تسلی و تسکین اور دلجوئی کے لئے فرماتے ہیں۔

وَالضُّحٰى ۔ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۔

قسم ہے روشن دن کی، اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے کہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا بھی نہیں، اور تیرا رب تجھ سے ناراض بھی نہیں ہوا۔

اب سنیئے کہ وحی کا سلسلہ سترہ دن تک بند کیوں رہا؟ یا رسول اللہ، آپ روزانہ کہتے تھے کہ کل آنا میں کل تمہارے سوالوں کے جواب دوں گا، مگر آپ انشاءاللہ نہیں کہتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ تو اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ تو ہر حالت میں اللہ کے محتاج ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کو علم نہیں کہ کل کیا ہو گا، پھر آپ کل کے کام کو اللہ کی مشیئت پر کیوں نہیں چھوڑتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے پیارے آپ کو کہنا چاہیئے تھا، کل آنا میں انشاءاللہ کل آپ کے سوالوں کے جواب دوں گا۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرمایا

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ

آپ کسی کام کے متعلق نہ کہا کریں کہ میں کل یہ کام کروں گا ، بلکہ کہا کریں کہ میرے اللہ نے چاہا تو میں کل یہ کام کروں گا . . . . . کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا .

حضرت عائشہؓ کا فتویٰ!

ام المؤمنین صدیقۂ کائنات سیدہ عائشہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک ارشاد . . . . . بلکہ فتویٰ بھی سن لیجئے ، شاید اُمّ المؤمنین کا ارشاد ان کے بیٹوں پر اثر کر جائے . فرماتی ہیں

مَنْ قَالَ إِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يَقُولُ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ (بخاری ج۲ ص۷۲ ، مسلم ج۱ ص۹۸)

جو شخص یہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے واقعات وحالات کو جانتے ہیں تو بے شک اس شخص نے اللہ پر بہتان باندھا ہے . کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے پیغمبر فرما دیجئے کہ آسمان وزمین کی کوئی مخلوق غیب کا علم نہیں رکھتی سوائے اللہ تعالیٰ کے .

حضرت عائشہؓ کا ایک اور فتویٰ!

اُمّ المؤمنینؓ کا ایک اور فتویٰ بھی سن لیجئے . . . . فرماتی ہیں

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الآیۃ (ابو عوانہ ج۱ ص۱۵۵)

جو آدمی تجھ سے یہ کہے کہ اللہ کے رسول کل کی بات کو جانتے ہیں تو بے شک وہ آدمی جھوٹ کہتا ہے . پھر حضرت عائشہؓ نے سورت لقمان کی آخری آیت تلاوت فرمائی

حاضرین کرام! آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دو ارشاد سن لئے ہیں ...... اس سے پہلے خود آنحضرتؐ کا ارشادِ گرامی بھی آپ سن چکے ہیں..... قرآن کی آیت کریمہ کا مفہوم بھی آپ نے سن لیا ہے۔ ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ کل کے واقعات و حوادث، کل کے حالات و افعال کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پانچ اشیاء میں سے آخری چیز

بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ

سورت لقمان کی آخری آیت میں مذکور پانچ اشیاء میں سے پانچویں اور آخری چیز ہے.....

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ

..... کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کس زمین پر مرے گا....... اس کی موت کس نوعیت کی ہوگی....... طبعی موت مرے گا یا شہادت کا مرتبہ پائے گا...... کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ زمین کا کونسا ٹکڑا اس کی آخری آرامگاہ بنے گا........ دفن ہو گا بھی سہی یا نہیں....... تجہیز و تکفین ہوگی یا نہیں، اور اگر تجہیز و تکفین ہوگی تو کس کے ہاتھوں ہوگی......... اس کی موت پانی میں غرقابی سے ہوگی....... آگ میں جلنے سے ہوگی... جانوروں کا لقمہ بن جائے گا....... کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب تک زندہ رہے گا اور کس گھڑی موت کا پنجہ اس تک پہنچ جائے گا۔

سامعین گرامی! سورت لقمان کے آخر میں جن پانچ چیزوں کا تذکرہ ہوا۔ ان کا تفصیلی، کلی اور محیط علم سوائے خداوند قدوس کے کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ اگرچہ میں نے دلائل کے ساتھ اپنے موقف کو ثابت کر دیا ہے مگر پھر بھی آنحضرتؐ کے چند ارشادات سے اس مسئلے کو مزید واضح کر دوں تاکہ معاملہ نکھر جائے اور کسی قسم کا

شک و شبہ باقی نہ رہے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللهُ وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللهُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللهُ (بخاری ص ۱۴۱/۱۷)

مفاتح الغیب (جن کا ذکر دوسری آیت میں ہوا (وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ) پانچ چیزیں ہیں جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کچھ ہوگا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ . . . . . . اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی، اور کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی موت زمین کے کس ٹکڑے پر ہوگی۔ . . . . . اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔

رحمتِ کائناتؐ نے فرمایا

ایک اور ارشاد نبی بھی سن لیجئے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سرخ رنگ کے خیمے میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص گھوڑی پر سوار خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اور پوچھا

مَنْ أَنْتَ . . . . . آپ کون ہیں . . . آپؐ نے فرمایا . . . . . أَنَا رَسُولُ اللهِ . . . . . . میں اللہ کا رسول ہوں . . . . . آنے والے نے پوچھا . . . . مَتَى السَّاعَةُ . . . . . قیامت کب آئے گی . . . . . . آپ نے جواب دیا . . . . غَيْبٌ وَمَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ . . . یہ غیب

کی بات ہے اور اللہ کے بغیر اس کو کوئی نہیں جانتا ۔ ۔ ۔ پھر اس شخص نے سوال کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مَا فِی بَطْنِ فَرَسِیْ ۔ ۔ ۔ ۔ میری گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رسولِ انور ؐ نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ غَیْبٌ وَمَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ غیب کی بات ہے ، اور غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ سائل نے آخری سوال کیا ۔ ۔ ۔ ۔ فَمَتٰی یَمْطُرُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بارش کب آئے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ ؐ نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غَیْبٌ وَمَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ غیب ہے اور غیب کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا (درمنثور ص ۱۶۵)

امام الانبیاء کا ایک اور ارشاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد بھی سماعت فرمائیے ۔ ۔ ۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں کاشانۂ نبوت پر پہنچا اور دروازے پر کھڑے ہو کر عرض کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز کو سن کر اپنی لونڈی سے فرمایا یہ شخص اجازت لینے کا اسلامی طریقہ نہیں جانتا ۔ ۔ ۔ ۔ اسے جا کر سمجھاؤ ، کہ پہلے سلام کرے اور پھر اجازت طلب کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ صحابی کہتے ہیں میں نے آنحضرت ؐ کا یہ فرمان خود سُن لیا اور پھر عرض کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ میں حاضر ہو سکتا ہوں ۔ چنانچہ آپ ؐ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا ۔ ۔ ۔ ۔ آپ ؐ ہمارے لئے کیا احکام لائے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ آپ ؐ نے فرمایا میں تمہارے لئے بھلائی ہی بھلائی لایا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ میری تعلیم یہ ہے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی خالص عبادت کرو ، اور لات و عزّیٰ کی عبادت و پکار چھوڑ دو ۔ ۔ ۔ ۔ اور رات دن میں پانچ وقت کی نماز پڑھو ، اور ایک مہینے

(رمضان) کے روزے رکھو ۔ اور بیت اللہ کا حج کرو۔ اور دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کرو، اور غریبوں، محتاجوں میں تقسیم کر دو۔ ۔ ۔ ۔ پھر میں نے عرض کیا

فَهَلْ بَقِيَ مِنَ الْعِلْمِ شَيْءٌ لَا تَعْلَمُهُ ۔ ۔ ۔ کیا کوئی ایسا علم باقی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے یہ سوال سن کر فرمایا

قَدْ عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْخَمْسُ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الآية

اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ بھلائی کی باتیں بتائی اور سکھائی ہیں۔ اور بے شک بعض علوم ایسے بھی ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چنانچہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ ۔ ۔ ۔ پھر آپ نے سورت لقمان کی یہی آخری آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرات گرامی قدر! امام الانبیاء رحمتِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بعد اور قرآن کی آیات کے بعد اگرچہ کسی اور قول کی ضرورت تو نہیں رہتی۔ ۔ ۔ ۔ لیکن امورِ خمسہ کے علم کے بارے۔ خلیفۂ رابع ۔ ۔ ۔ ۔ داماد نبی۔ ۔ ۔ ۔ فاتح خیبر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول بیان کرنا ضروری ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے کہ ہمارے ملک کا ایک طبقہ اپنے آپ کو محبانِ علی کے رنگ میں پیش کر کے شرک کی دلدل کا قیدی بن چکا ہے۔ ۔ ۔ ۔ وہ طبقہ حضرت علیؓ کو عالم الغیب سمجھتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ طبقہ حضرت علیؓ کو عالم ماکان و مایکون جانتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ طبقہ حضرت علیؓ کو خدائی صفات میں شریک مانتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُس طبقہ کے سنجیدہ لوگوں کے لئے شاید حضرت علیؓ کا قول ہدایت و راہنمائی کا سبب بن جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر لطف کی بات

یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ ارشاد میں اہلسنت کی کتب سے پیش نہیں کر رہا ہوں۔
۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ اہلِ تشیع کی کتاب سے پیش کر رہا ہوں گویا کہ ؎ چراغ غیر کا ہے
رات اُن کی ــــــــ یا! زبان میری ہے بات اُن کی ۔ ۔ ۔ اور کتاب
بھی غیر معتبر نہیں، بلکہ معتبر ترین بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معتمد علیہ بھی ۔ ۔ ۔ ۔ اتنی معتبر
اور اتنی معتمد علیہ کہ دنیا کا کوئی شیعہ اسے جھٹلا نہیں سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی شیعہ
اس سے انکار نہیں کر سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نام یاد رکھ لیجئے ۔ ۔ ۔ ۔ کتاب کا نام
ہے نہج البلاغۃ صفحہ ج ۱ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور قول ہے سیدنا علیؓ کا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ان ہاں کتاب بھی معتبر اور جس کا قول ہے وہ داماد نبی بھی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ حسنینؓ
کا بابا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فاطمہؓ کا شوہر نامدار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو لعین حضرت علیؓ
کے ارشاد کو نہیں مانتا اسے اپنے آپ کو محبِّ علی کہلانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

حضرت علیؓ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بصرہ میں اس طرح جنگی کاروائیاں
ہونگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تاتار کا فتنہ ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زنگی کا واقعہ اس طرح پیش آئے
گا۔ (وغیرہ وغیرہ) تو ایک شخص نے سوال کیا۔
امیر المؤمنین آپ کو تو علم غیب عطا کیا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت علیؓ
یہ سُن کر ہنس پڑے اور فرمایا یہ علم غیب نہیں ہے یہ تو علم والے سے سیکھی ہوئی چند
باتیں ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علم غیب تو قیامت کا علم ہے اور وہ پانچ چیزیں ہیں جن کو
سورت لقمان کے آخر میں بیان فرمایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس اللہ تعالیٰ ہی جانتا
ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خوبصورت ہے
یا بدصورت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سخی ہے یا بخیل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بد بخت ہے یا نیک بخت
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کون جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا ــــــ اور کون جنت میں
اولاد کا ساتھی ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ہے علم غیب جس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا

حضرت جعفر صادقؒ کا اقرار اور نظریہ

حضرت سیدنا علیؓ کے ارشاد گرامی کے بعد ضرورت تو نہیں کہ کسی اور کا قول و نظریہ پیش کر کے اہل تشیع کو دعوت فکر دی جائے ـــــ لیکن ہمارے ملک عزیز پاکستان میں گزشتہ کئی سالوں سے "فقہ جعفریہ" کا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے۔ یہ فقہ حضرت جعفر صادقؒ سے منسوب ہے . . . . . . آیئے اہل تشیع کے چھٹے امام جعفر صادقؒ کا ایک ارشاد بھی سنئے . . . تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے اور نکھر جائے . . . حضرت جعفر صادقؒ کا یہ ارشاد بھی اہلسنت کی کسی کتاب سے نہیں بلکہ اہل تشیع کی کتاب سے پیش کیا جا رہا ہے . . . . . . اور کتاب بھی معمولی نہیں . . . بلکہ شیعہ مذہب کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی ص ۲۲۹ کتاب الحجۃ) میں ان کا یہ ارشاد موجود ہے۔ فرمایا

یَا عَجَبًا لِاَقْوَامٍ یَزْعُمُوْنَ اِنَّا نَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ . . .

تعجب ہے ان لوگوں پر جو گمان کئے بیٹھے ہیں کہ ہم غیب کا علم رکھتے ہیں۔ حالانکہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے . . . . آگے حضرت جعفر صادقؒ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک لونڈی کو مارنے کا ارادہ کیا تھا وہ ڈر کے مارے بھاگ گئی اور مجھے یہ علم نہیں کہ وہ لونڈی اب مکان کے کس کمرہ میں ہے۔

سامعین گرامی! حضرت سیدنا علیؓ اور حضرت جعفر صادقؒ کے ارشادات سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ ان دونوں کا نظریہ اور خیال یہ ہے کہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ اور اس کی اس صفت میں مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ

آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی۔ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سورت لقمان کی آخری آیت میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہوا ہے۔ یہی مفاتیح الغیب ہیں۔ . . . . پھر اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

هٰذِهِ الْخَمْسَةُ لَا يَعْلَمُهَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُصْطَفٰى فَمَنِ ادَّعٰى اَنَّهٗ يَعْلَمُ شَيْئًا مِنْ هٰذِهٖ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ خَالَفَهٗ (خازن ج۵ ص۲۳)

یہ پانچ چیزیں ہیں، جن کا علم نہ کسی مقرب فرشتے کو ہے، اور نہ کسی نبی کو جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعوی کرے تو اس نے قرآن کا انکار کیا اس لئے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔

امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ

آخر میں سراج الائمہ، امام اعظم، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی بھی سماعت فرمایئے، تاکہ ان بیماروں کو شفاء کاملہ نصیب ہو، جو اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں، پھر شرک کی بیماریوں میں بھی مبتلا ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے دور میں منصور بادشاہ نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا ____ وَسَاَلَهٗ عَنْ مُدَّةِ عُمْرِهٖ ۔ اور اپنی عمر کے متعلق سوال کیا کہ میری زندگی کتنی باقی ہے، اور مجھ پر موت کب آئے گی۔ . . . . . . ملک الموت نے اس کے سوال پر اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا . . . . منصور بہت پریشان ہوا، صبح ہوتے ہی، بڑے بڑے معبّرین کو دربار میں طلب کیا گیا، اور ہر ایک سے خواب کی تعبیر پوچھی گئی . . . . . کسی نے کہا ملک الموت نے پانچ انگلیوں کا اشارہ کر کے بتایا ہے کہ تیری زندگی پانچ سال رہ گئی ہے . . . . . کسی نے کہا تیری زندگی پانچ ماہ رہ گئی ہے . . . . . کسی نے کہا ملک الموت کے اشارے

کا مطلب تھا کہ تیری زندگی پانچ دن رہ گئی ہے۔ . . . . امام اعظم ابوحنیفہؒ کو پتہ چلا تو دربار میں آئے ۔ اور فرمایا ملک الموت کے پانچ انگلیوں کے اشارے کا مطلب نہ پانچ سال ہے۔ . . . . . نہ پانچ مہینے۔ . . . . . نہ پانچ دن . . . . . بلکہ ملک الموت پانچ انگلیوں کا اشارہ کر کے سورت لقمان کی آخری آیت کی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا۔ کہ اے منصور تیری موت ان پانچ اشیاء میں سے ہے جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ (مظہری صـ ۲۳۰ ج ۷ ، مدارک صـ ۲۱۹ ج ۳)

سامعین کرام ! میں ثابت یہ کرنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی میں اپنے دعویٰ " اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ " کہ میرے سوا معبود اور الٰہ کوئی نہیں کے ثبوت کے لئے جو دلائل دیئے ہیں ان میں سے پانچویں دلیل " یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ " دی ہے چونکہ عالم الغیب صرف اور صرف میں ہوں ، چونکہ عالم ما کان وما یکون " صرف اور صرف میں ہوں ، چونکہ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ صرف اور صرف میں ہوں ، چونکہ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ صرف اور صرف میں ہوں۔ اس لئے عبادت اور پکار بھی صرف اور صرف میری ہونی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب پر ہم نے تفصیل سے گفتگو کی . . . . . . اور قرآن کی آیت سے . . . . . آنحضرتؐ کے ارشادات سے . . . . . . اصحاب رسولؐ کے اقوال سے . . . . . . آئمہ کرام کے فرمان سے اس مسئلہ کو واضح کیا ، کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے . . . . عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے . . . . باقی مضمون انشاء اللہ آئندہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں بیان کروں گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سترہویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔۔۔۔۔۔

سامعین گرامی قدر! گذشتہ دو خطبوں میں میں نے بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور آپ نے سماعت فرمالیا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے دعویٰ " اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ " کے اثبات کے لئے دلیل دی ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ۔ کہ کائنات کے ذرّے ذرّے کا کلی اور تفصیلی علم صرف اور صرف اللہ کے لئے خاص ہے۔۔۔۔۔۔۔ دنیا کی کوئی شئی اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔ غیب اور حاضر کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔۔۔۔۔ وہ سینوں کے رازوں سے بھی واقف ہے۔ اور دلوں کی دھڑکنوں کو بھی سنتا ہے۔

غرضیکہ عالم الغیب والشہادۃ صرف اور صرف وہی ہے۔

ایک اشکال اور اُس کا جواب

بعض بد دیانت علماء سوء اور مکار بدعتی مبلغ سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو عالم الغیب نہیں کہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس سے تو کوئی چیز غائب اور پوشیدہ ہے ہی نہیں۔۔۔۔۔ اور جب اس سے کوئی چیز غائب اور پوشیدہ نہیں ہے تو وہ عالم الغیب کیسے ہوا! اس لئے

عالم الغیب ہونا مخلوق کی صفت ہو سکتی ہے۔ . . . . خالق کی تو یہ صفت ہو ہی نہیں سکتی،

یہ اعتراض اور یہ اشکال اتنا بے ہودہ، لچر اور فضول ہے کہ اس کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں بسکن چرب زبان واعظ اور جاہل مبلغین بے چارے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں، اور عوام دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں سمجھانے کے لئے کہتا ہوں کہ عالم الغیب کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو چیز اللہ تعالے سے غائب ہے اُسے وہ جانتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے سے تو کوئی چیز مخفی اور غائب ہے ہی نہیں۔ . . . . بلکہ عالم الغیب والشہادہ کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ جو چیز مخلوق سے پوشیدہ اور غائب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی طرح جانتا ہے جسطرح وہ اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق کے سامنے ہے۔

کتنے مفسرین نے اور بہت سے علماء کرام نے اور لغت کے اماموں نے اس کی تصریح کی ہے۔ کہ اللہ کے عالم الغیب ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جو شئی بندوں سے اور مخلوق سے مخفی ہے اللہ تعالےٰ اس شئی کو بھی جانتا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیرؒ، اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں

وَعَنْ اُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَّا الْغَيْبُ فَمَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ (ابن کثیر ص۴۲ ج ۱)

نبی اکرمؐ کے بہت سے صحابہ کہتے ہیں کہ غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بندوں سے مخفی اور غائب ہے۔

عُلامہ نسفی الحنفیؒ کا نظریہ

علامہ نسفی الحنفیؒ فرماتے ہیں

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَی

يَخْتَصُّ مَا غَابَ فِيْهِمَا عَنِ الْعِبَادِ وَخَفِيَ عَلَيْهِمْ عِلْمُهٗ (مدارک ص۲۳ ج۳)

اور اللہ تعالےٰ ہی کے لئے غیب آسمانوں کا اور زمین کا یعنی اس کے ساتھ خاص ہے۔ ان تمام چیزوں کا علم جو آسمان و زمین میں بندوں سے غائب ہیں، اور ان چیزوں کا علم ان بندوں سے پوشیدہ اور مخفی ہے۔

علامہ آلوسی الحنفیؒ فرماتے ہیں

علامہ آلوسی الحنفیؒ اپنی تفسیر روح المعانی ص۱ ج۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں

وَكَوْنُ ذٰلِكَ غَيْبًا بِاعْتِبَارِهٖ عَنِ النَّاسِ وَنَحْوِهِمْ لَا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنَّهٗ لَا يَغِيْبُ عَنْهُ شَيْءٌ وَلٰكِنْ لَا يَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ اِنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ قَصْدًا

اور اس کا غیب ہونا انسانوں اور اسی طرح دوسری مخلوق کی نسبت سے ہے۔ خدا کی نسبت سے غیب نہیں ہے۔ . . . . . اس لئے کہ اللہ تعالےٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ مگر اس معنی کے پیش نظر کہ خدا سے کو' [illegible] ہے۔ یہ کہنا صحیح اور جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ [illegible] جانتا۔

ائمہ لغت کیا کہتے ہیں

میں نے چند مفسرین کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز بندوں سے غائب اور پوشیدہ ہے، اللہ تعالےٰ اسے بھی جانتا ہے . . . . یہ تو تھے مفسرین کے اقوال و ارشادات . . . . . آیئے ایک نظر ائمہ لغت کے ارشادات بھی دیکھ لیں۔ کہ وہ غیب سے کیا مراد لیتے ہیں۔ . . . . . چنانچہ ائمہ لغت . . . . . ابو منصور الثعالبی، علامہ مرتضیٰ الزبیدی، مجد الدین فیروز آبادی، علامہ ابو الفضل القرشی، یہی کہتے ہیں اَلْغَيْبُ كُلُّ مَا غَابَ عَنْكَ . . . .

غیب ہر وہ شئی ہے جو تجھ سے غائب ہو۔ ۔ ۔ (حوالہ کے لئے دیکھئے تاج العروس صفحہ ۱ ج ۱، القاموس صفحہ ۱۱۲ ج ۱، فقہ اللغۃ صفحہ ، مختار الصحاح صفحہ ۴۸۳)

سامعین گرامی قدر! ائمہ لغت اور اقوال مفسرین سے عباد البطن علماء اور محکمہ واعظین کا یہ بودہ اور لچر اشکال دور ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سے چونکہ کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے، اس لئے عالم الغیب ہونا اس کی صفت ہو نہیں سکتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس معنیٰ میں عالم الغیب ہے کہ جو چیز بندوں اور مخلوق سے غائب ہے وہ اسے بھی جانتا ہے

پھر آیئے قرآن و حدیث کے آئینے میں دیکھیں کہ وہاں جا بجا عالم الغیب، علام الغیوب، علیم بذات الصدور، ۔ ۔ ۔ ۔ یہ صفت خداوند قدوس کی ذکر کی گئی ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ○

بے شک میں جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی، اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو،

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ (فاطر آخری رکوع)

بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے غیب آسمانوں اور زمین کا

ایک جگہ پر ارشاد خداوندی ہے

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ.

وہ اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی جاننے والا ہے پوشیدہ۔ اور ظاہر چیزوں کا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کہتے ہیں؟

اللہ تعالٰی نے میدانِ محشر کا ایک منظر قرآنِ پاک میں پیش فرمایا ہے۔ جب حضرت عیسیٰؑ کو سوال وجواب کا سامنا کرنا ہوگا۔ ان سے پوچھا جائے گا۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.

اے عیسیٰ! کیا تم لوگوں سے یہ کہہ آئے تھے کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود مان لینا؟ کیا تم نے اپنی امت کو یہی تبلیغ کی تھی؟ کیا تم یہی کہتے رہے تھے کہ اللہ کو بھی پکار لیا کرو اور ضرورت پڑے تو مجھے اور میری ماں کو بھی پکار لیا کرو؟ . . . . کیا تم نے کہا تھا کہ اللہ سے بھی مدد مانگا کرو . . . . . . اور کبھی کبھی مجھ سے اور میری ماں سے بھی غائبانہ مدد مانگ لیا کرو؟ . . . . . . ہمیں بھی مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا . . . . . . بیماریوں میں گھر کے . . . . تکلیفوں میں مبتلا ہو کے . . . . . دکھوں میں مبتلا ہو کے . . . . مقدمات میں پھنس کے . . . . . . مشکلات میں گرفتار ہو کے ہمیں بھی پکارنا ہم تمہاری مشکلات دور کر دیں گے . . . . . کیا تم اپنی قوم کو یہی تبلیغ کرتے رہے تھے . . . . !

حضرت عیسیٰؑ اس اچانک اور عجیب سوال پر حیران ہو جائیں گے اور ان کے بدن پر کپکپی طاری ہو جائے گی۔ پھر وہ جواب دیں گے۔ . . . . اللہ نے ان کے جواب کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

قَالَ سُبْحٰنَكَ . . . . مولا تیری ذات پاک ہے۔ . . . . . . مولا اپنی عبادت اور پکار کی دعوت دینا تو شرک ہے۔ اور تیری ذات شریکوں سے پاک ہے

۔۔۔ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۔۔۔۔۔ میرے لئے مناسب نہیں تھا کہ میں ایسی بات کرتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ ۔۔۔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۔۔۔۔۔ اگر میں نے یہ بات کہی بھی ہے تو تو جانتا ہے۔ ۔۔۔۔ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۔۔۔۔۔ اے میرے مولا تو تو میرے دل کی بات جانتا ہے (یعنی تو جانتا ہے یہ شرکیہ اور خبیث وسوسہ تک میرے دل میں کبھی نہیں آیا) اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ بے شک تو ہی غیبوں کا جاننے والا

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا عقیدہ و نظریہ بھی یہی تھا کہ علام الغیوب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

تمام انبیاء کرامؑ کا نظریہ

اللہ تعالیٰ نے میدان محشر میں تمام انبیاء کرام کو جمع کر کے ایک سوال فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا سوال اور انبیاء کرام کا جواب قرآن مجید میں نقل فرمایا ہے۔ ۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ ۔۔۔۔ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۔۔۔۔ تم کس طرح مانے گئے تھے۔ ۔۔۔ یعنی تمہارے بعد تمہاری قوم پر کیا حالات گزرے ۔۔۔۔۔ انبیاء کرامؑ جواب دیں گے لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔۔۔۔۔

یا اللہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ بے شک تو ہی ہے غیبوں کا جاننے والا

انبیاء کرامؑ کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو عَلَّامُ الْغُيُوْبِ کہنا درست اور صحیح ہے۔

اِمَامُ الْاَنْبِيَاء صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں،

قرآن مجید کے ان ارشادات کے علاوہ امام الانبیاء ۔۔۔۔۔۔

رحمتِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان بھی اس بات کی غمازی کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے۔ اور اس کے لئے صفت علم غیب کا اطلاق کرنا درست اور جائز ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ہمیں تمام امور میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح ہمیں سورتیں سکھایا کرتے تھے . . .
. . . استخارہ کی دعا میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ.

اے میرے پروردگار! تو ہر کام پر قادر ہے اور میں کسی کام کی قدرت نہیں رکھتا۔ . . . تو ہر امر کو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا ہے

- اسی طرح رحمتِ عالم سرورِ کونین نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایک دعا سکھائی کہ یہ دعا صبح و شام پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ . . (ترمذی ص۱۷۷ ج۲)

اے اللہ تو ہی ہے زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا اور ہر چیز کا رب اور مالک بھی صرف تو ہے۔

- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کے لئے تیار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَاِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (ترمذی ص۱۷۷ ج۲)

اے میرے پروردگار! اے جبریل کے پروردگار، میکائیل و اسرافیل کے مولا، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے چھپی اور ظاہر چیزوں کے جاننے والے۔

○ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھائی جس میں یہ لفظ بھی تھے۔

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

اے میرے پروردگار! میں تیری ذات کی بدولت ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کو تو جانتا ہے۔ . . . . . کیونکہ تمام غیبوں کا جاننے والا صرف تو ہی ہے

حاضرین گرامی قدر! آنحضرتؐ کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے۔ . . . . . اور اللہ تعالٰی کے لئے عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اور عَالِمُ الْغَيْبِ کا اطلاق درست اور صحیح ہے۔

حضرات! اب تک جو کچھ آپ نے سُنا اور میں نے بیان کیا "يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ" کے ضمن میں . . . . اس بیان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ علم غیب صفت خداوندی ہے . . . . . عالم الغیب صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے . . . . وہ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے . . . . . وہ علام الغیوب ہے . . . . وہی عَالِمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ہے . . . . کائنات کا کوئی ذرہ . . . . ریت کا کوئی دانہ . . . . . درخت کا کوئی پتہ . . . . گلشن کا کوئی پھول . . . . دریاؤں کا کوئی قطرہ . . . . . . بارش کی کوئی بوند . . . . . آسمانِ دنیا کا کوئی ستارہ اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں . . . . . . کوئی حقیر سے حقیر اور کم سے کم تر شئ ایسی نہیں جو اُس کے وسعت علم سے باہر ہو . . . . . . اس عقیدے پر قرآن مقدس کی متعدد آیات گواہ ہیں، اور امام الانبیاء سرورِ کائناتؐ کے ارشادات گرامی سے بھی یہی کچھ ثابت ہوتا ہے . . . . . . آنحضرتؐ کے تمام صحابہ کرامؓ کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے . . . . امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا مسلک بھی اس کی تائید کرتا ہے . . . . . . امت کے تمام محدثین کا اس پر اجماع

ہے۔ . . . . . مفسرین کرام کا بھی یہی خیال ہے . . . . . اور علماء امت کا متفقہ عقیدہ بھی یہی ہے کہ خداوند قدوس کی اس صفت علم غیب میں مخلوقات میں سے کوئی بھی شریک نہیں ہے . . . . . . اللہ تعالٰے کے سوا کوئی اور بھی عالم الغیب ہو . . . . . . یہ نہیں ہو سکتا . . . . اس نظریہ کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

آیئے اب آپ کو تصویر کا دوسرا رُخ بھی دکھاؤں . . . . اب تک آپ نے مسئلہ علم غیب کا مثبت پہلو سنا . . . . . . اب ذرا اس کے منفی پہلو پر بھی نگاہ ڈالیں . . . . . کہ آیا مخلوقات میں سے کوئی ایسا ہے جس کو صفت علم غیب حاصل ہو . . . . . اور اس کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہو . . . . . . اُسے عالم ما کان و ما یکون کہا جا سکتا ہو . . . . . . اس سے دنیا کی کوئی شے مخفی نہ ہو . . . . وہ زمین و آسمان کے غیب کو جانتا ہو . . . . اسے تمام غیوب کا علم دیا گیا ہو . . . . جب تک مسئلے کے اس پہلو پر روشنی نہیں ڈالیں گے، اس وقت تک مسئلہ مبہم رہے گا . . . . . . اور مسئلہ پیچیدہ ہی رہے گا . . . . تو آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ مسئلہ بھی حل کریں تاکہ معاملہ نکھر جائے . . . . دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے اور کوئی شبہ اور اشتباہ باقی نہ رہے۔

عزیزانِ گرامی قدر! بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ اگر مخلوقات میں سے کسی کو صفتِ علم غیب سے نوازا جاتا . . . . . . اور غیب کا کُلی علم کسی کو عطا کیا جاتا تو یقیناً وہ ہستی اور وہ ذات امام الانبیاء . . . . سید المرسلین . . . . خاتم الرُسل . . . . . . ہادی سُبل . . . . . . حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہوتی . . . . . کیونکہ آپ شفیع المذنبین ہیں . . . . اور آپ

رحمۃ للعالمین بھی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے کہ آپؐ سید الکائنات بھی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور شافعِ روزِ محشر بھی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے کہ آپؐ نوریوں ، ناریوں ، اور خاکیوں کے سردار ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمام مخلوقات سے آپ کا مقام اعلیٰ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کا مرتبہ افضل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی شان دو بالا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی منزلت ، آپ کا جاہ و جلال ، آپ کا درجہ ، ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی عظمت و رفعت ، اور آپ کا مقام بلند و بالا ہے اور اس درجہ و مقام میں مخلوقات میں سے کوئی بھی آپ کا ہمسر اور ہم پلّہ نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ سیدِ وُلدِ آدم ہیں ، اور بعد از خدا بزرگ توئی کے مصداق ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مقام و مرتبہ اور درجہ و شان اور اس قدر و منزلت کی بنا پر اگر صفتِ علمِ غیب مخلوقات میں سے کسی کو عطا ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ حقدار آپؐ ہی تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ اس کے لائق و مناسب تھے ۔

———— لیکن آیئے قرآن سے پوچھتے ہیں وہ اس بارے کیا فیصلہ دیتا ہے ———— ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ (سورۂ انعام ۵۰)

اے میرے محبوب پیغمبرؐ ! آپ تین باتوں کا اعلان فرمائیں تاکہ آپ کے مقام و مرتبہ اور بلندیٔ درجات سے کوئی شخص شبہ میں نہ پڑ جائے اور دھوکہ کا شکار نہ ہو جائے ۔ اس لئے آپ اعلان کریں کہ لوگو ! مَیں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرا اعلان فرمائیں کہ لوگو ! مَیں غیب نہیں جانتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور تیسرا اعلان کریں کہ لوگو ! مَیں تم سے نہیں کہتا کہ مَیں فرشتہ ہوں ۔

ہمارا چیلنج اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں کے اعلان کرنے کا حکم دیا ہے ۔ ۔ ۔

. . . ایک اعلان یہ کہ میں اللہ کے خزانوں کا مالک و مختار نہیں ہوں . . . . . دوسرا اعلان یہ کہ میں غیب نہیں جانتا . . . . . تیسرا اعلان یہ کہ میں نوری نہیں ہوں . . . . کیا کائنات کا کوئی رضاخانی اس نصِ قطعی کے مقابلہ میں قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت دکھا سکتا ہے . جس میں آنحضرتؐ سے یہ اعلان کروایا گیا ہو کہ لوگو! "اِنِّیْ اَعْلَمُ الْغَیْبَ" کہ میں غیب جانتا ہوں، یا اللہ تعالٰی نے اعلان فرمایا ہو کہ لوگو! میرا پیغمبرؐ غیب جانتا ہے . . . . . . ہاں کوئی بدعتی ملاں جو احادیث کے ذخیرہ میں سے کوئی ایک حدیث پیش کر دے جس میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہو کہ لوگو! مجھے غیب کا کلی و تفصیلی علم عطا کیا گیا ہے . . . . . . کائنات کا کوئی رضاخانی قیامت کے طلوعِ آفتاب تک کوئی ایسی آیت اور کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتا . . . . . . افسوس صد افسوس کہ اس نصِ صریح اور واضح اعلان کی موجودگی میں بدعتی ملاؤں اور عباد البطن پیروں نے یہ مشرکانہ عقیدہ تراش رکھا ہے کہ آنحضرتؐ عالم ماکان و مایکون ہیں۔

دُوسری آیت

اگر ایک آیت سے کسی کو باطن کی تسلی نہیں ہوئی تو دوسرا ارشاد سماعت فرمائیے . . . . . یہاں بھی اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبرؐ کی زبانِ مقدس سے اعلان کروایا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورت اعراف پ۹)

آپ اعلان کر دیں کہ میں تو اپنے نفس اور اپنی جان کے نفع و نقصان کا مالک و مختار نہیں ہوں (جب اپنی جان کے نفع و نقصان کا اختیار میرے پاس نہیں ہے تو تمہارے نفع و نقصان کا مالک و مختار میں کیسے ہو سکتا ہوں۔

اور اگر میں عالم الغیب ہوتا تو بہت سی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

(اگر میں غیب کا علم رکھتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر میں آنے والے واقعات کو جانتا ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر میں پوشیدہ اور مخفی باتیں جانتا تو بہت سی بھلائیاں۔ ۔ ۔ بہت سے منافع جمع کر لیتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر میں آنے والے واقعات کو جانتا ہوتا تو مجھے کبھی کوئی برائی اور تکلیف نہ پہنچتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے کبھی کوئی ضرر نہ پہنچتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی فقر اور بھوک اور قحط کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ۔ ۔ ۔ ہاں اگر میں عالم الغیب ہوتا تو میرا دانت شہید نہ ہوتا اور میرا چہرہ زخمی نہ ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا بدن لہو لہان [illegible] جاتا۔ ۔ ۔ ۔ جو عالم الغیب ہوتا ہے وہ میدانِ جنگ میں گڑھے کے ا[illegible]ہیں گرتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ گھوڑے سے گر کے زخمی نہیں ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]ں جو زہر آلود کھانا کھالے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس کے ستر صحابی دھوکے سے شہید کر دیے جائیں وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب اور تکلیف کا آنا، دکھوں اور بیماریوں کا طاری ہونا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نہ آپ مختارِ کل تھے اور نہ ہی آپ عالم الغیب ہیں۔ ۔ ۔

ہمارا ایک اور چیلنج

میں نے قرآنِ مقدس کی دو آیتیں پیش کی ہیں۔ جن میں صراحت و وضاحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پہلی آیت میں۔ ۔ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ کے کلمات کے ساتھ، اور دوسری آیت میں۔ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کے الفاظ کے ساتھ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان دونوں مقامات پر لفظِ علم بھی ہے۔ اور لفظ غیب بھی اور پھر آنحضرت سے نفی کی گئی ہے ———————— ہمارا اور اہلِ بدعت کا اختلاف آنحضرتؐ کے علم میں نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اہلِ بدعت

بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے کم اور تمام کائنات سے زیادہ علم آنحضورؐ کو حاصل تھا
اور ہم بھی کہتے ہیں کہ ایک اللہ سے کم اور ساری دنیا سے زیادہ اگر کسی کے پاس علم ہے تو
وہ آنحضرتؐ کی ذاتِ گرامی ہے۔

اسی طرح ہمارا اور اہل بدعت کا اختلاف صرف غیب میں بھی نہیں ہے اس لئے کہ ہم بھی
یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے آخری پیغمبرؐ کو بے شمار غیب کی خبروں پر
اطلاع دی ہے ـــــــ اور اہلبدعت بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ
نے اَن گنت غیب کی خبروں پر اپنے پیغمبرؐ کو اطلاع دی ہے ـــــــ ہمارا
اور اہلبدعت کا اختلاف آنحضرتؐ کے علم کے لئے نہیں ہے اور نہ صرف غیب کے
بارے ہے۔ بلکہ اختلاف ہے "علم غیب" کے بارے ـــــــ اہلبدعت
کہتے ہیں آنحضرتؐ کو "علم غیب" کی صفت حاصل تھی ـــــــ ہم اہلبدعت
کو چیلنج کرتے ہیں کہ قرآنِ مقدس کی کوئی آیت یا احادیث کے
ذخیرہ میں سے کوئی ایک حدیث پیش کرو جس میں آنحضرتؐ کے لئے علم اور غیب
کا لفظ اکٹھا استعمال ہوا ہو۔ . . . . . آپؐ نے فرمایا ہے اِنِّیْ اَعْلَمُ
الْغَیْبَ۔ یا خداوندِ عالم نے فرمایا ہو اِنَّ النَّبِیَّ یَعْلَمُ الْغَیْبَ . . . .
. . . یاد رکھئے قرآن و حدیث میں جس جگہ نبی اکرمؐ کے لئے لفظ علم استعمال ہوگا وہاں
لفظ غیب نہیں آئے گا۔ اور جہاں لفظ غیب ہوگا وہاں علم کا لفظ استعمال نہیں
ہوگا۔ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ۔ یہاں لفظ علم تو ہے مگر لفظ غیب نہیں ہے
. . . . اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ یہاں بھی لفظ علم ہے لیکن
غیب ندارد ـــــــ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ
ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ . . یہاں لفظ غیب تو موجود ہے مگر لفظ علم نہیں ہے
. . . . . . وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ یہاں بھی لفظ غیب کا

ہے۔ لیکن علم کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ . . . . . وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ یہاں لفظ غیب ہے، لیکن علم کا لفظ ندارد . . . . یاد رکھئے آنحضورؐ کے لئے جہاں کہیں لفظ علم استعمال ہوگا، وہاں لفظ غیب استعمال نہیں ہوگا۔ اور جہاں آپ کے لئے لفظ غیب استعمال ہوگا وہاں لفظ علم نہیں ہوگا . . . . . آنحضرتؐ کے لئے علم اور غیب کے اکٹھے الفاظ قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی حدیث سے دنیا جہان کا کوئی بدعتی طال ثابت نہیں کر سکتا۔

اہلبدعت کی باطل تأویل

حضرات گرامی قدر! قرآن مجید کی دو آیتیں میں نے پیش کی ہیں، اور آپ نے بغور انہیں سن لیا ہے۔ جن سے بڑے واضح اور صاف الفاظ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کائنات، سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی زبان مبارک سے اعلان کروایا گیا کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔ . . . مخفی اور پوشیدہ چیزوں کا علم مجھے نہیں ہے۔ . . . . . . علم غیب صفت ہے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اور اس صفت میں اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں . . . . جب امام الانبیاء سرور کائناتؐ کو غیب کا کلی اور تفصیلی علم نہیں ہے تو مخلوق میں سے اور کون ہے جس کو یہ صفت حاصل ہو

لیکن مسئلہ اتنا واضح ہونے کے باوجود علاج آں باشد کہ چپ نشود، کہ مقولہ کے تحت اہل بدعت سمجھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ بولتے رہنے کا نام "دلیل" ہے . . . .

اسی لئے اہلِ بدعت کے امام مولوی احمد رضا خان بریلوی سے لے کر مولوی محمد عمر اچھروی تک تمام اہلبدعت علماء نے یہود و نصاریٰ کے نقش قدم کو اپنا کے ان آیات کی اور باقی آیات کی اس طرح تاویل کی ہے کہ جہاں جہاں آنحضرتؐ کی زبانِ مقدس

سے اس بات کا اعلان کروایا گیا ہے کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں۔ اس سے مراد یہ کہ میں ذاتی طور پر نہیں جانتا بلکہ اللہ کی عطا سے عالم الغیب ہوں۔ . . . .

مراد یہ ہے کہ میں خود غیب نہیں جانتا بلکہ اللہ کی عطا سے جانتا ہوں . . . . .

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے ——— تو جہاں نفی ہوئی ہے وہاں ذاتی علم کی نفی ہوئی ہے۔ عطائی علم کی نفی نہیں ہوئی۔ اور ہم بھی آنحضرت کے لیئے ذاتی علم غیب کے قائل نہیں بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ خداوند قدوس نے انہیں غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

سامعین گرامی قدر! اہل بدعت کی یہ تاویل اور مغالطہ بظاہر تو بڑا ہی دلکش اور خوشنما ہے۔ مگر فریب اور دھوکہ کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ قرآن کی ایسی معنوی تحریف ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علماء بھی حیران و پریشان ہوگئے ہونگے . . . . یہ مغالطہ جتنا پُرفریب ہے اتنا ہی بودا بھی ہے ذرا سا ذہن پر دباؤ ڈال کر سوچا جائے تو اس پُرفریب جال کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں . . . . ذاتی اور عطائی کی تاویل کرنے والے اور چکر چلانے والے

جاہلوں سے ہمارا سوال ہے کہ

کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا وجود ذاتی تھا؟ . . . . ظاہر ہے کہ آپ کا وجود ذاتی نہیں تھا بلکہ عطائی تھا تو اس عطائی وجود کو (جو موصوف ہے) جو صفات ملیں گی وہ صفات بھی لازماً عطائی ہونگی . . . . اور جب اس عطائی وجود سے کسی صفت کی نفی ہو گی تو وہ عطائی صفت کی نفی ہو گی . . . . جب صفت ہی ذاتی نہیں تو پھر ذاتی صفت کی نفی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

جب کفار مکہ آپ سے سوال کر رہے تھے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا کہ قیامت کب آئے گی یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ . . . . .

يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ . . . . اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں فرما . . رہے تھے اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ، اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ، اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ قیامت کے وقوع کے وقت کا علم تو میرے اللہ کے پاس ہے۔

اب آپ امانت و دیانت سے فیصلہ فرمائیں کہ آنحضرتؐ کے جواب کا یہی مقصد تھا کہ قیامت کے وقت کا ذاتی علم تو اللہ کے پاس ہے اور عطائی علم میرے پاس ہے . . . . . . کیا کفار مکہ کا سوال یہی تھا کہ قیامت کے وقت کا ذاتی علم کس کو ہے ؟ . . . . خدا کے لئے سادہ لوح مسلمانوں پر رحم کھائیے اور اس طرح کی معنوی تحریف سے اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی مذموم کوشش نہ کیجیے۔

خدارا ! علم و عقل کے حوالے سے سوچیئے اگر نفی علم غیب سے یہی مراد ہے جو ہمارے مہربانوں نے سمجھا ہے کہ میں ذاتی طور پر عالم الغیب نہیں ہوں اور ان تمام آیات میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے تو پھر دریافت طلب امر یہ ہے کہ

کیا آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت ذاتی تھی یا عطائی ؟ اگر ذاتی نہیں تھی اور یقیناً ذاتی نہیں تھی تو پھر آپؐ نے علم غیب کی نفی کی طرح اپنی رسالت و نبوت کی نفی کیوں نہ فرمائی ؟ . . . . آپ اعلان کرتے کہ میں اللہ کا نبی نہیں ہوں۔ . . . . . پھر آپ مسئلہ علم غیب کی طرح یہاں بھی تاویل کر لیتے کہ آپ اللہ کے نبی تو ہیں اور آپ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ میری نبوت ذاتی نہیں ہے بلکہ عطائی ہے . .

. . . . . .

کیا قرآن مقدس آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خداوند قدوس کی عطا تھا ؟

اگر ذاتی طور پر قرآن حاصل نہیں ہوا تھا بلکہ عطا ہوا تھا تو پھر آپ نے جس طرح علم غیب کی اپنے آپ سے نفی فرمائی اس طرح علم قرآن کی نفی کیوں نہ فرمائی ؟

اپنے شرکیہ عقائد و نظریات کو ثابت کرنے کے لئے ذاتی اور عطائی کی بحث کا چکر چلانے والو! یہ ذاتی اور عطائی کی تفریق گلے کا کانٹا بن جائے گی۔ اور مہربانوں کو جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ . . . . . بلکہ جان چھڑانا مشکل بن جائے گی۔
——— اس لئے اگر کوئی عیسائی یوں کہے کہ میں اللہ رب العزت کو ذاتی طور پر اللہ مانتا ہوں . . . . مگر حضرت عیسیٰؑ کو عطائی طور پر الٰہ تسلیم کرتا ہوں اس لئے میں مشرک نہیں ہوں۔ تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

اگر کوئی یہودی کہے کہ میں اللہ رب العزت کو ذاتی طور پر خالق، رازق، مالک مانتا ہوں، اور حضرت عزیرؑ کو عطائی طور پر خالق، رازق اور مالک تسلیم کرتا ہوں تو آپ کے پاس اس یہودی کو مطمئن کرنے کے لئے کیا دلیل ہوگی۔

اگر ایک یہودی اور ایک عیسائی اللہ رب العزت کو ذاتی طور پر معبود مانتا ہو اور اپنے اپنے پیغمبروں کو عطائی طور پر معبود مانتا ہو تو کیا اس تاویل سے کفر و شرک کے فتوے سے بچ جائے گا . . . . ہرگز نہیں، اللہ کے سوا کسی اور کو خالق، مالک، رازق، معبود ماننے والے پر پوری امت کفر اور شرک کا فتویٰ لگائے گی اور اُس کی اِس فریب تاویل کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ جناب! میں کافر و مشرک کیسے ہوگیا . . . . میں تو اپنے پیغمبر کو عطائی طور پر الٰہ، خالق اور رازق مانتا ہوں، اور اللہ تعالٰے کو ذاتی طور پر الٰہ، خالق اور رازق تسلیم کرتا ہوں . . . . . . جس طرح اس یہودی اور اس عیسائی کی اس لچر اور بودی تاویل کو خاطر میں نہیں لایا جائے گا، اسی طرح جو شخص خداوند قدوس کو ذاتی طور پر عالم الغیب مانتا ہے اور نبی اکرم کے لئے عطائی طور پر کلی علم غیب کا قائل ہے وہ اللہ تعالٰے کی صفت علم میں نبی اکرم کو شریک کر کے مشرک اور کافر ہوگیا۔

رضاخانی قادیانیت کے نقش قدم پر

ذاتی اور عطائی کی بحث اور تاویل کر کے جس طرح اہل بدعت علماء نے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ . . . . . یہی منطق اور یہی چال مرزا غلام احمد قادیانی نے چلی تھی کہ میرے دعویٰ نبوت سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ . . . . اس لئے کہ آنحضرتؐ تو مستقل، حقیقی اور تشریعی نبی ہیں، اور میں غیر مستقل، مجازی اور غیر تشریعی نبی ہوں۔

اب اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں آنحضرتؐ کو مستقل اور تشریعی نبی مانتا ہوں، اور مرزا غلام احمد قادیانی کو بالتبع اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں، اور میرا عقیدہ ہے کہ مرزا کی نبوت آنحضرتؐ کی نبوت کا فیض ہے تو کیا ایسے شخص کی یہ تاویل تسلیم کر کے اسے مسلمان مان لیا جائے گا۔ . . . . اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر مسئلہ علم غیب میں ذاتی اور عطائی کی تاویل بھی قبول نہیں ہوگی۔ . . . . . . اگر نبوت کے مسئلہ میں تشریعی اور غیر تشریعی مستقل اور غیر مستقل، حقیقی اور مجازی کی تقسیم فریب اور جھوٹ ہے، تو اللہ کی صفت علم غیب میں بھی ذاتی اور عطائی کی تقسیم غلط، دھوکہ، فریب اور یہودیانہ تحریف ہے۔

قرآن کیا کہتا ہے

برادران اسلام! آیئے ذرا قرآن کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ وہاں آنحضرتؐ کے لئے عطائی طور پر عالم الغیب ہونے کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ آیئے قرآن سے پوچھیں۔ . . . . کیا وہاں امام الانبیاء کے لئے عطائی طور پر کل علم غیب ثابت ہے یا عطائی علم کی بھی قرآن نفی کر رہا ہے۔ . . . . قرآن کہتا ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن ع ۸)

بے شک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے ان پیغمبروں میں سے بعض کے حالات آپ کو بتائے اور بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اور اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ اس طرح بیان فرمایا

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ (نساء ع ۲۳)

اور کتنے رسول ہم نے بھیجے جن کا حال اس سے پہلے آپ سے بیان کیا اور بعض پیغمبروں کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔

حضرات گرامی! پہلی آیت مکی ہے اور دوسری آیت مدنی سورت کی ہے۔ .... ان دونوں آیتوں میں خداوند قدوس نے صراحت کے ساتھ یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ ساری دنیا کے حالات تو بڑی بات ہے........ پوشیدہ اور مخفی چیزوں کا تفصیلی اور کلی علم تو دور کی بات ہے........ تمام انبیاء کرام کے حالات بھی آنحضورؐ کو نہیں بتائے گئے....... بعض کے حالات کا علم آپ کو دیا گیا اور کتنے انبیاء تھے جن کے حالات کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا۔

ذرا غور فرمائیں وہ لوگ جو آنحضرتؐ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ عالم ماکان وما یکون تھے۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اسے بھی جانتے ہیں۔ جو کچھ آئندہ ہوگا اس کا علم بھی آپ کو عطا کیا گیا....... ان دونوں آیتوں نے ان کے عقیدے کی قلعی کھول دی ہے اور بتایا کہ ہر شیٔ کا علم تو کجا....... بعض انبیاءؑ تک کے حالات کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا۔

حدیثِ رسولؐ سے ہمارا استدلال

آئیے قرآن کی آیات بینات کے بعد فرمانِ نبیؐ پر بھی ایک نظر ڈال لیں..

.... حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں (یاد رہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بالاتفاق غزوۂ خیبر کے بعد ۷ھ میں مسلمان ہوئے ...... ظاہر بات ہے آنحضرتؐ کا جو ارشاد وہ نقل فرما رہے ہیں وہ ۷ھ کے بعد کا ہوگا ..
.... فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

مَا اَدْرِیْ تُبَّعًا اَنَبِیًّا کَانَ اَمْ لَا وَمَا اَدْرِیْ ذَا الْقَرْنَیْنِ اَنَبِیًّا کَانَ اَمْ لَا . (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۶، ج ۲ ص ۴۵)

میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا نہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں .

لیجئے جناب مسئلہ بالکل واضح ہوگیا، تبع اور ذوالقرنین دونوں کا نام قرآن مجید میں مذکور ہے مگر ان کے مفصل حالات، زندگی کے واقعات وحادثات کا علم تو رہا ایک طرف آپ تو یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مجھے اتنا بھی معلوم نہیں کہ دونوں نبی تھے یا نہیں؟

ایک اور روایت حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح ہے .

بَعَثَ اللّٰهُ عَبْدًا حَبَشِیًّا نَبِیًّا فَهُوَ مِمَّنْ لَمْ یَقْصُصْ عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالٰی نے اپنے ایک حبشی بندے کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا اور وہ ان نبیوں میں سے ہیں جن کے حالات آنحضورؐ کو نہیں بتائے گئے (کنز الاعمال ج ۱ ص ۲۳۲)

تیسری آیت

دو آیتیں آپ نے سن لیں جن سے نبی اکرمؐ کے لئے عطائی طور پر علم غیب کی نفی ہو رہی ہے۔ ایک آیت اور سماعت فرمایئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے،

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ۙ ۝ (یٰس رکوع ۵)

اور ہم نے اُس کو (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو) شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ علم ان

کے لائق بھی نہیں ہے۔ یہ تو خالص نصیحت اور احکام کو کھول کر بیان کرنیوالی کتاب ہے۔

اس آیت کریمہ نے روز روشن کی طرح اس مسئلے کو واضح کر دیا اور یہ نص قطعی ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کہنے کی تعلیم عطا نہیں کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اس سے ثابت ہوگیا کہ آپ کو عطائی طور پر بھی جمیع مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کا علم عطا نہیں ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر ہر بات کا جاننا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر ہر شئی کا علم ہونا تو دور کی بات ہے صرف شعر و شاعری کا علم بھی آپ کو عطا نہیں ہوا۔

اہلبدعت کی تاویلیں

آنحضرت سے عطائی طور پر نفی علم غیب پر قرآن مقدس کی اس آیت کا جب اہلبدعت کے پاس کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو وہ طرح طرح کی تاویلیں کر کے اپنے مذموم اور باطل عقیدے کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تھی اس وقت تک آپ کو شعر کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں عطا کر دیا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کون ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ آیت کے الفاظ پر ذرا غور تو کرو اللہ تعالٰے نے فیصلہ فرما دیا کہ وَمَا یَنۡبَغِیۡ لَہٗ۔ کہ شعر و شاعری کا علم میرے پیغمبر کے شایان شان نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے نبیؐ کے لائق نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب یہ فیصلہ ہوگیا کہ شعر کا علم میرے نبیؐ کے لائق اور مناسب نہیں ہے تو پھر بعد میں یہ نامناسب علم کس طرح عطا ہوگیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر کبھی جان چھڑانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرمؐ کو شعر کا ملکہ عطا نہیں ہوا۔ اور خیر سے یہ تاویل کرنے والا کوئی چھوٹا موٹا مولوی نہیں، بلکہ اعلیٰ حضرت بریلوی ہیں۔ ۔ ۔

مگر اس تاویل سے ہمارا استدلال باطل نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو شعر گوئی کا ملکہ عطا نہیں ہوا تو پھر بھی ہمارا مدعا ثابت ہوگیا کہ آنحضرتؐ کو جمیع ماکان ومایکون کا علم عطا نہیں ہوا۔

سامعینِ گرامی قدر! آج کے خطبہ میں ہم نے دلائل سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اللہ ربُّ العزت کو عالم الغیب کہنا صحیح اور درست ہے اس لحاظ سے کہ جو چیزیں بندوں سے غائب ہیں اللہ تعالٰے انہیں بھی جانتا ہے۔ . . . . پھر مَیں نے بیان کیا کہ علم غیب صفتِ خداوندی ہے اگر یہ صفت مخلوق میں سے کسی کو عطا کی جاتی تو وہ ذاتِ گرامی تھی امام الانبیا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی . . . . مگر قرآن میں آپؐ سے بھی اعلان کروایا گیا کہ مَیں غیب کا علم نہیں رکھتا . . . . پھر مَیں نے تفصیل سے اہلبدعت کے اس اشکال کا رد کیا کہ جہاں جہاں غیر اللہ سے نفی علم غیب کی گئی ہے وہاں ذاتی علم کی نفی ہے اور ہم تو عطائی طور پر علم غیب کے قائل ہیں۔ مَیں نے قرآن کی تین آیات پیش کی ہیں جن سے واضح اور ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالٰے نے بعض چیزوں کا علم آپ کو عطا نہیں فرمایا۔ . . . . . جمیع ماکان ومایکون کا تفصیلی علم صرف اور صرف اللہ تعالٰے کی صفت ہے اور اس کی صفت میں مخلوقات میں سے کوئی بھی شریک نہیں ہے نہ ذاتی اعتبار سے . . . . اور نہ عطائی طور پر۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اٹھارہویں تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الْاَتْقِیَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

سامعین گرامی قدر! اللہ رب العزت نے آیۃ الکرسی میں اپنے دعوے " اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ " یعنی اپنی معبودیت اور الوہیت کے اثبات کے لئے پانچویں دلیل یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَخَلْفَھُمْ دی ہے جس کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے کہ مخلوقات کے تمام اَحوال جاننے والا، جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہو گا سب کا جاننے والا، سینوں کے پوشیدہ بھید اور رازوں کا جاننے والا صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ . . . . . . وہ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ ہے اور کائنات کی کوئی شئی اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہے کہ ہر چیز کا مکمل کلی، تفصیلی اور محیط علم صرف اور صرف اُسی کے پاس ہے۔

اب " وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ " سے اللہ تعالےٰ نے اس مسئلہ کو مزید واضح کیا ہے کہ مشرکین مخلوقات میں جن جن کو عالم الغیب اور عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ سمجھتے ہیں وہ ہر ہر شئی کا علم رکھنا، ہر ہر چیز کو جاننا، تو دور کی بات ہے وہ کسی ایک چیز کا . . . . . ہاں . . . ایک شئی اور شئی بھی حقیر سے حقیر تر . . . . یہاں بِشَیْءٍ میں تنوین تقلیل کے لئے ہے۔ . . . . . . مطلب یہ ہے کہ معمولی سے معمولی چیز . . . . . اور حقیر سے حقیر شئے کا مکمل اور

کلی محیط علم مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ درخت کے ایک پتے کا مکمل علم، ریت کے ذرے کا تفصیلی علم، پہاڑ کے ایک معمولی پتھر کا کلی علم، بارش کے ایک قطرے کا محیط علم، گھاس کے ایک تنکے کا مکمل علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں ہاں غور سے سنو! ایک مچھر کا تفصیلی علم اور ایک مکھی کے بارے کلی اور محیط علم مخلوقات میں سے کوئی نہیں جانتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ آسمان والے نہ زمین والے۔ ۔ ۔ ۔ نہ تحت الثریٰ والے، نہ نوری نہ ناری۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ انبیاء کرام جانتے ہیں نہ اولوالعزم فرشتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ پیر و فقیر جانتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور نہ جن و پری۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ دیوی نہ دیوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ زندہ نہ مردہ، نہ کوئی چھوٹا اور نہ کوئی بڑا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک مکھی کا مکمل اور تفصیلی اور کلی علم مخلوقات میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکمل اور تفصیلی علم کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ یہ مکھی کہاں پیدا ہوئی اور کب پیدا ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رات کو پیدا ہوئی یا دن میں پیدا ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور رات کو پیدا ہوئی تو رات کے کس پہر میں پیدا ہوئی۔ اور دن کو پیدا ہوئی تو وقت کیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مکھی کا باپ کون ہے اور اس کی ماں کون ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی ماں نے آج تک کتنے انڈے دئیے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مکھی کے ساتھ اس کے کتنے بہن بھائی اور پیدا ہوئے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مکھی کا ماں باپ زندہ ہے یا مر گئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مکھی کی اب عمر کتنی ہے اور باقی زندگی اس کی کتنی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا رزق کتنا مقرر ہے اور کہاں کہاں سے اسے حاصل ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس انڈے سے یہ مکھی پیدا ہوئی تھی وہ خول کہاں گیا اب وہ خول کس حال میں ہے اس کے ٹکڑے کہاں کہاں پہنچ گئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مکھی کی موت کب واقع ہوگی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہاں واقع ہوگی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کس طرح واقع ہوگی۔

اس کے آج تک کتنے بچے ہیں آئندہ کتنے بچے ہونگے ...... یہ آج تک کس کس مقام پر رہ چکی ہے اور آئندہ کہاں کہاں ٹھہرے گی .... یہ ہے ایک مکھی کا تفصیلی ...... کلی اور محیط علم اور اس طرح کا مکمل علم مخلوقات میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے ... اسے وَلَا یُحِیطُونَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ میں بیان فرمایا ...... اور ساتھ ہی فرمایا اِلَّا بِمَا شَآءَ ... کہ علم غیب تو خاصۂ خداوندی ہے ...... ہر ہر چیز کا تفصیلی اور محیط علم صرف اس کے پاس ہے .... ہاں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے جتنا چاہے مخلوقات میں کسی کو علم عطا فرما دے ...... غیب کی کسی ایک خبر یا ہزاروں خبروں پر اطلاع دے دے ...... آنے والے کسی ایک واقعہ یا سینکڑوں واقعات کی خبر پر مطلع کر دے ...... کسی کی موت کی جگہ اور وقت کی اطلاع دے دے تو اس سے انکار نہیں ہے مگر اسے علم غیب نہیں کہتے بلکہ یہ اطلاع علی الغیب ہے۔

علم غیب اور اطلاع عَلَى الْغَيْبُ

علم غیب اور اطلاع علی الغیب میں زمین و آسمان جتنا فرق ہے ...... علم غیب اور عالم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کا مفہوم الگ ہے۔ اور اطلاع علی الغیب کا مطلب اور ہے ...... غیب کی ہزاروں باتوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور آخری پیغمبرؐ کو اطلاع دی۔ آنحضورؐ نے قیامت کی علامتیں بتائیں، اور قیامت کے روز ہونے والے واقعات کی اطلاع دی یہ سب غیب کی باتیں تھیں جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبرؐ کو دی اس سے انکار نہیں ہے مگر اسے علم غیب نہیں کہتے اسے اطلاع علی الغیب کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اِلَّا بِمَا شَآءَ کے ساتھ بیان کیا ..... اور

علم غیب کو يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ میں بیان فرمایا۔

عُلماءِ سُوء کا دھوکہ

اہلِ بدعت واعظین غلط بحث کرتے ہوئے سادہ لوح عوام کو فریب اور دھوکہ دیتے ہیں . . .

. . . . وہ اپنے مشرکانہ عقائد ثابت کرنے کے لئے ایسے واقعات بیان کرتے ہیں جن کا تعلق اطلاع الغیب سے ہے. اور ایسے واقعات بیان کر کے ثابت کرتے ہیں کہ آنحضورؐ عالم الغیب تھے. . . . . . دیکھو آپ نے کل کی بات بتادی . . . . . . دیکھو آپ نے فلاں کے مرنے کی جگہ بتادی آپ عالم مَا كَانَ وَمَا يَكُون ہیں. آپ ہر وقت ہر بات اور ہر چیز سے باخبر ہیں. حالانکہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ اللہ رب العزت نے تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ علم آنحضرتؐ کو عطا فرمایا. . . . . . . ایک اللہ سے کم اور پوری کائنات سے زیادہ علم آپؐ کو دیا گیا. . . . . . . نوریوں سے زیادہ . . . . . . نوریوں کے سردار جبریل امینؑ سے زیادہ . . . . ناریوں سے زیادہ، خاکیوں سے زیادہ. . . . . . . تمام انبیاء کرام کا علم مل کر آپؐ کے علم کے برابر نہیں ہوسکتا. . . . عرشیوں اور فرشیوں سے زیادہ آپؐ کو علم عطا ہوا. . . . . اور اسی طرح غیب کی ہزاروں اور بے شمار باتوں اور خبروں کی اطلاع آپؐ کو دی گئی. . . . . مگر اسے علم غیب نہیں کہتے. . . . . یہ اطلاع علی الغیب ہے. . . . . . . یہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ہے . . . . . . یہ علم غیب نہیں ہے. علم غیب خاصۂ خداوندی ہے.

علم غیب اور اطلاع علی الغیب میں فرق

علم غیب کا مفہوم و مطلب ہم گذشتہ خطبوں میں بیان کر

چکے ہیں کہ کائنات کی ایک ایک چیز کی حقیقت کا تفصیلی علم۔ . . . . درختوں کے ایک ایک پتے کی پوری خبر۔ . . . . مٹی اور ریت کے ایک ایک ذرے کا کلی علم. . . . . . ستاروں، چاند، سورج کا محیط علم. . . . . درندوں، چرندوں پرندوں اور حشرات الارض کا مکمل علم، نباتات، جمادات، حیوانات کا تفصیلی علم. . . . ہر انسان کے بدن پر بال کتنے ہیں. . . . . . اڑنے والے پرندوں کے پَر کتنے ہیں. . . . . رینگنے والے جانداروں کے جسم کے جوڑ کتنے ہیں. . . . . . . پوری کائنات میں درختوں پر لگے ہوئے پتوں کی تعداد کتنی ہے. . . . . ہر جاندار کی زندگی اور موت کے بارے مکمل اور تفصیلی علم. . . . . ظاہر و باطن سے پوری واقفیت. . . . . غیب اور حاضر کو برابر دیکھنا. . . . . بلند اور پست آواز کو برابر سننا. . . . . ہر ایک چیز کے حالات کا کلی علم یہ صفت صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کی ہے. اور اسے علم غیب علم ماکان و مایکون کہتے ہیں. یہ صفت مخلوقات میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے.

ہاں اللہ تعالےٰ غیب کی باتوں میں سے کسی ایک بات. . . . . دو باتیں. . . . . تین باتیں. . . . . دس باتیں. . . . . سو باتیں. . . . . ہزار باتوں کی اطلاع اپنے کسی پیغمبر کو عطا فرما دے، . . . . اپنے کسی نیک بندے کو اطلاع دے دے تو اس سے انکار نہیں ہے اور اسے علم غیب بھی نہیں کہیں گے بلکہ اسے اطلاع علی الغیب کہیں گے. . . . . اگر کسی پیغمبر کو غیب کی کسی خبر کی اطلاع ہو تو اُسے پیغمبر کا معجزہ کہیں گے اور اگر یہ اطلاع کسی بزرگ یا پیر کو ہو جائے تو اسے ولی کی کرامت کہیں گے. . . . . اور یاد رکھئے، پیغمبر کا معجزہ اور ولی کی کرامت ان کے اپنے اختیار اور اپنے قبضہ میں نہیں ہوتی بلکہ ہاتھ پیغمبر اور ولی کا ہوتا ہے. اور کام کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے.

آنحضرتؐ نے کل کی بات کی اطلاع دی

سامعین گرامی قدر! میں یہاں چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے معلوم ہوگا کہ آنحضرتؐ نے آنے والے واقعات وحالات کی اطلاع دی اور جس طرح آپؐ نے اطلاع دی۔ واقعہ اسی طرح رونما ہوا مگر یہ اطلاع علی الغیب ہے، یہ علم غیب نہیں ہے۔

مثلاً غزوۂ خیبر میں جب ایک قلعہ کئی دنوں سے فتح نہیں ہو رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس شخص سے محبت کرتے ہیں، اور جس شخص کو میں کل جھنڈا عطا کروں گا، اللہ تعالٰے اس کے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح فرمائیگا۔ . . چنانچہ دوسرے روز آپؐ نے جھنڈا حضرت علی المرتضیٰؓ کو عطا فرمایا اور اللہ تعالٰے نے فتح ونصرت عطا فرمادی۔ . . . . یہ آنے والے کل کی اطلاع تھی جو سو فیصد درست ثابت ہوئی، لیکن اس واقعہ سے یہ ثابت کرنا دیدہ دلیری جہالت اور تحریف ہوگی۔ کہ آنحضرتؐ آنے والی ہر ہر بات اور ہر ہر شئی کو جانتے ہیں۔ . . . . جو کچھ کل ہوگا آنحضورؐ کو اس کا علم ہے۔ . . . . . . نہیں ہرگز نہیں یہ صرف ایک واقعہ ہے جس کی خبر اللہ تعالٰے نے آنحضرتؐ کو عطا فرمادی تھی . . . . . . بری بات آنے والے کل کی ہر ہر بات کو جاننا یہ صفت صرف اور صرف اللہ تعالٰے کی ہے اور مخلوقات میں سے کوئی بھی اس صفت میں اس کا شریک نہیں ہے۔ سورۃ لقمان کی آخری آیت اس پر گواہ ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

. . . . . . یہ قانون ہے، یہی ضابطہ ہے، یہی اصول ہے، یہی اٹل فیصلہ ہے کہ کل کی بات کوئی نہیں جانتا۔ . . . . . اگر کسی کو آنے والے کسی ایک واقعہ اور

کسی ایک بات کا علم ہو جائے تو یہ اطلاع علی الغیب ہو گی اور یہ اِلَّا بِمَا شَاءَ کا مصداق ہو گی۔

آنحضرت ﷺ نے آنیوالے واقعات کی اطلاع دی

حضرات گرامی قدر! غزوۂ خیبر کا جو واقعہ میں نے بیان کیا اس میں تو یہ ثابت ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے دوسرے دن کی اطلاع دی کہ اس طرح ہو گا۔ پھر واقعہ اسی طرح ہوا۔ . . . . . آیئے آپ کو احادیث کی روشنی میں ایک ایسا واقعہ بھی سنائیں جس کی اطلاع آنحضرت ﷺ نے کئی سال پہلے دی تھی۔ اور جس طرح آپ ﷺ نے بیان فرمایا تھا واقعہ اسی طرح رونما ہوا۔

امام الانبیاء سرور کائنات خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ دوران خطبہ نواسۂ رسول حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جو اس وقت بچے تھے۔ گرتے پڑتے مسجد نبوی میں تشریف لائے . . . . آنحضرت ﷺ نے حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھا لیا اور فرمایا

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (بخاری)

میرا یہ بیٹا سردار بیٹا ہے۔ اللہ رب العزت اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

پھر آنحضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف کس طرح پوری ہوئی . . . .

. . . . ۴۱ھ میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبردار ہو کر اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے آنحضرت ﷺ کی اس پیشینگوئی کو پورا کر دیا۔

سامعین گرامی قدر! اس واقعہ کو بیان کر کے اگر کوئی شخص یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ آئندہ کے حالات سے باخبر

تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آنے والی باتوں اور آنے والے واقعات سے واقف ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کئی سال بعد ہونے والے واقعات کی آپ کو خبر تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو یہ ثابت کرنا غلط ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بددیانتی اور خیانت ہوگی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ آنے والے کل کے واقعات و حالات کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا۔ اس پر گواہ اور دلیل ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر اللہ تعالےٰ نے کسی ایک، دو، چار، دس، سو اور ہزار واقعات و حالات آنے والے واقعات کی خبر اور اطلاع آنحضورؐ کو عطا فرمائی ہے تو اس سے انکار نہیں، کیونکہ آیت الکرسی میں فرمایا وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ کہ جتنا اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کسی کو اپنے علم سے باخبر کر دیتا ہے۔

آنحضورؐ نے مرنے کا دن اور جگہ کی نشاندہی فرمائی

بدر کی لڑائی سے ایک دن پہلے آنحضرتؐ نے زمین پر کچھ دائرے کھینچے اور فرمایا کل اس دائرے میں فلاں کافر مارا جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس دائرے میں عتبہ مرے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں شیبہ مرے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں ابوجہل مرے گا۔ ۔ اور یہاں امیہ مرے گا۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ جس جس جگہ جس جس کافر کے لئے آنحضرتؐ نے دائرہ کھینچا تھا وہ کافر اسی دائرہ کے اندر مرا، ایک انچ بھی باہر نہیں مرا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب آپ اسے کیا کہیں گے کہ علم غیب ہے۔ اور حضور انورؐ عالم الغیب تھے؟ کل کی بات کی خبر دی، حالانکہ قرآن کہتا ہے وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا۔ کہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صرف کل کی خبر ہی نہیں دی بلکہ کئی لوگوں کے مرنے کا دن اور مرنے کی جگہ کی نشاندہی فرمائی۔ ۔ ۔ ۔

. . . . حالانکہ قرآن پکار پکار کر کہتا ہے

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۔ کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا . . . . . . لیکن نبی اکرمؐ نے چند ایک لوگوں کے مرنے کا دن بھی بتایا اور مرنے کی جگہ بھی بتائی . . . . یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ یہ اطلاع علی الغیب ہے . . . . اگر اللہ تعالٰی اپنے کسی نیک بندے کو . . . . . . کسی نبی کو کسی ولی کو ایک دو ، دس سو آدمیوں کے مرنے کی جگہ بتا دے . . . . . . ان کی موت کے دن کی اطلاع دے دے تو یہ علم غیب نہیں ہوگا بلکہ یہ اطلاع علی الغیب ہوگی کہ اللہ تعالٰی نے اپنے کسی پیغمبر کو بذریعہ وحی یا الہام اور اپنے کسی نیک بندے کو بذریعہ کشف باخبر کر دیا . . . . . . اطلاع دے دی . . . . علم غیب یہ ہے کہ کائنات کی ہر جاندار چیز کی موت کا وقت جاننا . . . . مرنے کی جگہ جاننا . . . . . . موت کے سبب کا علم ہونا ، انسانوں ، جنات ، حشرات الارض ، جنگل کے درندے ، فضاؤں میں اڑنے والے پرندے . . . . سوراخوں میں گھسنے والے کوڑے ، ننھی ننھی چیونٹیاں ، چھوٹی چھوٹی مکھیاں اور مچھر ، غرضیکہ ہر جاندار کی موت کا وقت اور جگہ کا علم ہونا . . . . . . یہ خاصۂ خداوندی ہے ، اور اس صفت خداوندی میں اللہ تعالٰی کے ساتھ مخلوقات میں سے کوئی بھی شریک نہیں ہے . . . . . نہ کوئی بڑا نہ کوئی چھوٹا ، نہ کوئی نوری نہ کوئی ناری ، نہ کوئی عرشی نہ کوئی فرشی ، نہ کوئی خاکی . . . . نہ کوئی پیر نہ کوئی پیغمبر ، نہ کوئی مصنوعی لجپال نہ کوئی بناوٹی غریب نواز ، نہ کوئی دستگیر نہ کوئی غوث ، اور نہ کوئی زندہ نہ کوئی مردہ ، قرآن نے دو ٹوک اور واضح فیصلہ کیا وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ کہ اللہ کے علم میں سے کسی ایک ادنٰی سے ادنٰی چیز کے علم کا احاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا . . . . . ہاں وہ محض اپنے فضل و کرم

سے اور اپنے فیض سے کسی نیک بندے کو غیب کی ایک، دو، دس، سو ہزار، لاکھوں باتوں کی خبر اور اطلاع دے دے اس سے انکار نہیں ہے کیونکہ اسی جگہ قرآن نے اِلَّا بِمَا شَآءَ فرما کر اس کو مستثنیٰ فرمایا ہے کہ غیب کا کلی اور تفصیلی علم تو میری صفت خاص ہے۔ اس میں مخلوقات میں سے کوئی بھی میرے ساتھ شریک نہیں ہے۔ ہاں جتنا چاہوں اور جب چاہوں کسی نیک بندے کو غیب کی خبروں پر اطلاع دے دیتا ہوں۔

آیئے مسئلہ ذرا اور واضح کریں

بات کچھ علمی اور کچھ مشکل ہوگئی ہے۔ آیئے قرآنِ مقدس کے ایک مشہور واقعہ سے اسے آسان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکے تھے۔ جن میں سب سے چھوٹے حضرت یوسفؑ تھے۔ والدین کو قدرتی طور پر سب سے چھوٹی اولاد سے پیار ہوتا ہے۔ اور پھر یوسف تو یوسف تھے، حسین اتنے کہ گویا نصف حسن انہیں ہی عطا کر دیا گیا ہے۔ پھر حسن کی خوبی کے ساتھ بچپن ہی میں بے پناہ سنجیدگی، دانائی، دانشمندی سے بھرپور، تحمل و بردباری کا مجسمہ، گویا کہ ظاہری و باطنی کا شاہکار تھے شاہکار؟ یہی سبب تھا کہ حضرت یعقوبؑ کو بہ نسبت دوسرے بیٹوں کے ان سے بہت پیار تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک سبب اور بھی تھا، اور وہ یہ کہ حضرت یوسفؑ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے، چاند اور سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے یہ خوبصورت اور حسین خواب سنا تو اس کی تعبیر کو پہنچ گئے۔ اور حضرت یوسف کو بھائیوں کے حسد اور رشک سے بچانے کے لئے فکرمند رہنے لگے۔ وہ غیر معمولی طور پر حضرت یوسفؑ کی حفاظت و نگہداشت فرماتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ کی

بلند ہمتی اور خوبصورت مستقبل کی بنا پر دوسرے بیٹوں سے زیادہ ان سے محبت فرماتے تھے۔ دوسرے بھائی اس پر رنجیدہ ہوتے، ناراض ہوتے اور کڑھتے رہتے تھے۔ وہ اس پر غضبناک تھے کہ ہمارے باپ کی تمام تر توجہ یوسف پر کیوں ہے؟ ہم بڑے بھی ہیں، اور کماتے بھی ہیں، پھر بھی یوسف اپنے والد کا منظور نظر کیوں ہے؟ وہ اپنے والد کا ہم سے بڑھ کر محبوب کیوں ہے؟

اس لئے کوئی ایسی تدبیر اور تجویز کرو کہ یوسف ہمارے راستے سے ہٹ جائے اور والد کی تمام تر توجہ کا مرکز ہم بن جائیں۔۔۔۔۔۔

اب برادرانِ یوسف اور پسرانِ یعقوب کسی جگہ بیٹھے مشورہ کر رہے ہیں۔ ایک نے کہا یوسف کو قتل کر دو۔۔۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔۔۔۔ بڑے بھائی نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اگر لازماً کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو اسے کسی کنویں میں پھینک دو، کوئی قافلہ والے آئیں گے نکال کر لے جائیں گے اسطرح تمہارا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ اور یوسف بھی قتل ہونے سے بچ جائے گا۔۔۔

۔۔۔۔۔ یہ مشورہ طے ہو گیا۔۔۔ اب برادرانِ یوسف نے اپنے والد گرامی سے اس سلسلہ میں گفتگو کرنی ہے کہ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ ہم سیر و تفریح کے لئے جا رہے ہیں یوسف ہر وقت گھر میں ہی رہتا ہے اسے کھیلنے کودنے کے لئے۔۔۔۔۔۔ باہر کھلی فضاؤں میں ہوا خوری کے لئے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ——————۔

سامعینِ گرامی قدر! جب بیٹے کسی جگہ پر بیٹھ کر یوسفؑ کے خلاف اور درحقیقت باپ کے خلاف مشورہ کر رہے تھے تو ان پیغمبر زادوں کا کیا عقیدہ تھا کہ حضرت یعقوب عالم الغیب ہیں اور ہمارے مشورے کو سُن بھی رہے ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ کے پڑپوتوں کا؟ اور حضرت اسحاق کے پوتوں کا کیا عقیدہ تھا کہ ہمارا

باپ حاضر و ناظر ہے؟ اور اس سے دنیا کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے؟

سچ بتایئے اگر بیٹوں کا یہ عقیدہ ہوتا کہ ہمارے والد عالم الغیب ہیں تو کبھی خفیہ تدبیر کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی یہ خطرناک منصوبہ بناتے؟ ہرگز نہیں ــــــــــــــــ یہ ماننا پڑے گا اور تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کا عقیدہ و نظریہ یہ تھا کہ ہمارے والد جو صرف یہ نہیں کہ خود پیغمبر ہیں بلکہ پیغمبر کے بیٹے بھی ہیں، اور پیغمبر کے پوتے بھی ہیں، لیکن انہیں ہمارے مشوروں کا علم نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہیں ہمارے یہاں بیٹھنے کا پتہ نہیں ہے، وہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

چنانچہ مشورہ کر کے برادران یوسف اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور با ادب گذارش کرتے ہیں کہ کل آپ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجیں، ہم سیر و تفریح کے لئے جا رہے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ آئے کھیلے کودے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں یوسف کو تمہارے ساتھ ضرور بھیجتا، لیکن مجھے خطرہ ہے کہ جس طرف سیر و تفریح کے لئے تم جا رہے ہو اس جنگل میں بھیڑیے زیادہ ہوتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کھیل کود میں مصروف ہو جاؤ اور میرے یوسف کو کوئی بھیڑیا کھا جائے۔

برادران یوسف کہتے ہیں کہ ہم طاقت ور نوجوان ہیں، ہماری موجودگی میں اور ہمارے ہوتے ہوئے یوسف کو کوئی بھیڑیا کھا جائے یا اُسے کوئی تکلیف پہنچے تو پھر ہماری زندگی کس کام کی؟ بھلا ہماری موجودگی میں یوسف کو بھیڑیا کھا جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جب برادران یوسف نے بہت زیادہ تسلی دی اور حضرت یعقوبؑ کو مجبور کر دیا تو حضرت یعقوب نے یوسف کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔

بھی خود، اور پھر رات کے وقت باپ کے پاس آ کر ماتم کرنے والے بھی خود، . . .
. . . . یاد رکھئے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مارنے
والے خود بھی ماتم کرتے ہیں. . . . . . . ہاں جن لوگوں نے حضرت حسینؓ کو دھوکے
سے اور فریب سے خطوط لکھ کر بلایا، پھر ان پر پانی بند کر کے انتہائی بے دردی اور
سفاکی سے قتل کر دیا، ان ہی شیعانِ کوفہ نے ماتم کیا، روئے اور چلّائے اور آج تک
قتل کرنے والے گھوڑے کے سُموں پر مصنوعی خون لگا کر روتے ہیں، ماتم کرتے
ہیں، چلّاتے ہیں . . . . کبھی کبھی مارنے والے اپنے جُرم پر پردہ ڈالنے
کے لئے رونے اور ماتم کرنے کا ڈھونگ رچاتے ہیں)

حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کے جواب میں فرمایا

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ.

بات ایسے نہیں جیسے تم کہہ رہے ہو یہ تو ایک بناوٹی بات ہے جو تم نے اپنے
طور پر گھڑلی ہے۔ ——— میرے یوسف کو بھیڑیے نے نہیں کھایا. . .
. . . . حضرت یعقوبؑ نے یہ بات اس قرینے کو مدِ نظر رکھ کر فرمائی تھی کہ بھیڑیا
کتنا دانا اور سمجھ دار تھا کہ پورے یوسف کو ہضم کر گیا مگر کرتہ صحیح سالم ہے اس پر
ایک خراش بھی نہیں آئی ——— ہوا یوں کہ برادرانِ یوسف اسکیم بناتے
ہوئے کرتے پر مصنوعی خون تو لگاتے رہے مگر اسے جگہ جگہ سے پھاڑ دیتے یہ ان
کے ذہن میں نہ آیا اور اس معمولی قصور اور غلطی سے ان کی تدبیر اور مکر کا بھانڈا چوراہے
پہ پھوٹ گیا۔

دوسری طرف کسی قافلے والوں نے حضرت یوسف کو نکالا، اور بازارِ مصر
میں غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا ——— اتفاق کی بات ہے کہ
خریدنے والا وزیرِ خزانہ تھا جسے عزیزِ مصر کہتے تھے . . . . وہ لاولد تھا اس نے

بڑی عزت و تکریم اور محبت و پیار سے حضرت یوسف کی پرورش کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ واہ میرے مولا کی شان ، اندھیرے کنویں سے نکال کر وزیر خزانہ کے گھر پہنچا دیا ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ کہاں کنویں کی بیکسی و ناداری اور کہاں وزیر کے گھر میں آرام و نشاط اور سہولت کی زندگی ۔

جب جوانی میں قدم رکھا تو اللہ رب العزت نے نبوت و حکمت سے نواز دیا وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جوانی کا حسن اور حسن بھی یوسف کا ؟ شباب اور شباب بھی یوسف پر ؟ اللہ اللہ کیسا حسین منظر ہوگا ۔ ۔ اتنی معصوم جوانی اور اتنا حسین اور معصوم چہرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بس پھر کیا تھا ، اسی وزیر کی بیگم جن کے گھر میں زندگی کے دن کاٹ رہے تھے ، اسی درندہ صفت عورت نے آپ کو ورغلانا چاہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کے قدموں کو ڈگمگانا چاہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی معصوم جوانی کو پھسلانا چاہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے حسن و جمال کے جال میں پھنسانا چاہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس نے بند کمرے میں دعوت گناہ دی کہ هَيْتَ لَكَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر یوسف اپنی بے داغ جوانی کو بچا کر اس کے مضبوط جال سے باہر نکل آئے کہ مَعَاذَ اللّٰهِ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جہاں نمک کھایا وہیں نمک حرامی کروں ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

حضرت یوسفؑ کو زلیخا اور اس کی سہیلیوں کے مکر و فریب کی بنا پر جیل کی ہوا کھانی پڑی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کتنا خوبصورت جملہ فرمایا ہے کہ لوگ جیل اس لئے جاتے ہیں کہ جرم کرتے ہیں مگر حضرت یوسف کو جیل اس لئے جانا پڑا کہ انھوں نے جرم کرنے سے انکار کر دیا تھا ۔

کئی برس تک حضرت یوسف جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں رہے ۔
نہ کوئی پرسان حال ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کوئی ضامن بننے پر تیار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ کوئی

وکیل۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ مقدمہ کی کارروائی نہ کوئی شنوائی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر کار بادشاہِ وقت ، کے خواب کی صحیح اور سو فیصد درست تعبیر بتلانے پر رہائی کے آرڈر ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب آرڈر جیل پہنچے تو حضرت یوسف نے رہا ہونے سے انکار کر دیا۔ ۔ ۔ حالانکہ کئی سال تک جیل میں رہتے تھے اور ایک قیدی کے لئے رہائی کے پروانے سے بڑھ کر خوشی و مسرت کی اور کوئی شئی نہیں ہوتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر یوسف جیسا قیدی ، کہ جس کی مصر میں نہ کوئی برادری نہ کنبہ نہ قبیلہ نہ جان نہ پہچان ، نہ کوئی دوست نہ غمگسار۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بھی معلوم تھا کہ میری ضمانت دینے والا بھی کوئی نہیں ، میرا مقدمہ اور میرا کیس لڑنے والا بھی کوئی نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج اگر رہائی نہ پا سکا تو شاید پھر پوری زندگی انہی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں کی سلاخوں کے پیچھے گزر جائے ، مگر پھر بھی یوسفؑ نے رہا ہونے سے انکار فرما دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پوچھا گیا کہ کیوں رہا ہونا نہیں چاہتے ہو ؟ فرمایا مجھ پر ایک الزام لگا کر جیل میں بند کیا گیا ہے جب تک اس کی صفائی نہیں دی جائے گی اس وقت تک میں باہر نہیں آؤں گا۔ ۔ ۔ جب تک دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نہیں ہو جاتا اس وقت تک میں جیل سے باہر قدم نہیں رکھوں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب تک زلیخا اور زلیخا کی سہیلیوں کو فریق بنا کر یہ فیصلہ نہیں کیا جاتا کہ قصوروار کون اور غلطی کس کی تھی۔ میری یا ان فاحشہ عورتوں کی ؟ اس وقت تک میں رہا ہونے کے لئے تیار نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے کہ کل میں نے اللہ کی توحید بیان کرنی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ کل میں نے معبودانِ باطلہ کے خلاف آواز اٹھانی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے شرک و کفر کے خلاف عملی جہاد کرنا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب میرے مخالفین اور مشرکین کے پاس میرے دلائل کا توڑ نہیں ہو گا تو وہ میرے خلاف اسی الزام کو بنیاد بنا کر زہریلا پروپیگنڈا کریں گے ، اور کہیں گے کہ بڑا آیا ہے توحید بیان کرنے والا۔ ۔ ۔

. . . . کل تک فلاں جرم کی پاداشں میں جیل میں پڑا رہا تھا، آج ہمیں نیکی کی تلقین کرتا ہے . . . . . . اس لئے پہلے میری پاکدامنی کا اعلان کرو، پھر جیل سے باہر آؤں گا . .

اب زلیخا اور اس کی سہیلیوں کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا کہ تمہارا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے جس کو دیکھ کر تم نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لی تھیں . . کہنے لگیں خدا کی قسم تمام تر قصور ہمارا تھا . . . . . . یوسف کا دامن چودھویں کے چاند سے زیادہ اُجلا اور صاف ہے . . . . . . ہم نے اسے ورغلانے کی اور پھسلانے کی ہزار کوشش کی مگر وہ ہمارے دام سے ہر دفعہ بچ نکلا .

حضرت یوسفؑ جیل سے باہر

اب حضرت یوسفؑ جیل سے باہر آئے تو مصر کے وزیر خزانہ بن گئے . . . . جب آپ وزیر خزانہ بنے تو مصر اور گرد و نواح کے علاقوں میں قحط سالی مسلط تھی، اب حضرت یوسف کے بھائی کنعان سے غلہ لینے کے لئے مصر پہنچے . . . . . . بھائیوں کے تو ذہن کے کسی گوشے کونے میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ جس یوسف کو تم نے کنویں میں پھینکا تھا وہ مصر کا وزیر خزانہ بھی بن سکتا ہے ؟ پھر اس واقعہ کو گزرے تقریباً ۴۰ سال گزر چکے تھے . . . . . . چودہ سال کے یوسف اب ۵۴ سال کی ادھیڑ عمر کو پہنچ گئے تھے . . . . مگر یوسف نے بھائیوں کو پہچان لیا۔ اور باتوں باتوں میں اپنے حقیقی بھائی بنیامین کے بارے بھی معلوم کر لیا، اور بھائیوں سے کہا آئندہ اپنے بھائی بنیامین کو بھی ہمراہ لاؤ گے تو غلہ ملے گا ورنہ کسی کو بھی غلہ نہ ملے گا .

بھائیوں نے واپس جا کر اپنے والد سے وزیر خزانہ کی غریب پروری اور خدا ترسی کا ذکر کیا اور کہا کہ آئندہ غلہ اسی صورت میں مل سکتا ہے جب بنیامین ہمارے ساتھ ہو، اس لئے آئندہ بنیامین کو ہمارے ساتھ لازماً بھیجئے . .

حضرت یعقوبؑ نے معمولی لیت و لعل کے بعد بنیامین کو برادران یوسف کے ہمراہ بھیج دیا۔ . . . . . . یہ مصر پہنچے بنیامین کو حضرت یوسف نے اپنے پاس جگہ دی اور چپکے سے کہا گھبرانا نہیں میں تمہارا بھائی یوسف ہوں . . . . اب میں تمہیں کسی بہانے سے اپنے پاس رکھ لوں گا . . . . . . جب سب کا سامان تیار ہوگیا . . . . . غلہ الگ الگ بوریوں میں رکھا گیا، تو حضرت یوسف نے اپنا سونے کا پیمانہ بنیامین کے سامان میں رکھوا دیا . . . . . جب قافلہ والے چلے تو دربار میں شور مچا کہ عزیز مصر کا سونے کا پیمانہ گم ہوگیا ہے . . . . . . دیکھو اور تلاش کرو . . . . ابھی ابھی کنعان کے باشندوں کا قافلہ گیا ہے اسے روکو، اور تلاشی لو . . . . . . اب ایک منادی نے آواز لگائی کہ قافلہ والو ٹھہر جاؤ تمہارے سامان کی تلاشی ہوگی، کیونکہ عزیز مصر کا سونے کا پیمانہ گم ہوگیا ہے

فرزندان یعقوب نے کہا ہم شریف گھرانے کے لوگ ہیں ہم نے آج تک ایسی حرکت کبھی نہیں کی، بلکہ ایسی حرکت کے بارے سوچ بھی نہیں سکتے . . . واللہ ہم چور نہیں ہیں . . . . . . حضرت یوسفؑ نے فرمایا ٹھیک ہے تم چور نہیں ہوگے . لیکن میرا پیالہ اگر تم میں سے کسی کے سامان میں نکل آیا تو اس کی سزا کیا ہوگی۔

برادران یوسف نے شریعت یعقوبی کے مطابق سزا تجویز کی کہ جس بھائی کے سامان سے آپ کا پیالہ برآمد ہوا تو آپ اسے غلام بنا کر اپنے ہاں رکھ لیں . . . . تلاشی شروع ہوئی، اور پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد ہوگیا . . . . اس بہانے سے حضرت یوسفؑ نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا۔

فرزندان یعقوب پریشان و غمناک اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا، کہ بنیامین نے چوری کی تھی اور اس طرح عزیز

مصر نے انہیں گرفتار کر کے اپنے پاس رکھ لیا ہے ہمارا کوئی قصور نہیں۔ . . .
. . . ہم اپنے قول میں سچے ہیں۔ اور واقعی برادرانِ یوسف اس دفعہ سچے تھے۔
مگر حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کی بات سن کر فرماتے ہیں بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ
اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔

نہیں بات اس طرح نہیں بلکہ تمہارے نفسوں نے ایک بات بنائی ہے۔ .
. . . . . . تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو . . . . . . بات ایسے نہیں ہے
جب بیٹوں نے خبر دی تھی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ اس دن بھی حضرت
یعقوبؑ نے یہی کلمات فرمائے تھے۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ . .
. . . . . . لیکن اس روز تو حضرت یعقوب کے سامنے واقعی جھوٹ بولا
گیا تھا۔ . . . . مگر آج تو فرزندانِ یعقوب سو فیصد سچے تھے۔ لیکن حضرت
یعقوب پھر بھی فرماتے ہیں بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ کہ تم جھوٹ
بول رہے ہو . . . . تمہارے نفسوں نے ایک بات بنائی ہے۔ . . .
. . . اس سے واضح ہوا کہ حضرت یعقوب عالم الغیب نہیں تھے۔ . . . .
وہ عالم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ نہیں تھے . . . . انہیں حقیقت حال کا علم نہیں تھا۔ . .

یُوسُفؑ کے کُرتے کی خوشبوئیں

تیسری دفعہ برادرانِ یوسف غلہ
لینے اور بنیامین کو ڈھونڈنے اور
رہائی دلانے کے لئے مصر پہنچتے ہیں۔ . . . . . . دربارِ یوسف میں پہنچ کر منت
سماجت کرتے ہیں۔ . . . . اب حضرت یوسف فرماتے ہیں۔ . . تمہیں معلوم
ہے کہ تم نے اس سے پہلے یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا —— اب
برادرانِ یوسف کی آنکھیں حیرت وتعجب سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ . . . . . . کہ
آج چالیس سال کے بعد یہ وزیرِ خزانہ یوسف کے حالات سے کس طرح باخبر ہو گیا

ہم نے جب یوسف کو کوئیں میں ڈالا تھا اس وقت دیکھنے والی آنکھ کوئی نہیں تھی . . . . . . آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ یوسف کے ساتھ ہم نے کیا سلوک کیا تھا . . یہ مصر کا وزیر خزانہ . . . . . . چالیس سال کا عرصہ بیت گیا ــــــ اسے آج یوسف کے حالات کا کیسے علم ہو گیا .

اُن کی حیرت اور ان کے تعجب کو حضرت یوسف نے دور کرتے ہوئے فرمایا کہ میں یوسف ہوں ، اور یہ میرا بھائی بن یامین ، ہے . . . . اب بھائیوں نے بھی اپنے والد گرامی قدر کے حالات سے حضرت یوسف کو آگاہ کیا کہ آپ کے غم میں روتے روتے ان کی آنکھیں سپید ہو گئیں ہیں ، بینائی سے محروم ہو گئے ہیں . . . . رو رو کر اا ، کے رخساروں پر نالیاں بن گئیں ہیں .

حضرت یوسفؑ نے اپنا کرتہ عنایت فرمایا اور کہا یہ لے جاؤ اور ان کے چہرے پر ڈال دینا ، بینائی واپس آجائے گی . (حضرات گرامی قدر ! یہ حضرت یوسف کا معجزہ تھا ، بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دی گئی کہ آپ اپنا کرتہ عنایت کریں وہ کرتہ جونہی حضرت یعقوب کے چہرے پر رکھا جائے گا تو آنکھوں کا نور لوٹ آئے گا . . . .

معجزہ میں اختیار پیغمبر کا نہیں ہوتا . . . . . بلکہ پیغمبر کا ہاتھ ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ رب العزت کی ہوتی ہے . . . . . . اگر یہ پیغمبر کے اپنے اختیار اور اپنے بس میں ہوتا اور یہ سب کچھ پیغمبر کے کرتے کا کمال ہوتا تو کرتے حضرت یعقوبؑ خود بھی پہنا کرتے تھے . . . . . . اگر پیغمبر کے اختیار میں ہوتا تو حضرت یعقوبؑ کبھی بینائی سے محروم ہی نہ ہوتے اور یوسف کبھی جدائی کے صدمے نہ سہتے غرضیکہ یہ حضرت یوسف کا معجزہ ہے اور معجزہ کا فاعل پیغمبر نہیں ہوتا بلکہ معجزہ کا فاعل اللہ تعالٰے ہے)

خیر حضرت یوسف کا کرتہ فرزندانِ یعقوب لے کر مصر سے چلے ہیں ، کنعان اور

مصر کے درمیان آٹھ دن اور آٹھ رات کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (روح المعانی جلد ۱۳ صفحہ ۵۳)
آٹھ دن کی مسافت یعنی سینکڑوں میل کی مسافت سے برادرانِ یوسف کرتہ لے کر چلے ہیں، اور حضرت یعقوب اپنے پوتوں اور نواسوں میں گھرے ہوئے اس کرتے کی خوشبو سونگھ لیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ آج میں اپنے یوسف کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ!

حضراتِ گرامی قدر! اسے کہتے ہیں اطلاع علی الغیب کہ سینکڑوں میل کی مسافت اور دوری سے کرتے کی خوشبو اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب کو سونگھا دی.......... اس سے کسی کو انکار نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سینکڑوں میل دور سے یوسف کے کرتے کی خوشبو سونگھا دے........ اور اگر وہ نہ چاہے تو چند میل کے فاصلے پر حضرت یوسف کنویں میں پڑے رہے اور حضرت یعقوب کو معلوم نہ ہو سکا..........

اس سے ثابت ہوا کہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے... ہاں اگر وہ اپنے نیک بندوں کو غیب کی باتوں پر اطلاع دے تو اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ حضرت یوسف اور حضرت یعقوب کے اس واقعہ کو شیخ سعدیؒ نے بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند ، کہ اے روشن گہر پیرِ خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شمیدی ، چرا در چاہِ کنعانش ندیدی
بگفت احوالِ ما برقِ جہان است ، دمے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم ، گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

کسی نے حضرت یعقوبؑ سے پوچھا تھا کہ اے روشن خیال عقلمند بزرگ
ز مصرش بوئے پیراہن شمیدی ـــــــــــــــ مصر سے کرتہ

چلا اور آپ نے اس کی خوشبو سونگھ لی لیکن "چہار در چاہ کنعانش نہ دیدی"
مصر کے دور دراز علاقے سے کرتے کی خوشبو سونگھنے والے نے اپنے یوسف کو
کنعان کے کنوئیں میں کیوں نہ دیکھ لیا . . . . مصر کے حالات سے
باخبر ہونے والا چند میل کی مسافت پر اپنے یوسف کو کیوں نہ دیکھ سکا
بگفت احوالِ ما برقِ جہان است ——— حضرت یعقوبؑ نے
فرمایا، ہمارا حال تو آسمان پر چمکنے والی بجلی کی طرح ہے . کہ یکدم چمکتی ہے تو ہر شئی
روشن ہو جاتی ہے اور پھر دوسرے لمحے ہی گھپ اندھیرا چھا جاتا ہے ———
دم پیدا و دیگر دم نہان است ——— گہے بر طارم
اعلیٰ نشینم . . . . جب کبھی اللہ کی وحی اور الہام والی بجلی چمکتی
ہے تو ہم عرش بریں کی باتیں جان لیتے ہیں . . . . . . گہے بر پشت
پائے خود نہ بینم . . اور اگر اللہ تعالیٰ اطلاع نہ دے تو ہمیں اپنے پاؤں کی
پشت کا بھی پتہ نہیں ہوتا .
سامعین گرامی قدر! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف
اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے . . . . حضرت یعقوبؑ باوجود اولو العزم
پیغمبر ہونے کے عالم الغیب نہیں تھے . . . . ہر چیز کا جاننا . . . عالم
ما کان وما یکون ہونا تو بہت بعید ہے ان کو تو صرف اپنے یوسف کی حقیقت
حال کا علم نہ ہو سکا . جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کرتے کی خوشبو سونگھا دی -
أَوْجَدَهُ اللّٰهُ رِيحَ الْقَمِيصِ حِينَ أَقْبَلَ مِنْ مَسِيرَةِ ثَمَانِيَةِ
أَيَّامٍ . (مدارک صفحہ ۱۲۳ ج ۲) اللہ تعالیٰ نے کرتے کی خوشبو حضرت یعقوبؑ تک
پہنچا دی جب لے جانے والا اس کو لے کر چلا آٹھ دن کی مسافت سے ———
سچ ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ کہ کوئی بھی اللہ کے علم میں سے

کسی ایک چیز کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ ہاں وہ اتنا ہی جانتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ و اطلاع علی الغیب

حضرت سلیمان علیہ السلام صرف اولوالعزم پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ بادشاہِ وقت بھی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں انعامات و اکرامات سے نوازا تھا۔ وہ جنات پر حکومت کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہوا ان کے تابع کر دی گئی تھی، گھوڑوں پر ان کی حکومت تھی، وہ پرندوں کی بولیاں جانتے تھے اور ان کا تخت فضا میں ہوائی جہاز بن کر پرواز کرتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک روز وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت جا رہے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک وادی اور میدان میں چیونٹیاں روزی کی تلاش میں پھر رہی تھیں۔ حضرت سلیمانؑ اور ان کے لشکر نے اسی میدان سے ہو کر گزرنا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ نے چیونٹیوں کی ملکہ کو دور سے دکھایا کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر آ رہا ہے اور اسی میدان سے گزرے گا۔

(اللہ تعالیٰ چاہے تو چیونٹی جیسی حقیر سے حقیر مخلوق کو دور کی بات بتا دے)،
چیونٹیوں کی ملکہ نے یہ منظر دیکھا تو کہا یٰٓاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے چیونٹیو اے میری رعایا، جلدی کرو اور اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چیونٹیوں نے کہا ملکہ محترم! آج خلافِ معمول جلدی گھروں میں داخلے کا حکم صادر ہوا کیوں؟ ابھی تو روزی کی تلاش جاری ہے اور ابھی بلوں میں جانے کا حکم ہو گیا اس کی آخر وجہ اور کیا سبب ہے؟ ملکہ کہنے لگی۔ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں آج بلوں میں جانے کا حکم اسلئے دیا جا رہا ہے کہ حضرت سلیمان اور ان کا لشکر آ رہا ہے، اور

انہوں نے اِسی میدان سے ہو کر گزرنا ہے کہیں تم ان کے پاؤں کے نیچے آ کر روندی نہ جاؤ وہ تمہیں اپنے پاؤں کے نیچے کچل نہ دیں۔ . . . . چینیوٹیاں کہنے لگیں۔ . . . . ملکۂ محترمہ ادھر کہتی ہو اللہ کا پیغمبر ہے اور اس کے ساتھ اس کے صحابہ ہیں، اور پھر کہتی ہو وہ ہمیں اپنے پاؤں کے نیچے کچل دیں گے۔ بھلا پیغمبر اور پیغمبر کے ماننے والے معصوم جانداروں کو اپنے پاؤں کے نیچے کیوں کچلیں گے۔

ملکہ کہنے لگی۔ . . . . یہ میں بھی جانتی ہوں کہ وہ پیغمبر ہے . . . . . اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ پیغمبر کسی پر ظلم نہیں کرتا لیکن لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ وہ جان بوجھ کر اور دیدہ دانستہ تمہیں اپنے پاؤں کے نیچے نہیں کچلیں گے۔ بلکہ جب تم ان کے پیروں کے نیچے آؤ گی تو انہیں پاؤں کے نیچے کا قطعاً کوئی علم اور شعور نہیں ہو گا (بڑی دانا بن تھی جو کہہ رہی ہے کہ پیغمبر کو پاؤں کے نیچے کا علم نہیں ہو گا، لیکن اس دانا بن کی یہ بات خدا کو اتنی پسند آئی کہ پوری سورت کا نام سورۃ النمل یعنی چینیوٹی والی سورت رکھ دیا)

پھر کمال دیکھئے کہ چینیوٹی کی یہ ذرہ بقدر آواز اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمان کو سنا دی۔ قرآن کہتا ہے فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ۔ حضرت سلیمان چینیوٹی کی بات سن کر مسکرا دئے۔

اگر اللہ تعالےٰ چاہے اور غیب کی خبر دے اطلاع دینا چاہے تو چینیوٹی کی بات سنا دے۔ اور اگر وہ نہ چاہے تو یہی حضرت سلیمان ہیں، پرندوں کی حاضری لی اور فرمایا

مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ ○ ———— کیا بات ہے آج مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا یا وہ بھی ان چیزوں میں سے ہو گیا ہے جو پہلے ہی مجھ سے غائب ہیں

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان عالم الغیب اور عالم ما کان و ما یکون نہ

نہیں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہُد ہُد دربار سے غائب ہوا تو انہوں نے فرمایا آج میں ہُد ہُد کو نہیں دیکھ رہا ہوں یا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے ——— اور جب اللہ تعالٰی نے چاہا تو چیونٹی کی بات حضرت سلیمان علیہ السلام کو سنا دی۔

حضرت عمرؓ اور اطلاع علی الغیب

سامعین گرامی قدر! بدعقیدہ لوگ انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات بیان کر کے ثابت کرتے ہیں کہ وہ عالم الغیب اور مختار کل ہوتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ لوگ تصویر کا صرف ایک رُخ دکھلاتے ہیں۔ اگر دوسرا رُخ پیش کیا جائے تو مسئلہ بالکل نکھر جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اہل بدعت واعظین اور مقررین حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ مزے لے کر بیان کرتے ہیں جب وہ مدینہ میں منبر پر کھڑے حضرت ساریہؓ کو آواز لگا رہے تھے یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلْ اے ساریہ اے اسلامی فوج کے سالار پہاڑ کی اوٹ میں آ ——— حضرت ساریہ سینکڑوں میل کی مسافت پر جنگ میں مصروف ہیں اور اللہ رب العزت نے مدینہ میں کھڑے حضرت عمرؓ کو یہ منظر دکھایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور حضرت عمرؓ کی آواز سینکڑوں میل دور حضرت ساریہؓ تک پہنچا دی۔ اسے کہتے ہیں اطلاع علی الغیب یعنی غیب کی بات پر اللہ تعالٰی نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی، یہ حضرت عمرؓ کی کرامت ہے۔ اور کرامت برحق ہے، مگر کرامت بزرگ کے اختیار میں نہیں ہوتی، ہاتھ بزرگ کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ رب العزت کی ہوتی ہے۔

اگر کوئی بدعتی شخص اس واقعہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ حضرت عمرؓ عالم الغیب تھے اور ان کی نظروں سے دنیا کی کوئی شئی پوشیدہ نہیں تھی اور ہر چیز کو برابر دیکھنے کی قدرت رکھتے تھے تو اس شخص کا یہ ثابت کرنا غلط اور قرآن

وحدیث سے ناانصافی ہوگی ـــــــــ اس لئے کہ جب ہم تصویر کا
دوسرا رُخ دیکھتے ہیں تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے، کہ یہی حضرت عمرؓ ہیں صبح کی نماز
تیار ہے آپ صفیں درست کر رہے ہیں۔ . . . . فیروز نامی شخص آپ کے قتل
کرنے کے ارادے سے صفوں میں موجود ہے اس نے پاجامے کے اندر زہر آلود
خنجر چھپایا ہوا ہے۔ جونہی حضرت عمرؓ اس کے قریب پہنچتے ہیں وہ خنجر کے لگاتار
کئی وار کرتا ہے، اور آپ انہی کاری زخموں کی بنا پر شہادت نوش فرماتے ہیں۔
مسئلہ واضح ہوگیا کہ اگر اللہ تعالٰی نے چاہے تو اپنے کسی بندے کو سینکڑوں
میل کی مسافت کے حالات دکھادے اور اس کی آواز بغیر کسی اسباب کے سینکڑوں
میل دور تک پہنچادے۔ لیکن اسے علم غیب نہیں کہتے بلکہ اسے اطلاع
علی الغیب کہتے ہیں ـــــــــ اور اگر اللہ تعالٰی نہ چاہے تو وہی حضرت
عمرؓ ہیں مگر سامنے کھڑے شخص جس نے ایک کپڑے کے اندر خنجر چھپا رکھا تھا۔
اس کا علم نہ ہوسکا۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اِلَّا بِمَا شَآءَ

اُنیسویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم. وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

حضراتِ گرامی قدر! گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں ہم نے اس موضوع پر گفتگو کی تھی، کہ علم غیب ایک الگ عنوان ہے اور اطلاع علی الغیب ایک الگ موضوع ہے۔ اطلاع علی الغیب کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ جب چاہے اپنے کسی نبی کو یا ولی کو غیب کی باتوں اور غیب کی خبروں پر اطلاع دے دے . . . . مگر علم غیب یہ صفتِ خداوندی ہے اور یہ صفت مخلوقات میں سے کسی کے لئے ثابت کرنا اور کسی اور کو عالم الغیب ماننا شرک ہے۔

میں نے گذشتہ خطبے میں بڑی تفصیل کے ساتھ علم غیب اور اطلاع علی الغیب کا فرق واضح کیا تھا . . . . . . حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے مسئلہ بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ آسکتا ہے۔ اور علم غیب اور اطلاع علی الغیب کے مابین جو فرق ہے وہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ چاہے تو مصر سے چلنے والے کرتے کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کو سونگھا دے . . . اور اگر وہ نہ چاہے تو چند میلوں کے فاصلے پر کنعان کے کنوئیں میں پڑے ہوئے یوسفؑ کا علم حضرت یعقوبؑ کو نہ ہو سکے کیونکہ یہ غیب تھا، اور غیب کا کلی اور مکمل علم اللہ تعالےٰ کے سوا مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہیں ہے۔

حضرات! اگر اللہ تعالےٰ کے سوا مخلوقات میں سے کوئی عالم الغیب ہوتا

تو یہ صفت انبیاء کرام کو حاصل ہوتی۔ اس لئے کہ تمام مخلوق میں جو رتبہ اور جو مقام و مرتبہ اور جو شان انبیاء کرام کو حاصل ہے وہ اور کسی کو بھی حاصل نہیں ہے .... انہیں باقی تمام انسانوں نے علم و دانش، عقل و فہم، حکمت و فراست اور دیگر تمام کمالات میں منفرد مقام حاصل ہوتا ہے۔ ......
اللہ تعالٰی کی تمام مخلوقات میں انبیاء کرام سے نہ کوئی فضیلت میں بڑھ کر ہے اور نہ کوئی بزرگی میں برتر ہے۔ جس طرح اللہ تعالٰی نے اور بہت سی خصوصیات سے ان کو نوازا ہے اور صفات مرحمت فرمائی ہیں اسی طرح علمی لحاظ سے بھی انبیاء کرام کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ .... اور جس طرح انبیاء کرام کے کسی دوسرے فضل و شرف اور کمالات کو کوئی حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح ان کے علمی مقام تک بھی باقی مخلوقات میں کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

انبیاء کرام نے اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کے متعلق جنت و دوزخ کے متعلق، قبر و حشر کے متعلق اور اس قسم کی دیگر بے شمار غیب کی باتیں بتائیں۔۔۔ مگر باوجود اتنے علوم کے، باوجود اتنے اوصاف کے، باوجود اتنے کمالات کے انبیاء کرام عالم الغیب نہیں تھے، کیونکہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ تمام چیزوں کا علم تو اپنی جگہ ...... قرآن کہتا ہے، وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ۔۔ صرف ایک چیز ...... اور حقیر سے حقیر تر چیز کا بھی کلی، تفصیلی اور مکمل علم کسی کو نہیں ہے۔ .... نہ کسی نبی کو، نہ کسی ولی کو، نہ کسی پیر کو، نہ کسی پیغمبر کو، نہ کسی زندہ کو، اور نہ کسی مردہ کو، نہ کسی فرشتے کو، اور نہ کسی جن کو .... انبیاء کرام جو پوری کائنات سے اعلیٰ، افضل، اولیٰ اور اکمل ہوتے ہیں ...... انبیاء جو علم و حکمت میں، فہم و فراست میں سب سے اونچے ہوتے ہیں جب وہ عالم الغیب

نہیں تو مخلوقات میں سے اور کون ہے جو عالم الغیب ہو، . . . . . آیئے
قرآن مجید کے آئینے میں اور احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں
کہ انبیاء کرام جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہیں رکھتے تھے۔

حضرت آدمؑ اور علم غیب

حضرت سیدنا آدم نوعِ انسانی کے پہلے فرد بھی ہیں اور سلسلۂ انبیاء کی پہلی کڑی بھی۔ . .
. . . . وہ ابوالبشر بھی ہیں اور مسجودِ ملائکہ بھی . . . . . . ان کے سامنے
فرشتوں اور جنات کو جھکا کر ان کی برتری اور عظمت انہیں دکھائی گئی تھی . . . . .
صرف آدم کے جسم کو سجدہ نہیں کروایا بلکہ آدم کا جسم بنانے کے بعد وَنَفَخْتُ فِيهِ
مِن رُّوحِي۔ اس میں اپنی روح پھونکی . . . . . . روح آنے کے بعد وہ
دیکھنے اور سننے لگے، اس لئے کہ بغیر روح کے انسان نہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا
ہے . . . . . جب روح آنے کے بعد وہ دیکھنے لگے تو اب ملائکہ کو آدم کے
سامنے جھکایا، تاکہ آدم اپنی رفعت و عظمت اور بلندی و مقام کو اپنی آنکھوں
سے دیکھ لیں۔

تمام ملائکہ نے آدم کو سجدہ کر کے آدم کی برتری اور عظمت کو تسلیم کر لیا۔ . .
. . . حضرت جبرائیل امین بھی جھکے، حضرت عزرائیل بھی جھکے، اسرافیل بھی
جھکے، اور میکائیل نے بھی سجدہ کر کے آدم کی برتری کو سلام پیش کیا . . .

ابلیس کو الگ حکم دیا گیا کہ تم بھی آدم کو سجدہ کر کے ان کی عظمت و برتری کا
اعتراف کرو۔ وَمَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ۔ اے ابلیس تجھے کس
چیز نے روکا کہ تو سجدہ کرے جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ ابلیس نے
انکار کیا ءَأَسْجُدُ لِبَشَرٍ۔ کیا میں بشر کو سجدہ کروں۔ . . . . . تو نے
مجھے آگ سے پیدا کیا جس کا کام اوپر جانا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا جس کا کام

نیچے جاتا ہے، بھلا اوپر جانے والی شئی نیچے جانے والی شئی کے سامنے جھکے، بھلا آگ مٹی سے بنی ہوئی مخلوق کے سامنے جھکے یہ کیسے ممکن ہے؟ اعلیٰ کبھی ادنیٰ کے سامنے جھکا؟ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ میں آدم سے بہتر ہوں۔ ناری خاکی سے اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ابلیس کا یہ تکبر پسند نہ آیا، فرمایا تو میری بنائی ہوئی اس مخلوق کو حقیر سمجھ رہا ہے........ ظالم تجھے معلوم نہیں کہ میں نے کائنات کی ہر چیز کو لفظِ کُن سے پیدا فرمایا..... زمین بنائی لفظِ کُن سے..... آسمان بنایا لفظِ کُن سے....... عرش کو تخلیق کیا لفظِ کُن سے....... فرش کو بچھایا لفظِ کُن سے..... چاند اور سورج بنائے لفظِ کُن سے........ فرشتے اور جنات تخلیق کئے لفظِ کُن سے..... جنت اور جہنم کو بنایا لفظِ کُن سے....... نباتات، جمادات بنائے لفظِ کُن سے..... ہر ہر چیز کو بنایا لفظِ کن سے مگر جب آدم کو بنانے کی باری آئی تو خَلَقْتُہٗ بِیَدَیَّ۔ اسے میں نے اپنی رحمت و قدرت کے ہاتھوں سے بنایا اور سنوارا...... تو نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کہہ کے صرف آدم کی توہین نہیں کی بلکہ میرے ہاتھوں کی بھی توہین کی..... نکل جاؤ میرے دربار سے تم راندۂ درگاہ ہو، اور یہ سنتے جاؤ کہ قیامت تک جو بھی انبیاء کی بشریت کو کم سمجھے گا وہ تیری نسل میں سے ہوگا۔

ابلیس کو جنت سے نکال کر حضرت آدم کو حکم دیا کہ

اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ تم اور تمہاری (بیوی) جنت میں رہو۔ ...... وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا...... اور جنت میں جہاں سے چاہو اور جو چاہو کھاؤ تمہیں کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ ...... مگر وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ ——

الظّٰلِمِیْنَ . . . . اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم بے انصافوں میں سے ہو جاؤ گے۔

ابلیس جو پہلے ہی سے آپ کا دشمن بن چکا تھا . . . . . کیونکہ اسی آدم کو سجدہ سے انکار کر کے راندۂ درگاہ ہوا تھا، اور اسی آدم کی وجہ سے اسے جنت سے دیس نکالا ملا تھا۔ اس کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح آدم کو جنت سے باہر کرے اور آتش حسد سرد کرے۔

ابلیس لعین نے حضرت آدم کو اور حوا کو سبز باغ دکھانے کی کوشش شروع کی اور ان کے دل میں وسوسے ڈالنے لگا . . . . کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالٰے نے تمہیں اس درخت کے پھل کھانے سے کیوں روکا ہے؟ اس لئے روکا ہے کہ جو بھی اِس درخت کا پھل کھالیتا ہے اس میں فرشتوں جیسی، خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں . . . . اور پھر وہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہتا ہے، حضرت آدم نے کہا اللہ رب العزت نے منع فرمایا ہے . . . . . . اس لعین نے دھوکہ اور فریب دینے کے لئے کہا اللہ تعالٰے نے ایک خاص درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ . . . . . . تم اس خاص درخت سے نہ کھاؤ اس کی نسل اور جنس کا دوسری جگہ موجود ہے اس سے کھالو (حالانکہ اللہ رب العزت کا منشاء و مقصد صرف ایک درخت کے پھل سے روکنا نہیں تھا بلکہ اس درخت کی نسل اور جنس سے روکنا مقصد تھا کہ اس جنس اور اس نسل کے جتنے درخت ہیں ان کے قریب نہ جانا)

پھر اس نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی . . . . وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ قسم اٹھائی کہ خدا گواہ ہے میں تمہارا خیر

خواہ ہوں۔

ابلیس نے جب اللہ تعالٰے کے نام کی قسم اٹھائی تو حضرت آدمؑ فریب اور دھوکہ میں آ کے لغزش کھا گئے۔ انہوں نے سوچا کہ بھلا کوئی اللہ تعالٰے کے نام کی جھوٹی قسم اٹھا سکتا ہے؟ اتنا بڑا نام جھوٹ کے موقع پر کوئی کیسے استعمال کر سکتا ہے؟ (پاکستان تو حضرت آدمؑ نے دیکھا ہوا نہیں تھا کہ انہیں تجربہ ہوتا کہ لوگ اللہ کے نام کی جھوٹی قسمیں کس طرح تھوک کے حساب سے اٹھاتے ہیں)

حضرت آدمؑ ابلیس کی پُر فریب باتوں میں آ گئے اس نے جھوٹی قسمیں اٹھا کر انہیں اپنی سچائی اور خیر خواہی کا یقین دلایا اور پھر ان سے قصور ہوا، وہ بھول گئے اور لغزش کھا گئے۔ . . . . انہوں نے اس درخت کا میوہ چکھ لیا۔ جس کی بنا پر ان کے جسم سے کپڑے اتر گئے اور وہ درختوں کے پتوں سے اپنا بدن ڈھانپنے لگے۔

نتیجہ: حضرت آدم علیہ السلام کے اس واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ ابو البشر اور مسجودِ ملائکہ حضرت آدمؑ عالم الغیب نہیں تھے۔ . . . . . اگر وہ عالم ماکان و مایکون ہوتے تو ابلیس کے فریب میں کبھی نہ آتے۔ . . . . . . اگر انہیں آنے والے واقعات کا علم ہوتا تو ابلیس کی جھوٹی قسموں پر کبھی اعتبار نہ کرتے۔ . . . . . . اور نہ ان کا جنتی لباس جسم سے اترتا۔ . . . . حقیقت یہ ہے کہ وہ بھول گئے فَنَسِیَ اٰدَمُ . . . حضرت آدم بھول گئے۔ اور جو بھول جائے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ . . . . . عالم الغیب وہ ہے جو کبھی بھولتا نہیں۔ . . . . اس لئے ثابت ہوا کہ ہر ہر شئی کا علم اور ماکان و مایکون تو دور کی بات ہے، حضرت آدم کو تو ایک درخت کی حقیقت کا مکمل علم نہیں تھا۔ . . . وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ

ایک مغالطہ اور اُس کا جواب

کچھ عباد البطن علماء اپنے مذموم مقاصد پورے کرنے کے لئے اور اپنے باطل اور گمراہ کن عقائد کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید میں معنوی تحریف تک کرنے سے نہیں چوکتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر قرآنی آیات کا مطلب کچھ سے کچھ بیان کر کے اپنا شرکیہ مدعا اور کفریہ عقیدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ وہ منبر و محراب میں بیٹھ کر سینکڑوں لوگوں کے سامنے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا۔ سے حضرت آدم کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ لفظ کُلَّهَا سے دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ کُل سے مراد ہر شیُ ہے۔

اسی طرح بعض کج فہم آنحضور سرورِ کائنات ؐ کے لئے علم غیب ثابت کرنے کے لئے اس قسم کی آیات کا سہارا لیتے ہیں وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ۔ اور حدیث میں آتا ہے فَتَجَلّٰی لِیۡ کُلُّ شَیۡءٍ لفظ کل سے ہر ہر چیز مراد لے کر حضرت آدمؑ اور سرورِ کونینؐ کے لئے کلی علم غیب ثابت کرتے ہیں۔

قرآن پاک کی اس طرح کی آیات تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ سے صغریٰ کبریٰ ملا کر نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن مجید ہر شئی کا بیان ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب قرآن میں ہر ہر شئی کا بیان ہے تو قرآن کے سب سے بڑے عالم امام الانبیاء ہیں پھر پھر آپ بھی ہر ہر چیز کو جانتے ہیں اور کوئی چیز بھی آپ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

اگرچہ اس لچر اور فضول استدلال کی طرف اہل علم کو توجہ دینے کی ضرورت نہیں۔ مگر علماء سُو اس طرح جاہل عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے

انہیں سمجھانے کے لئے جواب دینا ضروری ہے

سامعین گرامی قدر! قرآن مجید کی آیۃ کریمہ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے اہل بدعت رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں لیکن مزے اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ اور اس قسم کی باقی آیات مکی ہیں، یعنی ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی تھیں . . . . اب سوال یہ ہے کہ اگر ان مکی آیات سے نبی اکرمؐ کے لئے کل علم غیب ثابت ہو رہا ہے . اور ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ کا علم ثابت ہو رہا ہے اور علم مَاكَانَ وَمَا يَكُوْن ثابت ہو رہا ہے تو پھر ان آیات کے نزول کے بعد آنحضرتؐ پر مزید وحی نازل نہیں ہونی چاہئے تھی، کیونکہ کل غیب کا علم تو آپ کو ان آیات سے ہو چکا تھا .

حالانکہ ان آیات کے بعد دیگر احکام تو بجائے خود رہے قرآن مجید بھی نازل ہوتا رہا . اور پھر اُن آیات میں جو مدنی ہیں اور ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئیں ان آیات میں آنحضرتؐ سے علم غیب کی نفی کی گئی .

مثلاً سورت توبہ جو مدینہ میں نازل ہوئی . اس میں فرمایا

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ . کہ مدینہ کے کچھ منافق ایسے ہیں جن کو آپ نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں .

اگر تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے ہر ہر ذرہ کا علم ہر رطب و یابس کا علم اور ہر ہر شیئ کا روشن بیان ثابت ہوتا ہے تو پھر آج کے دور کے منکرین حدیث نماز وں اور زکوٰۃ کی تفصیل . . . . رکعتوں کی تعداد چلا چلا کر پوچھتے ہیں، تو بتلایئے ان کے ان سوالات کا جواب قرآن کی کس آیت میں ہے . . . . قرآن میں اگر ہر ہر شیئ کا بیان ہے تو بتلایئے نماز کی رکعتوں کا بیان کس

آیت میں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ نماز کا طریقہ کس آیت سے ثابت ہوتا ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زکوۃ کی شرح اور ادائیگی کا طریقہ کار کس آیت میں بیان ہوا ہے حج اور قربانی کا مکمل بیان کس آیت میں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر اگر قرآن مجید میں ہر ہر شئی کا واضح بیان موجود ہے تو فقہائے اسلام کو حدیث ، اجماع امت اور قیاس کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

اصل میں ان علماء سوء نے عوام الناس کو مغالطہ اور دھوکہ لفظ "کُل" سے دیا۔

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا میں بھی اور تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ میں بھی اور فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ میں بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ لفظ کل عموم میں نص قطعی ہے۔

جس طرح مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب "انباء المصطفیٰ ص ۹ پر تحریر کیا ہے کہ لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوا۔

حالانکہ ان کا یہ فرمانا غلط اور سراسر غلط ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے کہ لفظ کُل اپنے لغوی معنیٰ ومفہوم سے تو عام ہے ، لیکن کبھی کبھی اس سے مراد "اکثر او بعض" بھی ہوتا ہے اس کی قرآن میں بہت سی مثالیں موجود ہیں ، آپ کی تسلی و تشفی کے لئے ایک دو مثالیں بیان کرتا ہوں۔

○ حضرت سلیمان ؑ پر اللہ تعالیٰ نے ان گنت احسانات فرمائے اور انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت سلیمان ؑ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (نمل) اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں حضرت سلیمان ؑ نے لفظ "کُل"

استعمال فرمایا کہ ہمیں ہر چیز اور ہر نعمت دی گئی، حالانکہ ان کو ہمارے رسول اکرم، رحمت عالمؐ جیسی جلالت شان نہیں دی گئی، ان کو ختم نبوت کا منصب عطا نہیں ہوا، انہیں قرآن، توراۃ، انجیل اور زبور نہیں ملی، ان کو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات نہیں ملے، انہیں آسمانوں پر معراج نہیں ہوا، ان کو ہمارے رسول اکرمؐ کے جانثار صحابہ جیسے صحابہ نہیں ملے، تو اب تسلیم کرنا ہوگا کہ یہاں لفظ کل سے بعض اشیاء مراد ہیں، یعنی نبوت و رسالت، خلافت وسلطنت، اور دیگر ساز وسامان جو ان کے شایانِ شان تھا وہ ان کو عطا کیا گیا۔

○ ایک اور مثال بھی سن لیجئے،

ملکہ بلقیس کے بارے ارشادِ خداوندی ہوتا ہے،

وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (نمل) اور اس ملکہ بلقیس کو ہر چیز عطا کی گئی،

یہاں لفظ کل استعمال ہوا ہے مگر یہاں ہر ہر شئی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ ادنیٰ سوجھ اور معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ ملکہ بلقیس کو حضرت سلیمان کی حکومت وسلطنت نہیں ملی تھی۔ اسے نبوت ورسالت عطا نہیں ہوئی تھی، اسے تخت سلیمان نہیں ملا تھا، اسے آسمانی کتابیں نہیں ملی تھیں، اسے مردانہ خصوصیات عطا نہیں ہوئے تھے،

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کل کے لفظ سے ہر ہر شئی مراد ہو تو کیا ملکہ بلقیس کو مردانہ خصوصیات اور ڈاڑھی بھی مل گئی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۲۵۴)

○ سامعین گرامی! دو مثالیں آپ نے قرآن سے سماعت فرمائیں، اب ایک مثال بخاری شریف سے بھی سن لیجئے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں ایسی سخت موسلا دھار

اور زور دار بارش ہوئی کہ حَصَت کُلَّ شَیءٍ. (بخاری ج ۲ ص ۱۳۲) اس بارش نے ہر ہر شئی کو بنیاد سے اکھاڑ دیا۔

یہاں لفظ کُل کا استعمال ہوا مگر یہاں اس سے مراد ہر ہر چیز نہیں ہو سکتی ..

...... اس لئے کہ اس بارش سے پورا مدینہ تو تباہ و برباد نہیں ہوا ہوگا

...... ظاہر بات ہے رحمتِ کائنات کی ذاتِ گرامی بھی محفوظ رہی ہوگی ازواجِ مطہرات بھی محفوظ رہی ہونگی .. صحابہ کرام بھی محفوظ رہے ہونگے، کچھ مکانات اور درخت بھی سلامت رہے ہونگے۔ مسجد نبوی بھی تباہی و بربادی سے یقیناً محفوظ رہی ہوگی، تو ثابت ہوا کہ کل کا لفظ بول کر یہاں اکثر یا بعض مراد لیا گیا ہے۔

○ اسی طرح روزمرہ کی بول چال میں لفظ کل جس کا معنیٰ "ہر" ہوتا ہے سے اکثر یا بعض ہی مراد ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے پورے لاہور کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن فلاں شئی مجھے نہیں ملی .... اب ظاہر ہے کہ پورے لاہور سے اور کونے کونے سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ لاہور کی ایک ایک گلی اور ایک ایک سڑک اور ایک ایک محلہ میں نے چھان لیا۔

لغت کی کتابیں کیا کہتی ہیں

قرآن و حدیث اور روزمرہ کی بولی کے علاوہ آیئے دیکھتے ہیں کہ لغت کی کتابیں کیا کہتی ہیں۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "القاموس" ج ۳ ص ۴۵ میں تحریر فرماتے ہیں

وَقَدْ جَاءَ بِمَعْنىٰ بَعْض کہ لفظ کُل کبھی کبھی بعض کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ملا جیون اپنی کتاب نور الانوار صفحہ ۹۱ پر لکھتے ہیں

وَکَلِمَۃُ کُلٍّ یَحْتَمِلُ الْخُصُوصَ ۔ ۔ ۔ کلمہ کل خصوص کا احتمال رکھتا ہے ۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کیا کہتے ہیں

چھوڑیئے لغت کے ان مطالب کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

آخر میں ایک حوالہ بریلوی مسلک کے موجد اور بانی مولوی احمد رضا خان بریلوی کا سنئے کہ خان صاحب بریلوی کیا کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اپنے فتاوے فتاویٰ رضویہ صفحہ ۳۷ جلد ۱ میں تحریر کرتے ہیں ۔

کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے ۔

حضرات گرامی ! اتنے دلائل کے بعد (جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا ہے کہ کل سے مراد ہر جگہ ہر شئی نہیں ہوتی ، بلکہ کبھی کل کا لفظ بول کر اکثر یا بعض مراد ہوتا ہے) ضرورت تو نہیں کہ مزید کچھ کہا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن مسئلہ کو مزید واضح کرنے کے لئے آیئے دیکھتے ہیں کہ جن آیات میں لفظ کل سے اہل بدعت علماء آنحضرت ؐ کے لئے کلی علم غیب ثابت کرتے ہیں ان آیات میں مفسرین کرام نے کل سے کیا مراد لیا ہے ۔

○ علامہ ابو البرکات نسفی الحنفی ؒ اپنی تفسیر مدارک ص ۲۴۳ میں فرماتے ہیں

تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ اَیْ مِنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ کہ تبیانا لکل شئی سے مراد دین کا بیان کرنا مراد ہے ۔

○ علامہ بیضاوی اپنی تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں ۔

تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ اَیْ مِنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ کہ کل سے مراد دین کے احکام کا بیان مراد ہے ۔

○ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر جلالین ص۲۲۴ پر لکھتے ہیں.

تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ای مُحْتَاجٍ اِلَیْہِ مِنْ اَمْرِ الشَّرِیْعَۃِ . . . . . کہ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ سے ہر شئی مراد ہے جس کی لوگوں کو امور شریعت میں ضرورت اور حاجت ہے.

لطیفہ لطیفہ کی بات ہے کہ جس طرح نام نہاد اہل سنت تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ سے آنحضرت کے لئے کل علم غیب ثابت کرتے ہیں اسی طرح دشمنانِ صحابہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے. وہ حضرت جعفر صادقؒ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، اگر میں موسیٰ اور خضر کے پاس ہوتا تو ان کو بتلاتا کہ میں ان دونوں سے بڑا عالم ہوں، کیونکہ میں زمین و آسمان، جنت دوزخ اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا، سب جانتا ہوں اور یہ سب کچھ میں نے قرآن مجید سے معلوم کیا ہے کیونکہ فِیْہِ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے. ——————— لیجئے غیر اللہ کے لئے کلی علم غیب کا عقیدہ رکھنے والوں کا قارورہ کن لوگوں سے جا ملا اور لطف یہ کہ دونوں کا طرز استدلال بھی ایک آیت سے ہے . . . . یہ بھی تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ سے آنحضرتؐ کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں. اور انہوں نے بھی فِیْہِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ کہہ کے ائمہ کے لئے علم غیب ثابت کیا ہے . . . . آخر شیعہ، سُنی بھائی بھائی کا نعرہ سچا کر دکھایا

سامعین گرامی قدر! لفظ کُل کی بحث ذرا طویل ہو گئی ہے لیکن یہ طوالت اور یہ بحث بہت ضروری تھی، تا کہ اہل بدعت علماء سُو سادہ لوح عوام کو فریب میں مبتلا نہ کر سکیں. . . . . . . ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا سے حضرت آدم کے لئے کلی علم

غیب کا استدلال درست اور صحیح نہیں ہے اس لئے کہ لفظ کل سے ہر جگہ "ہر شئ" مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ اکثر مقامات پر لفظ کل بول کر اکثر چیز یا بعض شئ مراد ہوتی ہے۔

اور پھر اگر کُلَّھَا کے لفظ سے حضرت آدمؑ کو کلی علم غیب اور علم ماکان و ما یکون عطا ہو چکا تھا تو انہیں ابلیس لعین نے دھوکہ اور فریب دے کر جنت سے کیوں نکلوایا؟ وہ شیطان کی جھوٹی قسموں کے فریب میں کیوں آئے؟، انہوں نے منع کئے ہوئے درخت کا پھل کیوں کھایا؟ فَنَسِیَ اٰدَمُ پس آدم بھول گئے یہ عالم الغیب بھول کیسے گیا؟ اب کس طرح یقین کر لیا جائے کہ حضرت آدم کو علم غیب عطا ہونے کے بعد ابلیس نے پھسلا دیا اور وہ بھول گئے؟ میرے بھائیو! ماننا ہو گا کہ حضرت آدم بھول گئے اور جو بھول جائے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ

قرآن پاک نے ایک اور اولوالعزم صاحب کتاب پیغمبر کا تذکرہ کیا ہے۔ . . . . . ان کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جہاں وہ قدم قدم پر بھول رہے ہیں۔ . . . . . . یہ عظیم المرتبت پیغمبر حضرت سیدنا کلیم اللہ ہیں۔ . . . . . . ان سے ایک دن کسی شخص نے پوچھا کہ اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے۔ . . . . . . حضرت موسیٰ نے اس خیال سے کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور پیغمبر سے زیادہ علم کس کے پاس ہو سکتا ہے، یہ جواب دیا کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ . . . . . . حضرت موسیٰ کا یہ جواب اللہ تعالٰے کو پسند نہ آیا کہ انہیں کہنا یہ چاہیئے تھا کہ سب سے بڑا عالم اللہ تعالٰے ہے۔ . . . . . اللہ تعالٰے نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ ہمارا ایک بندہ

اس دنیا میں ایسا بھی ہے کہ تم اس سے علم سیکھتے بھی رہو پھر بھی تمہیں سمجھ نہ آئے۔ . . . . . اب حضرت موسیٰ کو اشتیاق پیدا ہوا کہ اس شخص سے جا کر ملنا چاہیئے، جس کو اللہ رب العزت نے مجھ سے بھی زیادہ علم سے نوازا ہے (علم ایک ایسا زیور ہے اور علم ایک ایسی نعمت ہے۔ ہاں علم انسان کی کھوئی ہوئی میراث ہے کہ اسے تلاش کرنے کے لئے انسان کو بے قرار ہو جانا چاہیئے اور اسے حاصل کرنے کے لئے مشکل سے مشکل ترین سفر سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ اسے تلاش کرنے کے لئے بیقرار بھی ہوئے اور سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کیں)

اللہ تعالےٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ مولا میں تیرے اس بندے کو ملنا چاہتا ہوں جسے تو نے ایک عجیب علم سے نوازا ہے۔ . . . . . اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دریا کے ساتھ ساتھ چلتے جاؤ، جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں اسی جگہ میرا بندہ رہتا ہے۔ . . . . . عرض کیا مولا اس بندے کے صحیح ٹھکانے کا پتہ کس طرح چلے گا۔ . . . . . فرمایا، ایک مچھلی تل بھون کر ساتھ لے جاؤ جس جگہ وہ مچھلی زندہ ہو جائے اسی جگہ میرا وہ بندہ رہتا ہے۔ گویا کہ مچھلی تمہیں اس بندے کا پتہ بتائے گی (اگر حضرت موسیٰ عالم الغیب ہوتے تو انہیں اپنے رب سے اس بندے کے رہنے کی جگہ کے بارے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اور تلی ہوئی مچھلی ساتھ رکھنے کی کوئی حاجت نہیں تھی) اب حضرت موسیٰؑ نے اپنے ایک ساتھی حضرت یوشع بن نون کو ساتھ لیا (حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے ساتھی تھے۔ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد اللہ تعالےٰ نے انہیں نبوت سے سرفراز فرمادیا) اور بھونی ہوئی مچھلی ایک تھیلے اور توشہ دان میں رکھ لی، چلتے چلتے جب دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو سفر کی تھکان دور کرنے کے حضرت موسیٰ سو گئے اور

حضرت یوشع بن نون مچھلی کی تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ اچانک تھیلے میں کھڑکھڑاہٹ ہوئی اور مچھلی زندہ ہوگئی اور زندہ ہونے کے بعد دریا میں کود گئی اور عجیب طریقے سے سرنگ بناتی ہوئی نظروں سے غائب ہوگئی۔ . . . . . حضرت یوشع نے سوچا کہ حضرتِ موسیٰ طویل سفر کی تھکان کی وجہ سے گہری نیند سوئے ہوئے ہیں انہیں ابھی جگانا مناسب نہیں ہے۔ . . . . . کچھ دیر کے بعد بیدار ہونگے، تو انہیں اطلاع کروں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت موسیٰ جاگے تو خادم سے فرمایا ابھی ہمارا سفر خدا معلوم کتنا باقی ہے، جلدی کرو اور چلو۔ . . . . . . خادم نے عرض کیا ٹھیک ہے چلیئے۔ . . . . . . نہ خادم کو بتانا یاد رہا کہ مچھلی زندہ ہوگئی ہے اور نہ ہی حضرت موسیٰ کو معلوم ہوسکا کہ تھیلے کے اندر مچھلی موجود نہیں ہے۔

(آج لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔ . . . . زندہ تو زندہ رہے مرنے کے بعد انہیں معلوم ہوتا ہے کہ کون ہماری قبر پر آیا اور اس نے کیا کہا۔ . . . . . بلکہ انہیں پتہ چل جاتا ہے کہ ہماری قبر پر چڑیا بیٹھی ہے یا چڑا بیٹھا ہے۔ . . . . . کوئی اوٹ اور کوئی پردہ ان کی نظروں کے آگے رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ . . . . . . لیکن حضرت موسیٰ سوئے ہوئے ہیں۔ تھیلہ سرہانے موجود ہے اس میں مچھلی زندہ ہوگئی اور تھیلے سے باہر آ گئی پھر دریا میں سرنگ بنا کر چلی گئی، مگر حضرت موسیٰ کو مچھلی کے زندہ ہونے اور دریا میں سرنگ بنا کر چلے جانے کا علم نہ ہوسکا۔ . . . . . چلو اس وقت تو سوئے ہوئے تھے، بعد میں جاگے تھیلا خادم کے پاس ہے مگر اس میں مچھلی موجود نہیں مگر حضرت موسیٰ کو اس کا علم نہ ہوسکا، اگر علم ہوتا کہ مچھلی تھیلے میں موجود نہیں بلکہ وہ زندہ ہوچکی ہے تو کبھی آگے کا سفر نہ کرتے۔ . . . . . قرآن کہتا ہے۔

نَسِيَا حُوْتَهُمَا دونوں بھول گئے اپنی مچھلی کو۔ . . . . . . اور جو بھول جائے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا اور جو عالم الغیب ہو وہ کبھی بھولتا نہیں۔

خیر جب بھوک لگی اور مچھلی کی طرف توجہ اور خیال ہوا تو اب حضرت یوشع بن نون کو یاد آیا کہ جہاں آپ سوئے تھے مچھلی تو اس جگہ زندہ ہو گئی تھی، لیکن فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ بے شک میں بھول گیا مچھلی کو یعنی آپ کو بتانا یاد نہیں رہا۔

قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس پلٹے، اور حضرت خضرؑ کی خدمت میں پہنچ گئے تو حضرت موسیٰؑ نے استدعا کی

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۔

کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس لئے کہ آپ مجھے وہ علم سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔

جب حضرت موسیٰ نے یہ استدعا فرمائی تو جواب میں حضرت خضر نے فرمایا

يَا مُوْسٰى اِنِّىْ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهٗ اَنْتَ وَاَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ

(بخاری ص ۴۸۸ ج ۲، مسلم ص ۲۶۹ ج ۲)

اے موسیٰ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم حاصل ہے جس کو تو نہیں جانتا اور تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم حاصل ہے جس کو میں نہیں جانتا

سامعینِ گرامی! حضرت خضر کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر دونوں عالم الغیب نہیں تھے، جو علم حضرت خضر کے پاس تھا اسے حضرت موسیٰ نہیں جانتے تھے، اور جو علم اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو عطا فرمایا تھا اسے حضرت خضر نہیں جانتے تھے،

حضرت خضر کا ایک اور ارشاد بھی سنئیے۔

حضرت موسیٰ کے ساتھ کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک چڑیا آئی اور اس نے اپنی چونچ میں دریا سے پانی اٹھایا، حضرت خضر نے فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ! اے موسیٰ تیرے اور میرے اور تمام مخلوق کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے اس چڑیا کے منہ کا پانی اور دریا کا پانی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چڑیا کے منہ میں ایک قطرہ اور دریا! بھلا ان کی نسبت ہی کیا ہے۔ (بخاری ص۶۸۹ ج۲)

جب حضرت موسیٰؑ نے ان سے علم سیکھنے کی درخواست کی تھی تو حضرت خضر نے فرمایا

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ اے موسیٰ آپ میرے کاموں کو دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے، اس لئے کہ آپ ان کاموں کی حقیقت سے واقف نہیں ہونگے، تو وہ کام دیکھ کر آپ کو تعجب ہوگا، اور جب تعجب ہوگا، تو پھر آپ اپنے تعجب کا اظہار کریں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت خضر نے فرمایا یہ علم سیکھنے کے لئے اگر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو پھر میری ایک شرط ماننا ہوگی، اور وہ یہ کہ

فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓي اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝

میں جو کام بھی کرتا رہوں، آپ نے اس کے بارے سوال نہیں کرنا، میں خود ہی اس کام کی حقیقت سے آپ کو باخبر کردوں گا۔

حضرت موسیٰ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور دونوں چل پڑے سمندر کے دوسرے کنارے جانا تھا ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی والوں نے ان کا بہت احترام کیا، نہایت اچھا سلوک کیا اور کرایہ بھی نہیں لیا۔

جب کشتی دوسرے کنارے پہنچنے کے قریب ہوئی تو حضرت خضرؑ نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ منظر دیکھا تو طاقت صبر نہ رہی فوراً فرمایا

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا۔

کیا تم نے اس کشتی میں اس لئے شگاف ڈال دیا ہے کہ خود بھی ڈوبے اور دوسری سواریوں کو بھی غرق کرے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے احسان کا بہت اچھا بدلہ دے رہے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انھوں نے تو کرایہ تک نہیں لیا۔ اور تم ان کی کشتی کو عیب دار بنا رہے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کا نقصان کر رہے ہو اور ہم سب کو غرق بھی کرنا چاہتے ہو بڑی نامناسب بات آپ کر رہے ہیں۔

حضرت خضرؑ نے فرمایا

اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے کاموں پر صبر نہیں کر سکیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہی ہوا نا ؟

حضرت موسیٰؑ نے جواب میں معذرت پیش کرتے ہوئے کہا (حضرت موسیٰ کا یہ جواب ذرا غور سے سنئے اسی جواب کے لئے پورا واقعہ بیان کر رہا ہوں)

لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری بھول پر میری گرفت نہ کر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بھول گیا ہوں اور میرے بھولنے پر میرا مواخذہ نہ کیجئے (صاحب کتاب پیغمبر حضرت موسیٰؑ اپنی زبان مبارک سے اقرار کر رہے ہیں کہ

یئں بھُول گیا ہوں . . . . اور جو بھُول جاتا ہے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا اور جو عالم الغیب ہوتا ہے وہ کبھی بھولتا نہیں ہے)

حضرت خضر نے درگزر فرمایا اور کشتی سے اتر کر دونوں چل پڑے راستے میں ایک لڑکا ملا فَقَتَلَهُ حضرت خضر نے اس لڑکے کو قتل کر دیا . . . . . .

. . حضرت موسیٰ سے پھر صبر نہ ہو سکا اور بول اٹھے

أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا.

آپ نے ایک معصوم جان کو نابالغ بچے کو بے گناہ قتل کر دیا . . . . . آپ نے بڑی نامناسب اور بہت ہی نازیبا کام کیا ہے . بھلا اس معصوم کا قصور کیا تھا؟ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کی یہ بات سن کر فرمایا

یئں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ میرے کاموں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکیں گے . . . . اب بھی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئی تو بول پڑے ہو نا ؛

حضرت موسیٰ نے عرض کیا صرف ایک موقع اور دے دو . . . . . اگر پھر ایسا کروں تو آپ مجھے اپنے سے الگ فرما دیں ۔ اور اپنا رفیق اور ساتھی نہ بنائیں

پھر دونوں چل پڑے ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو دونوں کو بھوک نے ستا رکھا تھا . . . . مسافر تھے گاؤں والوں سے کھانا مانگا لیکن گاؤں کے باشندوں نے ان کی مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا . . . . . لوگ بن مانگے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں لیکن اس گاؤں کے لوگ ایسے لئیم اور خسیس تھے کہ کھانا مانگنے کے باوجود مہمان نوازی سے انکار کر دیا ۔

دونوں بھوک سے نڈھال اور گاؤں والوں کے نامناسب رویہ سے پریشان چل پڑے . . . . تھوڑی دور ایک دیوار دیکھی جو بوسیدہ تھی اور گرنے کے

قریب تھی۔ . . . حضرت خضر نے ہاتھ کے ایک اشارے سے اس کو سیدھا کر دیا۔

حضرت موسیٰ جو گاؤں والوں کے نامناسب سلوک سے کچھ غصہ میں تھے بول پڑے کہ اللہ کے بندے! تم بھی عجیب آدمی ہو، ان لوگوں نے کھانا تک نہیں دیا اور تم مفت میں ان کی دیوار درست کر رہے ہو۔ . . . . . . اگر دیوار درست کرنی ہی تھی تو اس کی اُجرت اور مزدوری لی ہوتی، تاکہ پیٹ پوجا تو کر سکتے۔

حضرت خضر نے فرمایا ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ۔ . . . . .
اے موسیٰ تم میرے کاموں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکے، اب تیرے اور میرے درمیان فراق اور جدائی ہے۔

اس پورے واقعہ سے یہ مسئلہ واضح اور روشن ہو گیا کہ حضرت موسیٰ بار بار بھول رہے ہیں اور جو بھول جاتا ہے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ . . . . جو بھول جائے وہ عالم ماکان و مایکون نہیں ہوتا۔ . . . . . عالم الغیب وہ ہے جو کبھی بھولتا نہیں ہے۔

حضرت خضرؑ نے جدا ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ کو ان تینوں کاموں کی حکمت سے آگاہ کیا۔ . . . . . کہ جن کاموں پر آپ صبر نہیں کر سکے اور بار بار بولتے رہے۔ . . . . جن کاموں کی حقیقت کا آپ کو علم نہیں تھا، ان کاموں کی حکمت اور حقیقت بھی سُن لو!

کشتی کے تختے اکھاڑ کر اسے عیب دار بنانے کی حکمت یہ تھی کہ اس کشتی کے مالک غریب اور مسکین لوگ تھے اور یہی کشتی ان کا ذریعہ معاش تھی، دریا کے دوسرے کنارے ایک بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتی کو چھین لیتا تھا۔ . . . . میں

نے تختے اکھاڑ کر کشتی کو معمولی عیب دار کر دیا تاکہ بادشاہ ان کی کشتی کو چھین نہ لے . . . . اور وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا تھا اس کے والدین مومن اور نیک تھے اس لڑکے نے بڑے ہو کر بد کردار اور کافر بننا تھا . . . . مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ بڑا ہو کر بد کرداری اور سرکشی سے والدین کو تنگ کرے گا اور انہیں کفر کی طرف راغب کرے گا . اس لئے میں نے اسے قتل کر دیا .

اللہ رب العزت اس کے بدلے اس کے والدین کو نیک اور مومن فرزند عطا فرمائے گا .

اور وہ دیوار جو میں نے درست کر دی تھی ، اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان یتیموں کا خزانہ دفن تھا ، اگر دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا جسے گاؤں کے لوگ لوٹ لیتے میں نے وہ دیوار درست کر دی تاکہ وہ یتیم بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ حاصل کر لیں .

آخر میں ایک اشکال کا حل

سامعین گرامی قدر ! آخر میں ایک اشکال اور ایک شبہ کو دور کر دوں کہ چلو مان لیا کہ حضرت موسیٰ کو تو علم غیب نہیں تھا مگر حضرت خضر کو تو غیب کا علم حاصل تھا اور طاقت و قدرت بھی حاصل تھی . . . . . ان کو معلوم ہو گیا کہ دریا کے دوسرے کنارے ایک ظالم بادشاہ کشتیاں پکڑ رہا ہے . . . . . . اور بچے کے والدین مومن اور صالح لوگ ہیں اور اس بچے نے بڑے ہو کر کافر اور بد کردار بننا ہے . . . . . . اور دیوار کے نیچے خزانہ دفن ہے اور خزانہ بھی دو یتیم بچوں کا ہے . . . یہ سب غیب کی باتیں تھیں جنہیں حضرت خضر جانتے تھے .

آیئے اس شبہ اور اس اشکال کا جواب حضرت خضر کی زبانی سنئے . .

. . . . . فرماتے ہیں اے موسیٰ کلیم اللہ! مَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ.
. . . . . یہ تینوں کام مَیں نے اپنی مرضی اور اپنی رائے سے نہیں کیے.
. . . . . اور نہ ہی مجھے ان باتوں کا علم تھا، بلکہ ان باتوں کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا اور یہ سب کچھ مَیں نے خداوندِ قدوس کے حکم سے کیا ہے.

تفسیر روح المعانی ص۱۴ میں علامہ آلوسیؒ نے تحریر فرمایا
مَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ اَیْ عَنْ رَأْیِیْ وَاجْتِہَادِیْ. کہ مَیں نے یہ یہ کام اپنے ارادے اپنی طاقت اور اپنے علم سے نہیں کیے. .

کیا حضرت خضرؑ اب بھی زندہ ہیں

آج ہمارے معاشرہ کے کچھ ضعیف العقیدہ لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ حضرت خضر اب تک زندہ ہیں اور دریاؤں میں رہتے ہیں بلکہ دریاؤں میں ان ہی کا راج ہے. . . . . . . وہ ضعیف الاعتقاد لوگ سمندروں دریاؤں سے گزرتے ہوئے آج بھی پیسے پھینکتے ہیں جن سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت خضر کی نیاز ہے اور اس طرح وہ خوش ہونگے ——————
اگرچہ بعض علماء اور صوفیاء کا خیال بھی ہے کہ حضرت خضر پر ابھی تک موت نہیں آئی، بلکہ وہ زندہ ہیں ———— مگر جمہور امت اور جمہور علماء کا خیال اور نظریہ ہے کہ خضر اسی طرح فوت ہو چکے ہیں جس طرح باقی انبیاء وفات پا چکے ہیں. . . . . ابوحیان نے تفسیر بحرِ محیط میں اس مسئلے پر بڑی تفصیلی اور طویل بحث کرنے کے بعد فرمایا
وَالْجُمْھُوْرُ عَلٰی اَنَّہٗ مَاتَ (بحر محیط ص۱۴۷) جمہور کا خیال ہے کہ حضرت خضر وفات پا چکے ہیں.
علاوہ ازیں ان کی وفات پر سب سے صریح اور واضح دلیل یہ ہے کہ اللہ

رب العزت نے کسی انسان کو بھی حیاتِ ابدی عطا نہیں فرمائی۔ . . . ارشاد ربانی ہے

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (انبیاء ۳۴) اے میرے محبوب اور آخری پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو حیاتِ ابدی عطا نہیں فرمائی، حضرت خضر کی وفات پر ایک ٹھوس دلیل قرآن مجید میں موجود ہے کہ ہم نے ہر نبی سے یہ عہد و میثاق لیا تھا کہ اگر تمہاری نبوت و رسالت کے زمانہ میں میرے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ تشریف لائیں تو تم پر لازم اور ضروری ہوگا کہ اپنی نبوت و رسالت کا دروازہ بند کر کے ان پر ایمان بھی لاؤ گے اور ان کی اعانت و نصرت بھی کرو گے۔ . . . . . چنانچہ تمام انبیاء نے خداوند قدوس کے سامنے اس کا اقرار کیا۔ . . . . . . قرآن نے اس عہد کو اس طرح بیان فرمایا

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۔ (آل عمران ۹۷)

اس آیت قرآنی سے واضح ہوگیا اور حقیقت نکھر کر سامنے آگئی، کہ اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو اس عہد کے تحت ان پر لازم تھا کہ وہ علی الاعلان رحمت کائنات سرورِ کونین کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر ایمان لاتے اور پھر تمام غزوات میں آپ کی اعانت و نصرت کرتے۔ . . . . ہر میدانِ جنگ میں آپ کے ساتھ ہوتے۔ . . . . بدر و اُحد کے معرکوں میں آپ کے شانہ بشانہ

ہوتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حنین کی جنگ میں آپ کی اعانت کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
آپ کی اقتدار میں نمازیں ادا کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حدیبیہ میں آپ کے دستِ
اقدس پر بیعت کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جمعۃ المبارک کی نمازوں میں شریک
ہوتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہجرت کے سفر میں آپ کے ساتھی ہوتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
مگر کسی روایت میں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ حضرت خضر رحمت کائنات کی خدمت
میں آئے ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا کسی جنگ میں شرکت کی ہو ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر آنحضورؐ کے مبارک دور میں زندہ نہیں تھے
امام بخاریؒ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ کیا حضرت خضر اور حضرت الیاس زندہ
ہیں ؟ تو امام بخاریؒ نے فرمایا ، وہ دونوں کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں جب کہ رحمت
عالمؐ نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے فرمایا تھا ۔

لَا یَبْقیٰ عَلیٰ رَأْسِ الْمِائَۃِ مِمَّنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلیٰ ظَھْرِ الْاَرْضِ
اَحَدٌ (بخاری ، مسلم)

یعنی اس وقت جو انسان زمین پر ہیں سو سال تک ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہیگا
اس ارشاد نبوی کے مطابق حضرت خضر کی حیات ابدی اور زندگی کے لئے
کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی ـــــ ـــــــــــ بلکہ واضح ہو جاتا ہے
کہ حضرت خضر پر بھی اسی طرح موت وارد ہو چکی ہے ، جس طرح باقی انبیاء پر موت
آچکی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کی زندگی پر کوئی دلیل موجود نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کی زندگی کا
کوئی استثنار کسی روایت سے ثابت نہیں جسطرح حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کا استثنار
صحیح روایات سے ثابت ہے چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے ۔ اِنَّ عِیْسیٰ
لَمْ یَمُتْ ۔ ۔ بے شک حضرت عیسیٰ پر موت نہیں آئی ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عیسیٰ کے علاوہ
کسی کی زندگی کا کوئی استثنا اور ثبوت قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے ۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ
الْمُبِیْن

۲۰ بیسویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ا

سامعین گرامی قدر! میں نے گذشتہ خطبات میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ خداوند قدوس نے آیۃ الکرسی کی ابتدا میں جو عظیم المرتبت اور رفیع القدر دعویٰ کیا ہے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے جو عقلی دلائل دئے ہیں، ان میں سے ایک دلیل یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ہے یعنی اپنے عالم الغیب ہونے اور عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہونے کو بطور دلیل پیش کیا ہے .... اور پھر اس دلیل کے ساتھ ہی اپنے سوا تمام مخلوقات سے کلی، تفصیلی اور محیط علم کی نفی کی ہے..... فرمایا وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ کہ لوگو! میں تو عالم الغیب ہوں..... میں تو عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہوں....... لوگو! میں تو عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہوں....... ہاں میں بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہوں...... مجھ سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں........ مجھ سے مخلوقات کا کوئی حال مخفی نہیں، اس لئے میں ہی معبود ہوں....... فقط میں ہی الٰہ ہوں.. .... اس لئے مصائب و مشکلات میں صرف مجھ ہی کو پکارو۔

پھر اس کے ساتھ ہی وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ ..... کہ مخلوقات میں سے ایسا کوئی نہیں ہے۔ نہ کوئی نبی، نہ کوئی ولی

نہ کوئی نوری نہ کوئی ناری ، نہ کوئی عرشی نہ کوئی فرشی ، جو ہر ہر شئی اور ہر ہر ذرّے کا علم رکھتا ہو . . . . ہر ہر چیز کا علم تو بہت دور کی بات ہے کسی ایک معمولی شئی کا کلی ، تفصیلی اور محیط علم بھی مخلوقات میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے ۔

دلیل کا یہ حصہ انتہائی اہم ہے اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ اگر مشرک انسان کو یہ یقین ہو اور اس کا یہ عقیدہ بن جائے کہ جن کو میں پکار رہا ہوں ، جن کی قبروں کے میں طواف اور سجدے کر رہا ہوں ، جن کو مشکل کشا سمجھ کر اپنی مشکلات ان کے سامنے پیش کر رہا ہوں ، جن کو کھوٹی قسمت کھری کرنے والا سمجھ رہا ہوں ، جن کو داتا گنج بخش سمجھ رہا ہوں ، جن کو غوث اعظم اور دستگیر کے القاب سے یاد کر رہا ہوں ، جن کو حاجت روا سمجھ کر نذر و نیاز دے رہا ہوں ، اور ان کی منتیں مان رہا ہوں ، جن کو لج پال ، غریب نواز سمجھ کر پکار رہا ہوں ، جن کے نام پر ہر مہینے گیارہویں دے رہا ہوں ، اور ہر سال جن کے نام پر کونڈے بھرتا ہوں ، جن کے نام کی سبیلیں لگاتا ہوں ، . . . . . . اور جن کو مصائب و مشکلات میں پکارتا ہوں ، وہ تو میرے حالات سے واقف بھی نہیں ہیں ، انہیں تو میرے اقوال و افعال کا علم ہی نہیں ، وہ تو میری فریاد اور پکار کو سن ہی نہیں سکتے . . . . جن کو میں پکار رہا ہوں ، وہ عالم الغیب نہیں ہیں ، اگر اس کا یہ عقیدہ بن جائے تو پھر وہ غیر اللہ کی پکار کیوں کرے ؟ انہیں مشکل کشا کیوں سمجھے ؟ ان کے نام کی نذر و نیاز کیوں دے ؟

مشرک انسان جتنے مشرکیہ افعال اور کرتوت کرتا ہے تو اس کا بنیادی عقیدہ اور نظریہ یہ ہوتا ہے کہ جن کو میں پکار رہا ہوں وہ میرے حالات سے باخبر

اور واقف ہیں وہ عالم الغیب ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا مخلوقات میں سے کوئی بھی عالم الغیب نہیں تو مشرک انسان شرکیہ اعمال اور شرکیہ افعال سے بچ سکتا ہے ۔

اسی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے گذشتہ خطبوں میں مسئلہ علم غیب پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کچھ انبیاء کرام کے قرآنی واقعات سے ثابت کیا ہے کہ وہ عالم الغیب نہیں ہیں ، اور جب انبیاء کرام (جو تمام مخلوقات میں سے افضل ، اعلیٰ ، اولیٰ ، اکمل ، اجمل ، اشرف اور احسن ہوتے ہیں اور اللہ ان کو مختلف کمالات سے نوازتے ہیں) جب وہ عالم الغیب نہیں تو مخلوق میں سے اور کون ہے جس کو اس صفت علم غیب سے سرفراز کیا گیا ہو ۔

حضرت آدمؑ ، حضرت یعقوبؑ ، حضرت یوسفؑ ، اور حضرت موسیٰؑ و حضرت خضرؑ کے واقعات آپ سُن چکے ہیں جن سے واضح اور ثابت ہو رہا تھا کہ وہ عالم الغیب نہیں ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مسئلے کو مزید واضح اور روشن کرنے کے لئے کچھ اور انبیاء کرام کے واقعات بھی سُن لیجئے ، تاکہ کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہ رہ جائے اور ضدی سے ضدی اور جنّی سے جنّی شخص کو بھی شک کی گنجائش نہ رہے ۔

جدّ الانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور علم غیب

جماعت انبیاء میں ایک ممتاز اور عظیم نام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہے جو جدّ الانبیاء کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امام الموحدین ہیں ، اور بعد میں آنے والے تمام پیغمبر ان ہی کی نسل سے مبعوث ہوئے ، اور اسی لئے حضرت ابراہیمؑ کو اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

کے خطاب سے نوازا گیا۔

اتنے عظیم المرتبہ اور رفیع الشان پیغمبر کا ایک واقعہ قرآن نے بیان کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی خوشخبری دینے کے لئے حضرت جبرائیل امینؑ اور کچھ اور فرشتوں کو انسانی لباس میں حضرت ابراہیمؑ کے ہاں بھیجا۔۔۔ ۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ نہایت متواضع اور مہمان نواز تھے۔ اور ہمیشہ ان کا دسترخوان مہمانوں کے لئے بچھا رہتا تھا۔۔۔۔۔۔ مہمانوں کو دیکھ کر کھل اُٹھے بڑے خوش اور مسرور ہوئے سلام دعا کے بعد گھر گئے، مہمانوں کے لئے بچھڑا ذبح کیا۔۔۔ اُسے بھونا اور مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا۔

(معلوم ہوتا ہے کہ مہمان نوازی کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ گھر میں آسانی سے میسر ہو سکے وہی کچھ مہمانوں کے لئے پیش کر دیا جائے اور صرف پوچھنے پر ہی گزارہ نہ کیا جائے کہ ٹھنڈا چلے گا یا گرم)

قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَاۗىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ ھٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ (سورہ ھود پ۱۲)

جب ہمارے پیغام بر (فرشتے) خوشخبری لے کر حضرت ابراہیم کے ہاں آئے۔ اور السلام علیکم کہا، حضرت ابراہیم نے وعلیکم السلام سے جواب دیا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ فرشتے چونکہ انسانی لباس میں آئے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے انہیں مہمان سمجھ کر ان کے لئے ایک بچھڑا ذبح کیا، اور بھون تل کر مہمانوں کے سامنے پیش کیا اور انہیں دعوتِ طعام دی۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً ؕ

لیکن وہ تو فرشتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نوری تھے جو بشری لباس میں آئے تھے بھلا وہ کیونکر کھانا کھاتے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف اٹھ نہیں رہے تو حضرت ابراہیمؑ ان سے خوف زدہ ہوئے، اور دل ہی دل میں خوف محسوس کیا کہ یہ کہیں میرے دشمن نہ ہوں جو مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اس لئے یہ میرا نمک نہیں کھا رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری مہمان نوازی کو نہیں قبول کر رہے۔۔۔۔۔۔ اس لئے کہ اس زمانے کا دستور تھا کہ جس کا نمک کھا لیتے اسے نقصان اور تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ اور جسے نقصان دینا ہوتا جس سے دشمنی کرنا ہوتی اس کا نمک ہرگز استعمال نہیں کرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔ بالکل ہمارے ملک کے برعکس کہ یہاں دستور ہے کہ جس کا نمک کھاؤ اسی کی جڑیں کاٹو۔۔۔

خوف کے آثار اور نشانات چہرے پر ظاہر ہوئے اور حضرت جبرئیل امین اور دوسرے فرشتوں نے یہ آثار ان کے چہرے پر دیکھے تو کہا۔۔۔۔۔۔۔

لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍ ۔۔۔۔۔۔۔ آپ خوف زدہ ہوں۔ جن کو آپ انسان اور بشر سمجھ رہے ہیں۔ ہم انسان نہیں، تیرے رب کے فرشتے اور پیغامبر ہیں اور قوم لوط کو تباہ و برباد کرنے جا رہے ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کے ہاں بھیجا ہے کہ آپ کو سارہ کے بطن سے ایک بیٹے اسحاق کی خوشخبری دیتے جائیں

(اس واقعہ پر غور و فکر کرنے سے کئی مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔

ایک یہ کہ نوری فرشتے انسانی لباس میں مہمان بن کر حضرت ابراہیمؑ کے گھر آئے تو حضرت ابراہیمؑ انہیں پہچان نہ سکے، اور انہیں حضرت جبرائیلؑ اور دوسرے فرشتوں کی حقیقت کا علم نہ ہو سکا۔ . . . معلوم ہوتا ہے حضرت ابراہیم عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں تھے . . . . اگر حضرت ابراہیم عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہوتے، اور انہیں اپنے مہمانوں کی حقیقت اور اصلیت کا علم ہوتا تو وہ کبھی ان کی مہمان نوازی کے لئے بچھڑا ذبح نہ کرتے اور اپنے مہمانوں سے کبھی خوف زدہ اور پریشان نہ ہوتے . . . . . . اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نوریوں کے سردار حضرت جبرائیل امینؑ اور ان کے ساتھ آنے والے فرشتے بھی عالم الغیب نہیں تھے . . . . . . اگر وہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہوتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ اندر حضرت ابراہیمؑ مہمان نوازی میں مصروف ہیں، اور ہمارے لئے کھانے پینے کا انتظام کر رہے ہیں، اور ہمارے لئے بچھڑا بھونا جا رہا ہے تو وہ اسی وقت منع کر دیتے . . . . . روکتے، اور حضرت ابراہیم کا خرچہ نہ کرواتے . . . . معلوم ہوتا ہے نہ نوریوں کے سردار عالم الغیب ہیں، اور نہ اس وقت کے انسانوں کے سردار حضرت ابراہیمؑ عالم الغیب ہیں . . . . قرآن نے سچ کہا ہے

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ . . . . . کہ آسمانوں میں رہنے والے اور زمین میں بسنے والے غیب کا علم نہیں رکھتے . . . . غیب کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

دوسرا مسئلہ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ نوری جس کی اصلیت نور ہو اگر وہ انسانی اور بشری لباس میں آئے . . . . جو اندر سے نور ہو اور ظاہراً بشری لباس پہن لیا ہو . . . . ہاں نوری انسانی لبادہ اوڑھ بھی لے تب بھی وہ کھاتا پیتا نہیں ہے . . . جس طرح فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کے گھر

نہیں کھایا تھا جب وہ انسانی اور بشری لباس میں آئے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
رحمتِ کائنات سرورِ کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اگر
نور ہوتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر آپؐ نے فقط بشری لباس پہنا ہوتا تو آپؐ کے
ساتھ بشری لوازمات کبھی نہ ہوتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ آپ کھاتے نہ پیتے۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ حالانکہ احادیث و سیرت کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ امام الانبیاء سرورِ
کائناتؐ کھاتے بھی تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پیتے بھی تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ نے
شادیاں بھی کیں، خوشی غمی کا سامنا بھی کیا۔ ۔ ۔ ۔ تکالیف بھی آئیں۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ سر مبارک زخمی ہوا، دانت مبارک شہید ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ گھوڑے
سے گر کر زخمی ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سوتے بھی تھے جاگتے بھی تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بیٹے اور بیٹیاں بھی تھیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تمام باتیں اس حقیقت پر روشن دلیل
ہیں کہ آں حضرت کی حقیقت بھی بشر ہی تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپ اندر باہر
سے بشر ہی تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر آپؐ نے صرف انسانی لبادہ اوڑھ رکھا تھا
اور صرف بشری لباس پہن رکھا تھا، اور حقیقتاً آپ نور تھے تو میرے
بھائی! جس کی حقیقت نور ہو اور لباس بشری پہن لے تو وہ کھاتا نہیں۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ وہ پیتا نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے ماں باپ نہیں ہوتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اس کے دادا دادی، نانا نانی کے رشتے نہیں ہوتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے ددھیال
اور ننھیال نہیں ہوتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نور بکریاں نہیں چراتا۔ ۔ ۔ ۔ نور یتیم
نہیں ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نور کے چچا اور ماموں نہیں ہوتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نور
شادیاں نہیں کرتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نور کے بیٹے اور بیٹیاں نہیں ہوتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔
نور کے داماد اور سسر نہیں ہوتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نور کے نواسے اور نواسیاں
نہیں ہوتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نور گھوڑے سے گر کر زخمی نہیں ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نور بھوک

سے نڈھال ہو کر پیٹ پر پتھر نہیں باندھتا۔ . . . . . ہاں نور کے دانت شہید نہیں ہوتے۔ . . . . . نور کی انگلی پر بچھو ڈنگ نہیں مارا کرتے . . . . . .

حالانکہ یہ سب لوازمات ہمارے پیغمبرؐ کے ساتھ ساتھ رہے تو معلوم ہوا کہ آپ اندر باہر سے بشر تھے۔ . . . آپ کی حقیقت بشر تھی۔ . . . . آپ کی اصلیت بشر تھی۔ . . . . . آپ کی ذات بشر تھی ہاں آپ کی صفت نور تھی، یعنی نور ہدایت،

ذرا علمی میدان میں ملاحظہ فرمائیے، کہ جب نوری بشریت کے لباس میں آتا ہے تو قرآن اُسے بشر نہیں کہتا بلکہ قرآن کہتا ہے

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔

اور جب آنحضرتؐ کی بشریت کا ذکر ہوتا ہے۔ تو ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ . . . . هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

حضرت ابراہیمؑ کا ایک اور واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلسل تین راتیں خواب میں دیکھتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہا ہوں، وہ اپنے بیٹے کی رائے دریافت کر کے اسے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اُسے زمین پر لٹاتے ہیں اور گلے پر چھری رکھ دیتے ہیں ——— قرآن کہتا ہے کہ

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا

پس جب دونوں نے رضا و تسلیم کو اختیار کرلیا، اور اپنے بیٹے کو جبین کے بل لٹا دیا، تو ہم نے آواز دی اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔

حضرت ابراہیمؑ بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے، ان کی مرضی تھی کہ چھری چل جائے اور میری قربانی منظور و مقبول ہو جائے ——— حضرت اسماعیلؑ فرمانبردار و مطیع ذبح ہونے کے لئے لیٹ گئے . . . . . . مگر اللہ رب العزت کو تو صرف آزمائش و ابتلاء، اور امتحان دیر کہ مقصود تھی، بیٹے کی قربانی مطلوب نہیں

تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی جگہ ایک دُنبہ بھیج دیا

سامعین گرامی قدر! یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی.......ہاں واقعی یہ ایک بڑا سخت اور کٹھن امتحان تھا، اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری رکھنا آسان نہیں تھا........ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو کھلی آزمائش اور واضح امتحان قرار دیا۔

(میں کہتا ہوں کہ امتحان اس وقت امتحان بنتا ہے جب امتحان دینے والے کو ریزلٹ اور نتیجے کا علم نہ ہو۔ اگر امتحان دینے والے کو پرچے کا بھی علم ہو، ریزلٹ کا بھی علم ہو، آنے والے واقعات و حالات کا بھی علم ہو تو پھر یہ امتحان نہیں ڈرامہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ ڈرامہ میں آنے والے حالات، کہانی کی ابتداء اور انجام کا علم ہوتا ہے۔

اگر یہ واقعہ امتحان تھا تو ماننا ہوگا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو آنے والے واقعات و حالات کا علم نہیں تھا........ ان کو قطعاً معلوم نہیں تھا، کہ بیٹے کی جگہ دُنبہ آجائے گا، میں نے صرف گلے پر چھری رکھنی ہے اسماعیلؑ نے ذبح نہیں ہونا اس کی جگہ دُنبہ ذبح ہوگا...... اگر حضرت ابراہیمؑ کو علم ماکان و مایکون تھا........ اگر انہیں اس بات کا علم تھا کہ میرا بیٹا ذبح نہیں ہوگا، اس کی جگہ دُنبہ ذبح ہو جائے گا تو پھر امتحان نہیں بنتا، پھر اسے آزمائش نہیں کہا جا سکتا، بلکہ یہ ڈرامہ بن جائے گا، یہ کھلا امتحان اور بڑی آزمائش تب ہی ہوگی، جب تسلیم کر دگے، اور یہ عقیدہ رکھو گے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ آنے والے واقعات و حالات سے بے خبر تھے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کو ہر ہر شئی کا علم کلی تو بجائے خود رہا صرف ایک واقعہ اور صرف ایک چیز کا علم کلی بھی حاصل

نہیں تھا۔ وَلَا یُحِیطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔

حضرت لوطؑ اور علم غیب

جن فرشتوں نے حضرت ابراہیم کو بیٹے کی خوشخبری دی تھی، وہ فرشتے اب خوبصورت لڑکوں کی شکل و صورت میں حضرت لوطؑ کے گھر پہنچے۔ . . . . . . حضرت لوطؑ نے ان حسین و جمیل اور خوبصورت لڑکوں کو (جو ان کے مہمان بننا چاہتے تھے) دیکھا تو گھبرا گئے اور خوف زدہ ہوئے کہ میری بدبخت قوم غیر فطرتی فعل کی عادی ہے۔ خدا معلوم میرے ان حسین و جمیل مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ اور کیا سلوک کریں گے۔

(حضرت لوطؑ اپنے سامنے کھڑے ہوئے جبرئیل امین اور فرشتوں کی حقیقت سے باخبر نہ ہو سکے معلوم ہوا حضرت لوط عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں تھے)

ابھی حضرت لوطؑ اسی سوچ میں مبتلا تھے، کہ لعین قوم کے غنڈے، لفنگے، عیاش و بدمعاش لوگوں کو خبر ہو گئی، وہ اسی وقت حضرت لوطؑ کے مکان پر چڑھ دوڑے اور مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ . . . . حضرت لوطؑ نے انہیں سمجھایا . . . . . منت و سماجت کی . . . . کہا

هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۔

یہ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو،

یہ دن حضرت لوطؑ پر بہت سخت دن کی صورت میں آیا۔ خود حضرت لوطؑ نے فرمایا هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ۔ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے۔

جب قوم کے بدمعاش اور ظالم نہ ملے تو حضرت لوطؑ نے سمجھاتے ہوئے فرمایا

يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ۔

لوگو! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے جائز اور پاکیزہ ہیں، ان سے نکاح کر کے اپنی خواہشات حلال طریقے سے پوری کرو، (قوم کی بیٹیاں پیغمبر کی روحانی بیٹیاں

ہوتی ہیں۔ اشارہ اسی طرف تھا کہ شہر میں لڑکیوں کی کمی نہیں۔ (مستدرک)
کہنے لگے تم جانتے ہو لڑکیوں کے بارے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، لڑکیوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔ لڑکیوں کی بات کو چھوڑو، ان خوبصورت لڑکوں کو ہمارے حوالے کرو۔

حضرت لوطؑ نے پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں فرمایا:
اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ۔۔۔ کیا تم میں کوئی بھی شریف اور بھلے مانس نہیں ہے۔ جو ان بدمعاشوں اور ظالموں کو ان کی بدمعاشی اور ہٹ دھرمی سے روکے

حضرت لوط جب ہر طرف سے ناامید اور مایوس ہوئے تو پریشان ہو کر کہا کاش! تمہارے مقابلے کی مجھ میں طاقت ہوتی، یا کوئی سہارا ہوتا جس کا آسرا پکڑ لیتا۔

جب حضرت لوط کی پریشانی اور خوف انتہا کو پہنچ گیا، اور پریشانی کے آثار اور نشان ان کے چہرے پر ظاہر ہونے شروع ہوئے، اُدھر بدمعاشوں کی شرارت اور بدمعاشی بھی انتہا کو پہنچی، تو اب حضرت لوطؑ کے پیچھے کھڑے ہوئے فرشتوں نے کہا

یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡکَ۔
اے لوط آپ ہماری ظاہری صورت دیکھ کر گھبرائیے نہیں، جن کو آپ خوبصورت لڑکے سمجھ رہے ہیں، ہم انسان نہیں، تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، اور اس قوم کو تباہ و برباد کرنے آئے ہیں، آپ پریشان نہ ہوں، یہ بدمعاش آپ کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔

(اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُون حاصل نہیں تھا، وہ عالم الغیب نہیں تھے۔ انہیں سامنے کھڑے ہوئے فرشتوں کے بارے

میں بھی علم اور پتہ نہیں تھا کہ یہ انسان ہیں یا فرشتے ! ہر ہر چیز کا تفصیلی، محیط اور کلی علم تو بڑی بات ہے حضرت لوط ؑ کو تو ایک چیز (فرشتوں کی حقیقت) کا بھی علم نہیں تھا۔ وَلَا یُحِیطُونَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔

حضرت موسیٰ اور علمِ غیب

حضرت موسیٰ ؑ اللہ تعالےٰ کے جلیل القدر اور صاحبِ کتاب پیغمبر ہیں، قرآن مجید میں ان کا تذکرہ بہت مقامات پر ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ ؑ کی زندگی کا عجیب اور انوکھا واقعہ جسے قرآن نے بیان فرمایا کہ تورات عطا کرنے کے لئے حضرت موسیٰ ؑ کو تیس دنوں کے لئے کوہِ طور پر بلایا گیا، کہ تمام مشاغل سے الگ تھلگ ہو کر یادِ الٰہی کے لئے کوہِ طور پر آجاؤ۔ حضرت موسیٰ ؑ کوہِ طور پر جانے لگے تو اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم کی نگرانی اور اصلاح کے لئے اپنا خلیفہ بنا گئے۔

کوہِ طور پر جانے کے بعد مدت تیس دنوں سے چالیس دن کر دی گئی، جب حضرت موسیٰ ؑ لیٹ ہو گئے، تو اس تاخیر سے ایک شخص سامری نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ . . . . سامری نے قوم کے زیورات پگھلا کر ایک بچھڑے کی صورت بنائی اور اس میں اس طرح سوراخ رکھے کہ ہوا ایک طرف سے داخل ہو کر نکلتی تو بچھڑے کی سی آواز پیدا ہوتی۔ . . . . اس ظالم شخص نے یہ بچھڑا بنا کر لوگوں سے کہا کہ موسیٰ ؑ اپنے معبود کو کہاں ڈھونڈ رہا ہے؟ معبود اور مشکلکشا تو یہی بچھڑا ہے۔ . . . . قوم بچھڑے کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر پکارنے لگی، اور اُسے اپنا معبود بنا لیا۔ . . . . حضرت ہارون نے انہیں بہت سمجھایا، روکا مگر انہوں نے حضرت ہارون کی ایک نہ سنی، اور سب کے سب سامری کے پیچھے ہو گئے۔

(حضرت موسیٰؑ کی قوم نے حضرت موسیٰؑ کی چالیس سالہ محنت پر بچھڑے کی آواز سن کر پانی پھیر دیا۔ . . . . . . بچھڑے کی مورتی کی ایک " ہاں " پر پیغمبر کی محنت قربان کر دی)

اِدھر قوم گوسالہ پرستی میں مصروف تھی ، اور اُدھر کوہ طور پر خداوندِ قدوس نے حضرت موسیٰؑ کو قوم کی اس پستی کی اطلاع پہنچائی ، کہ جس قوم کی ہدایت کے لئے تم پریشان اور مضطرب ہو ، وہ تو گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوگئی ہے ۔

حضرت موسیٰؑ نے سُنا تو بڑا دکھ ہوا ، غصے سے بھر گئے ، قوم کے پاس پہنچے ۔ اور قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا ، تم نے یہ کیا کیا ؟ میری چالیس سالہ محنت پر پانی پھیرنا چاہتے ہو ________ غیظ و غضب میں حضرت موسیٰؑ کانپ رہے تھے حتیٰ کہ ہاتھ سے توریت کی تختیاں گر گئیں ۔

شرک منصب نبوت کے لئے ناقابلِ برداشت چیز ہے ، اور چالیس سال کی محنت اور تکالیف اٹھانے کے بعد قوم نے یہ صلہ دیا ، غصہ آنا قدرتی امر تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے اور اپنی طرف کھینچنا شروع کیا ، دراصل حضرت موسیٰؑ سمجھ رہے تھے کہ اس معاملہ میں حضرت ہارونؑ کی غفلت کا دخل ہے ! شاید انہوں نے تبلیغ میں کوتاہی کی ہے ! انہوں نے قوم کو گوسالہ پرستی سے روکا کیوں نہیں !

حضرت ہارونؑ نے یہ معاملہ دیکھا تو بولے ! میری ماں جائے بھائی ! میرا کوئی قصور نہیں ہے ۔ مَیں نے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی ! تبلیغ میں میری طرف سے سستی اور غفلت نہیں ہوئی ! مگر مَیں تنہا تھا ! مَیں اکیلا تھا ، اور یہ ساری قوم ایک ہوگئی تھی ، مَیں نے انہیں ہر چند سمجھایا ، مگر انہوں نے مجھے بے بس اور کمزور سمجھتے ہوئے میرے سمجھانے کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی ، الٹا مجھے مار ڈالنے کے درپے ہوگئے ۔ ۔ ۔ ۔

. . . . . جب حضرت ہارون نے تسلی بخش جواب دیا، تو اب حضرت موسیٰ نے اپنی جلد بازی پر خداوندِ قدوس سے معافی مانگی اور دعا مانگتے ہوئے اپنے بھائی ہارون کو بھی اس میں شریک کیا۔

اس واقعہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت موسیٰ کو علم ماکان و مایکون نہیں تھا۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو اپنے بڑے بھائی اور اللہ کے پیغمبر حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کبھی نہ کرتے . . . . لیکن حضرت موسیٰ کو حقیقتِ حال کا علم قطعاً نہیں تھا . . . وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ حضرت ہارون نے فریضۂ تبلیغ میں کوتاہی کی ہے۔ جب حضرت ہارون کے جواب سے ان کو اطمینان ہو گیا، تو اسی وقت اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔

حضرت ہارونؑ اور علم غیبؑ

جس طرح حضرت موسیٰ کا واقعہ آپ نے سنا تو ایک واقعہ حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی سنیئے۔ تاکہ معلوم ہو کہ حضرت ہارون بھی عالم الغیب نہیں تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت سے اصحابِ رسول سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم بھیجا کہ ہم نے حضرت ہارون کی روح قبض کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور روح بھی فلاں مقام پر قبض کرنی ہے، اس لئے فلاں وقت اپنے بھائی کو ساتھ لے کر مقام مقررہ پر پہنچو . . . . اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارون کو ساتھ لیا، اور مقررہ مقام پر پہنچ گئے . . . . وہاں ایک پلنگ پر حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو لٹا دیا۔ اور پھر أَخَذَ هَارُوْنَ الْمَوْتُ فَلَمَّا وَجَدَ حِسَّهٗ قَالَ يٰمُوْسٰى خَدَعْتَنِيْ (مستدرک ج ۲ ص۵۷۹)

حضرت ہارون پر جب موت کی علامتیں ظاہر ہوئیں . . . . سکرات

موت طاری ہوئے تو حضرت ہارون نے کہا، اے موسیٰ تم مجھ سے دھوکہ کر ہی گئے

سامعینِ گرامی قدر! اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون کو اپنی وفات کے دن، وقت اور جگہ تک کا علم نہیں تھا۔ . . . . . . ہر ہر شئی کا تفصیلی اور کلی علم تو دور کی بات ہے۔ انہیں تو صرف ایک شئی یعنی اپنی موت کے وقت اور جگہ کا علم بھی نہیں تھا، وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ

حضرت یوشع بن نون اور علمِ غیب

اب حضرت موسیٰ کے ایک اور ساتھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ایک دلچسپ واقعہ بھی سنئے، . . . . . . حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد پیغمبر بنا دئیے گئے تھے، انہوں نے کفار سے جہاد کیا، اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا، تمام مالِ غنیمت کو ایک کھلے میدان میں رکھا گیا تاکہ آسمان سے آگ آئے اور مالِ غنیمت کو جلا دے۔

(پہلی امتوں کیلئے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا) غنیمت کا مال میدان میں پڑا رہا مگر آسمان سے آگ نہ آئی . . . . حضرت یوشع بن نون نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے اس لئے آسمان سے آگ نہیں آئی . . . . اب میرے ہاتھ پر ہر قبیلے کا ہر آدمی بیعت کرے جس شخص نے خیانت اور چوری کی ہوگی، اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چمٹ جائے گا . . . . ہر شخص نے بیعت کی ایک شخص کا ہاتھ بیعت کیوقت ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا . . . . حضرت یوشع بن نون نے فرمایا تم نے ہی مالِ غنیمت میں خیانت اور چوری کی ہے۔ بتاؤ کیا شے چرائی ہے . . . . لاؤ وہ چیز جو تم نے چوری کی ہے . . . . اس شخص نے گائے کے سر کے برابر سونا لا کر مالِ غنیمت میں رکھا، پھر آسمان سے آگ آئی اور تمام مالِ غنیمت

کو جلا کر راکھ کر گئی ۔ (بخاری صفحہ ۴۴۳ ، مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۲)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع بن نون کو بھی علم غیب نہیں تھا ۔ ورنہ وہ اس تدبیر سے چور کی تلاش میں وقت ضائع نہ کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر ہر چیز کا کلی اور تفصیلی علم تو کجا حضرت یوشع بن نون کو تو صرف ایک چور کا بھی علم نہیں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ

حضرت سلیمانؑ اور علم غیب

حضرت سلیمان علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ممتاز اور بہت پایہ کے پیغمبر تھے ، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے خصوصی انعامات سے نوازا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کا تخت ہوا میں اڑتا ، اور جنات پر حکومت کرتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اور نبوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دنیوی حکومت سے بھی نوازا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کی فوج اور لشکر کے مختلف گروہ اور مختلف محکمے تھے ، اور وہ باقاعدہ ہر گروہ کی حاضری لگایا کرتے تھے ۔

ایک روز انہوں نے پرندوں کی حاضری لگائی تو ہدہد کو موجود نہ پایا ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ کیا بات ہے آج میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا ہدہد ان چیزوں میں سے ہو گیا جو مجھ سے غائب اور پوشیدہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ چیزیں حضرت سلیمان سے غائب اور پوشیدہ تھیں ، اور ہدہد کو حضرت سلیمان نہیں دیکھ رہے تھے ۔ حضرت سلیمان نہ عالم الغیب تھے اور نہ حاضر و ناظر تھے ۔

جب حضرت سلیمان کو اطلاع دی گئی کہ ہدہد آج واقعی غیر حاضر ہے تو انہوں نے اعلان فرمایا کہ اسے بلا اجازت غیر حاضری پر سخت ترین سزا دوں گا ، یا اُسے

ذبح کر دوں گا...

(جو سرکاری اہلکار بلا عذر اور بلا اجازت دفتروں اور سرکاری کاموں سے غیر حاضر رہتے ہیں، انہیں حضرت سلیمان کے فرمان پر غور کرنا چاہیے۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہُدہُد آپہنچا اور اپنی غیر حاضری کا سبب بیان کرنے لگا..... کہتا ہے اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ۝

مَیں ایسی خبر لے کر آیا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں (ہُدہُد حضرت سلیمان کے سامنے کہتا ہے میں ایسی خبر لایا ہوں، جس کا آپ کو علم نہیں، ہُدہُد بڑا دہابی تھا، کہتا ہے جو بات مجھے معلوم ہے وہ آپ کو معلوم نہیں)

سامعین کرام! اس واقعہ سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ہُدہُد کہاں چلا گیا ہے..... اگر حضرت سلیمان عالم الغیب ہوتے تو جانوروں اور پرندوں کی حاضری نہ لیا کرتے.......... اگر انہیں پتہ ہوتا کہ ہُدہُد قوم سبا کے علاقہ میں چلا گیا ہے، اور وہ وہاں سے ایک عمدہ اور بہترین خبر لے کر آئے گا، جو سبا کی پوری قوم کے ایمان لانے کا پیش خیمہ ثابت ہوگی تو وہ ہُدہُد پر کبھی غضبناک نہ ہوتے بلکہ انہیں تو خوش ہونا چاہیے تھا

پھر لطف اور مزے کی بات یہ ہے کہ جب ہُدہُد نے ملکۂ سبا اور اس قوم کے بارے عجیب وغریب معلومات بیان کیں اور سب کچھ اُس نے سچ سچ کہا اور وہ اپنے بیان کردہ واقعہ میں سچا بھی تھا، مگر حضرت سلیمان کو اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا وہ فرماتے ہیں کہ میرا خط لے جاؤ، اور ملکۂ سبا سے اس کا جواب لے آؤ تاکہ یہ بات واضح ہو اور ہمیں معلوم ہو کہ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۝......

کیا تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے؟

حضرت عیسیٰ اور علم غیب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب آسمانوں پر اٹھا لیا تو عیسائیوں نے ان کو اور ان کی والدہ کو معبود اور مشکل کشا بنا لیا۔ . . . . . . حاجات و مشکلات میں ان کو پکارنے لگے . . . اور ان کے نام کی نذر و نیاز دینے لگے۔

. . . . . . قیامت کے دن اللہ رب العزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ اے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود اور الٰہ بنا لینا؟ اس سوال پر حضرت عیسیٰ کانپ جائیں گے اور جو جواب دیں گے، اسے قرآن نے نقل کیا ہے، عرض کریں گے

سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۚ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (سورہ مائدہ ۷ پ)

تیری ذات پاک ہے، میرے لائق نہیں تھا، اور مجھے کوئی حق نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا سرے سے حقدار ہی نہیں تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہے تو وہ تجھ کو معلوم ہے کیونکہ تو میرے دل کی باتیں جانتا ہے، اور میں تیرے دل کی بات کو نہیں جانتا، بے شک تو ہی ہے چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا، میں نے تو ان کے سامنے وہی بات کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ اے لوگو! عبادت و بندگی صرف اللہ تعالیٰ کی کرو جو میرا بھی پالنہار ہے اور تمہارا بھی پالنہار ہے، اور میں ان سے واقف اور مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھ کو اپنی طرف

آسمانوں پر) اٹھالیا، تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا، اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

سامعین گرامی قدر! اس مضمون اور ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم کو عیسائیوں نے معبود بنالیا، مگر ان کے تفصیلی حالات کا علم . . . عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں۔ اس لئے روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں وہ عرض کریں گے کہ جب تک میں ان میں موجود رہا ان کے اعمال اور حالات سے واقف اور باخبر رہا، مگر جب تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھا لیا، تو بعد کے حالات کی مجھ کو خبر نہیں کہ وہ کیا کرتے رہے اور کیا کہتے رہے . . . . اگر حضرت عیسیٰ عَالِمُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہوتے . . . . . . اگر وہ عالم الغیب ہوتے تو ان کو تفصیل سے یہ معلوم ہوتا کہ قوم نے ان کے بعد کیا کچھ کہا ہے . . . . اس واقعہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت عیسیٰؑ غیب دان نہیں تھے۔۔

بخاری میں ایک حدیث ہے ذرا اسے بھی سنئے تاکہ مسئلہ نکھر جائے . . . . . رحمت کائنات سرورِ عالم ؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے جن کی صورتیں اور شکلیں میرے صحابہؓ سے ملتی ہونگی، اور فرشتے انہیں جہنم کی طرف دھکیل کر لے جا رہے ہونگے، میں کہوں گا یَا رَبِّ اُصَیْحَابِیْ . . . مولا! یہ تو میرے اُمتی معلوم ہوتے ہیں۔ فرشتے انہیں دوزخ کی طرف کیوں لے جارہے ہیں۔ انہیں میرے پاس آنے دو۔ . . . اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا

اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ . . . . . . آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات کی تھیں . . . . . مکمل و کامل دین میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں داخل کردی تھیں۔

امام الانبیاء سید الکونین ؐ نے فرمایا، قیامت کے روز جب مجھے آگاہ کیا جائیگا

تو میں وہی کچھ کہونگا، جو میرے بھائی نے کہا ہوگا۔

کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ (بخاری ج ۲ ص ۶۶۵)

جب تک میں ان میں موجود رہا، ان پر مطلع رہا، ان کے حالات سے باخبر رہا، اور جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ہی تھا خبر رکھنے والا۔

بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوا اور واضح ہوا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے حالات سے لاعلمی اور بے خبری کا اظہار فرمائیں گے،، اسی طرح امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بعد پیدا ہونے والے حالات و واقعات سے لاعلمی کا اظہار فرمائیں گے۔ . . .
. . . . جس طرح حضرت عیسیٰؑ غیب دان نہیں، اسی طرح امام الانبیاءؐ بھی غیب دان نہیں۔

تمام انبیاءؑ کیا کہیں گے

میں نے مشہور انبیاءؑ میں سے چند ایک کے واقعات و حالات آپ کے سامنے ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء کرامؑ عالم الغیب نہیں تھے۔ . . . .
. . . اب آخر میں میں قرآن مجید کی ایک ایسی آیت پیش کر رہا ہوں جس میں انبیاء کرام اقرار کریں گے کہ وہ عالم الغیب نہیں بلکہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔

قیامت کے دن اللہ رب العزت تمام انبیاء کرام کو میدان محشر میں جمع کر کے سوال کرے گا۔ . . . . تمام امتوں کے سامنے انبیاء کرامؑ سے پوچھا جا رہا ہے مَاذَا اُجِبْتُمْ کہ دنیا میں جب تم اپنی اپنی امتوں کے پاس میرا پیغام لے کر گئے تھے تو انہوں نے کس طرح مانا۔ . . . . . .

انہوں نے کیا جواب دیا. . . . . اور کہاں تک انہوں نے میری دعوت کی اجابت کی تھی. . . . . . . چونکہ ہر نبی اور ہر پیغمبر سے اس کی پوری امت کے متعلق سوال ہوگا. خواہ وہ امتی قریب ہوں یا بعید. . . . . . وہ اپنے پیغمبر کے سامنے فوت ہوئے ہوں یا بعد میں وفات پائی ہو. . . . . . . ظاہری اور باطنی کیفیت ان کی کیسی تھی. . . . . . . تمام انبیاء کرام جواب میں عرض کریں گے.

لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝. . . . . . . ہم کو علم نہیں بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات کی سب سے عظیم ہستیاں . . . . سب سے اعلیٰ اور ارفع ہستیاں . . . . . . سب سے بلند تر لوگ . . . . . . یعنی انبیاء کرامؑ بھی غیب دان نہیں، وہ خود اقرار کر رہے ہیں کہ لا علم لنا جب انبیاء کرامؑ بھی عالم الغیب نہیں تو پھر مخلوقات میں سے اور کون ہے جو عالم الغیب ہو. . . . . . . جب ثابت ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی غیب دان نہیں. . . . . . . مخلوقات میں سے کوئی بھی عَالِمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ نہیں. . . . تو پھر کوئی بھی معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں. . . . . . معبود اور الٰہ صرف وہی ہے جو علام الغیوب ہے. . . . . . . معبود اور پکارے جانے کے لائق صرف اور صرف وہی ہے جو عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے. . . . . . . ہاں ہاں مشکل کشا حاجت روا، اور الٰہ صرف اور صرف وہی ہے جو بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہے. . . . . . ہاں معبود اور مسجود اور مستعان صرف اور صرف وہی کہ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ جس کی صفت ہے. اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آیت الکرسی کی ابتداء میں دعویٰ کیا ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے جہاں

اور بہت سی عقلی دلیلیں دیں ہیں وہاں اپنے علم کی وسعت کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے اور ساتھ ہی منفی رنگ میں مخلوقات سے کلی اور تفصیلی علم غیب کی نفی فرمائی ہے کہ

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ. کہ جب مخلوقات میں سے کوئی بھی صرف ایک چیز کا محیط اور تفصیلی علم نہیں رکھتا تو پھر وہ پکار، سجدے، نذر و نیاز اور عبادت کے لائق نہیں ہے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

اکیسویں تقریر ۲۱

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبات میں ہم نے قرآن وسنت کے دلائل سے اس بات کو اور اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام جو مخلوقات میں سب سے افضل، سب سے اعلیٰ سب سے بلند و بالا، سب سے برتر اور سب سے اَعلم ہوتے ہیں۔ وہ بھی عالم الغیب نہیں ہیں۔ . . . . . . ہر شئی کا تفصیلی، کلی اور محیط علم انہیں حاصل نہیں تھا۔

آج کی تقریر میں میں اس حقیقت کو بیان کرنا چاہتا ہوں، اور ان شاء اللہ تعالےٰ قرآن وسنت کے دلائل اور مضبوط براہین سے یہ ثابت کروں گا کہ جس طرح اشرف المخلوقات انسان عالم الغیب نہیں، جس طرح انبیاءِ کرام علیہم السلام عالم الغیب نہیں، اسی طرح فرشتے جو نور سے پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مقرب ترین مخلوق ہے . . . . . . فرشتے جو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہیں . . . . . فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے مبرا ہیں . . . . ہاں فرشتے جو عصیاں کاری سے پاکیزہ ہیں . . . . فرشتے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں مصروف رہتے ہیں . . . . . فرشتے جو کسی وقت اور کسی حالت میں اپنے پروردگار کی حکم عدولی نہیں کرتے . . .

وہ بھی غیب کا علم نہیں رکھتے۔ . . . . . . حتیٰ کہ سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام جو ہر پیغمبر تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے وہ بھی عالم الغیب نہیں ہیں۔ . . . . . . میں ابھی دلائل و براہین سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت اور واضح کروں گا۔

اسی طرح آج اس حقیقت سے پردہ اٹھانا ہے کہ اولیاء اللہ۔ . . . . . بزرگان دین۔ . . . . صالحین بھی عالم الغیب نہیں ہیں۔ . . . . . .
اور یہ بھی واضح کرنا ہے کہ آگ سے بنی مخلوق جنات جو ہمیں نظر نہیں آتے وہ بھی غیب کا علم نہیں رکھتے

علم غیب اور جنات

اکثر مسلمان اس مغالطہ میں مبتلا ہیں کہ جنات غیب کا علم رکھتے ہیں۔ . . . . . وہ غیب کی خبریں رکھتے ہیں، وہ بے چارے شعبدہ بازوں کے چکر میں آجاتے ہیں، اور شعبدہ باز لوگ انہیں اس بات پر پختہ کر لیتے ہیں کہ ہمارے قابو میں جنات ہیں جو ہمیں غیب کی اور مستقبل کی خبریں بتلاتے ہیں۔ . . . . . آئیے قرآن سے پوچھتے ہیں کہ اللہ رب العزت کیا بیان کرتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کا کام اپنی نگرانی میں شروع فرمایا تھا، مگر تعمیر مکمل ہونے سے پہلے ہی حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات ہوگئی، . . . . . . اپنے انتقال سے پہلے وہ اپنے بیٹے حضرت سلیمان کو وصیت فرما گئے تھے کہ بیت المقدس کی تعمیر کا کام اپنی نگرانی میں مکمل کروانا۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنے والد گرامی کی وصیت و نصیحت کے مطابق بیت المقدس کی تعمیر کا کام جاری رکھا، اور چونکہ جنات ان کے تابع تھے۔ اس لئے اپنی نگرانی میں جنات سے یہ کام کروا رہے تھے۔ . . . . . . ابھی تعمیری کام

جاری تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وقت وفات آن پہنچا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ شیشے کے مکان میں جو اُن کا عبادت خانہ بھی تھا اور وہیں سے وہ جنات کے کام کی نگرانی فرمایا کرتے تھے۔ اس مکان میں اپنے عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے تھے کہ روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ طویل مدت تک حضرت سلیمان لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعض مفسرین نے کہا کہ تقریباً ایک سال تک اسی حالت میں کھڑے رہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جنات یہی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اور عبادت میں مصروف ہیں۔ بلکہ جنات نے پہلے سے زیادہ بڑھ چڑھ کر کام کرنا شروع کر دیا کہ شاید حضرت جی ! کو جلدی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب اُدھر جنوں نے بیت المقدس کی تعمیر کا کام مکمل کیا۔ اور ادھر اللہ تعالےٰ نے دیمک کے کیڑے کو حکم دیا کہ جس لاٹھی پر ٹیک لگا کر حضرت سلیمان کھڑے ہیں اُسے نیچے سے کھانا شروع کر دے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لاٹھی جب اندر سے کھوکھلی ہو گئی اور حضرت سلیمانؑ کا بوجھ برداشت نہ کر سکی تو حضرت سلیمانؑ گر پڑے (حضرت سلیمانؑ کے گرنے سے ثابت ہوا کہ ان کے جسدِ عنصری کے اندر روح موجود نہیں تھی اگر روح موجود ہوتی تو کبھی بھی نہ گرتے)

جب حضرت سلیمان گر پڑے تو اب جنات کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان تو مدت ہوا فوت ہو چکے ہیں۔ اور اتنی مدت تک ان کا جسم لاٹھی کے سہارے کھڑا رہا۔ اور اب یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ جنات غیب کا علم نہیں رکھتے۔ اگر وہ غیب دان ہوتے تو ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا علم ہو جاتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر وہ عالم الغیب ہوتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت سلیمانؑ کی روح ان کے جسم اقدس سے پرواز کر گئی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر انہیں حضرت سلیمان کی موت کا پتہ ہوتا تو اتنی طویل مدت تک بیت المقدس کی تعمیر

اور محنت ومشقت میں مشغول کبھی نہ رہتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہیں حضرت سلیمان کی موت کا علم ہوتا تو اسی روز محنت ومزدوری چھوڑ کر نو دو گیارہ ہو جاتے۔

قرآن مقدس نے اس دلچسپ واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝ (سورہ سبا رکوع۲)

پھر جب ہم نے فیصلہ کیا حضرت سلیمان پر موت کا نہ جتلایا ان کا مرنا مگر گھن کے کیڑے نے کھا تا رہا اس کا عصا پھر جب حضرت سلیمان گر پڑے معلوم کیا جنات نے کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں۔

سامعین گرامی قدر! اس قرآنی واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ سارے جنی مخلوق غیب دان نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن نے ان کے عالم الغیب ہونے کی واضح نفی کی ہے۔ جب جنات عالم الغیب نہیں تو وہ عبادت و پکار کے لائق بھی نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب جنات غیب کا علم نہیں رکھتے تو وہ الٰہ نہیں ہو سکتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہو سکتے۔ ۔ ۔ ۔ الٰہ معبود ومسجود اور مشکل کشا صرف اور صرف وہ ہے کہ یَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ جس کی صفت ہے۔

اولیاء اللہ بھی عالم الغیب نہیں

آیئے قرآن وحدیث کے آئینے میں اس بات کا جائزہ لیں۔ کہ مومنین میں سے وہ لوگ جو صالحین کے درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ جو شریعت کے اوامر کی اور نواہی کی پابندی کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے محب اور متبع ہوتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو اللہ کی توحید کو سینے سے لگا

کر ساری دنیا سے کٹ کر لے لیتے ہیں، پھر وہ اللہ کے دوست اور ولی بن جاتے ہیں کیا یہ بزرگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا یہ صالحین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا یہ اولیاء اللہ غیب کا علم رکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن کیا کہتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر مزے اور لطف کی بات ہے کہ وہ ولی کتنے اونچے ولی ہوں گے جن کا تذکرہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مقدس میں کیا ہے۔

اصحابِ کہف

سات اولیاء اللہ جن کو اصحاب کہف کہا جاتا ہے۔ (اصحاب کہف کا تفصیلی ذکر ہم " لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ " کے موضوع پر تقریر صــ پر کر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ فرمالیجئے)

اصحاب کہف کا واقعہ اللہ رب العزت نے سورت کہف میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ سات اولیاء اللہ تین سو نو سال تک ایک غار میں سوئے رہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تین سو نو سال کے بعد اللہ تعالےٰ نے انہیں اٹھایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک نے پوچھا کَمْ لَبِثْتُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہنے لگے ہم یہاں ایک دن ٹھہرے ہیں یا دن کا بھی بعض حصہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ اصحاب کہف جو اللہ کی توحید کے لئے وطن سے بے وطن ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو اللہ تعالےٰ کے پیارے تھے وہ تین سو نو سال تک غار میں سوئے رہے ۔ ـــــــــــــــ اس واقعہ سے واضح ہوا اصحاب کہف جو اولیاء اللہ تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصحاب کہف جو مقربانِ خدا تھے وہ غیب دان نہیں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نیند کی حالت میں ان کو یہ بھی علم نہیں تھا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رات دن کے آنے جانے کا علم نہیں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سردی اور گرمی کا احساس نہیں تھا ۔ ۔ ۔

...... مومنوں کے تغیرات کا پتہ نہیں تھا... جب سوئے ہوئے اولیاء اللہ کو گردوپیش کے حالات کا علم نہیں تو پھر موت کے بعد وہ غیب داں کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اور جب اولیاء اللہ غیب داں نہیں ہیں تو پھر وہ معبود اور مسجود بھی نہیں ہو سکتے... وہ غائب اور تیری پکاریں سن نہیں سکتے...... اِلٰہ اور معبود وہ ہے کہ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ جس کی صفت ہے۔

حضرت مریم کی والدہ

قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی اور حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ محترمہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جس سے ادنیٰ عقل رکھنے والا انسان بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی یہ فرمانبردار بندی....... صرف اللہ تعالےٰ کی خالص عبادت کرنے والی بندی...... اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ کے الفاظ کے ساتھ صرف اللہ تعالےٰ کے نام کی نذر اور منت ماننے والی یہ بندی...... عابدہ، زاہدہ، صائمہ، اور ساجدہ بندی.....

اتنی عظیم عورت بھی غیب داں نہیں تھی...

قرآن کہتا ہے جب وہ امید سے ہوئیں تو انہوں نے اللہ تعالےٰ کی نذر مانتے ہوئے کہا رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا..... اے میرے پالنہار مولا! میں تجھ سے وعدہ کرتی ہوں، اور تیرے نام کی نذر مانتی ہوں کہ میرے ہاں جو لڑکا پیدا ہوگا اس سے دنیا کا کوئی کام نہ لونگی، بلکہ تیرے گھر کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی....... یہ نذر انہوں نے اس امید اور اس توقع پر مانی تھی کہ ان کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے بیٹوں ہی کو وقف کیا جاتا ہے.......

بیٹیوں سے یہ کام نہیں لیا جاتا

مگر ان کی امید اور توقع کے خلاف ان کے ہاں لڑکی کی پیدائش ہوئی۔ . . . .
. . . . اپنی منت اور نذر کے پیش نظر اور اپنی امید اور توقع کے پورا نہ ہونے
سے انہیں بہت افسوس اور دکھ ہوا اور اس کا اظہار اس طرح کیا

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی (آل عمران ۳۶)

پس لڑکی جنی تو کہنے لگیں میرے پروردگار! میں نے تو بیٹا مانگا تھا لیکن تو
نے بیٹی عطا کر دے۔

سامعین گرامی قدر! قرآن مجید میں بیان اس واقعہ سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نانی، اور حضرت مریم کی والدہ کو اس قدر بلند مرتبہ
عابدہ، زاہدہ ہونے کے باوجود غیب کا علم نہیں تھا۔ . . . . . . ان کو اس
بات کا علم نہیں تھا کہ ان کے پیٹ میں کیا ہے۔ . . . . لڑکا ہے یا لڑکی . .
. . . اگر وہ غیب دان ہوتیں۔ . . . . . . اگر انہیں اپنے پیٹ میں اٹھائے
ہوئے بوجھ کا علم ہوتا۔ . . . . اگر ان کو علم ہوتا کہ ان کے ہاں لڑکی کی
پیدائش ہوگی تو وہ کبھی اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا کی دعا
نہ مانگتیں۔

حضرت مریمؑ بھی عالم الغیب نہیں

حضرت مریم علیہا السلام کی والدۂ محترمہ کا واقعہ آپ نے سُنا۔ اب
ذرا حضرت مریمؑ کے بارے بھی سنیئے کہ آیا انہیں غیب کا علم تھا یا نہیں؟

حضرت مریم کوئی معمولی عورت نہیں۔ . . . . . . ایک اولوالعزم اور
صاحب کتاب پیغمبر کی والدہ ہیں۔ . . . . . . انبیاء کے مقدس خاندان سے
تعلق ہے۔ حضرت مریم اگرچہ پیغمبر اور نبی نہیں۔ لیکن ان کا ولیہ اور صدیقہ ہونا تو
خود قرآن سے ثابت ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مریم کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جس سے روز روشن کی طرح واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم غیب دان نہیں تھیں۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دے کر حضرت مریم کے پاس بھیجا۔ . . . . حضرت جبرائیل امین انسانی شکل اور بشری لباس میں حضرت مریم کے پاس پہنچے۔ . . . . تو حضرت مریم اپنے سامنے کھڑے جبریل امین کو نہ پہچان سکیں . . . اور کہنے لگیں

اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا ۞

مَیں تجھ سے اپنے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو پرہیزگار ہے

اب جبریل امین نے فرمایا

اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ . . . . کہ مریم جس کو تم آدمی اور انسان سمجھ رہی ہو، مَیں انسان نہیں ہوں تیرے رب کا ایلچی ہوں . . . . . فرشتہ ہوں . . . . . اور تجھے بیٹے کی خوشخبری اور بشارت دینے آیا ہوں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام باوجود ولیہ اور صدیقہ ہونے کے . . . . حضرت مریم باوجود صالحہ اور زاہدہ ہونے کے غیب دان اور عالم الغیب نہیں تھیں . . . . اگر وہ عالم الغیب ہوتیں تو جبریل امین کو پہچان لیتیں . . . . اگر وہ عالم الغیب ہوتیں تو اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ، کبھی نہ کہتیں . . . . اگر وہ غیب دان ہوتیں تو جبریل امینؑ کو انسان اور بشر بھی نہ سمجھتیں۔

حضرت سارہ زوجۂ ابراہیمؑ بھی عالم الغیب نہیں

حضرت سارہ تاریخ اسلام کی عظیم عورت ہے . . . حضرت ابراہیمؑ کی زوجیت کا انہیں شرف حاصل ہے . . . .

حضرت اسحاقؑ کی والدہ محترمہ ہیں . . . . . . حضرت یعقوب کی دادی اور حضرت یوسفؑ کی پردادی ہیں . . . . . . حضرت سارہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبردار اور مقبول بندی تھیں . . . . . . حضرت سارہ اتنی عظیم عورت تھیں کہ جن کو اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کے ذریعے انتہائی عزت ، بے پناہ احترام ، نہایت ہی شفقت ، اور رحمت سے خطاب فرمایا . . . . . ملائکہ نے کہا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ (هود ع ۷)

اے سارہ ! اے ابراہیم کے اہل بیت ! کیا تم اللہ تعالےٰ کے حکم سے تعجب کرتی ہو . تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں .

حضرت سارہ اتنے مرتبہ اور اتنی شان اور اتنے مقام کے باوجود غیب دان نہیں تھیں . . . . اگر وہ غیب دان ہوتیں تو جب فرشتے انسانی لباس میں ان کے گھر ان کو بیٹے کی خوشخبری دینے آئے تھے . اور حضرت ابراہیمؑ نے مہمانوں کے لئے بچھڑا ذبح فرمایا ، اور اُسے تیار کرنے کا حکم دیا تھا . . . . اگر حضرت سارہ غیب دان ہوتیں . . . . اور ان کو پتہ ہوتا کہ مہمان جن کے لئے بچھڑا تلا جا رہا ہے . وہ انسان نہیں بلکہ انسانی لباس میں فرشتے ہیں تو وہ کبھی ان کے لئے کھانا تیار نہ کرتیں . . . . اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو مہمانوں کی حقیقت کا علم نہیں تھا ، اسی طرح ان کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ کو بھی معلوم نہیں تھا کہ مہمان کون ہیں ؟

پھر جب فرشتوں نے بتایا کہ جنہیں تم نے انسان سمجھا اور ان کی مہمانی کے لیے بچھڑا بھون کر لائے وہ انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں اور اللہ رب العزت کا پیغام آپ تک پہنچانے آئے ہیں . . . . اور پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ . حضرت

سارہ کے بطن سے آپ کو بیٹا عطا فرمائے گا۔ . . . . . . حضرت سارہ نے یہ خوشخبری سنی تو حیران رہ گئیں ۔ اس لئے کہ ان کی عمر اس وقت نوے سال تھی، اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو بیس سال تھی (مستدرک ص ۵۶۰ ج ۲)

پھر حضرت سارہ نے اپنی حیرانگی اور تعجب کا اظہار اس طرح کیا،

يٰوَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ (سورۃ ہود)

ہائے، وائے مجھ پر کیا میں بچہ جنوں گی، حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے خاوند بالکل بوڑھے ہیں یہ تو عجیب بات ہے۔

سامعین محترم ! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سارہ جو ایک اولوالعزم پیغمبر کی رفیقۂ حیات ہیں . . . . . . ایک پیغمبر کی والدۂ محترمہ ہیں . . . . . ایک نبی کی دادی ہیں . . مگر اتنے مقام و مرتبہ کے باوجود وہ غیب دان نہیں تھیں . . . . اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو بیٹے کی خوشخبری ملنے پر اتنا تعجب اور اتنی حیرت کا اظہار کبھی نہ کرتیں . . . . اپنے بڑھاپے اور حضرت ابراہیم کے بڑھاپے کی شکایت کر کے متعجب نہ ہوتیں۔

اصحاب سلیمانؑ اور علم غیب

حضرت سلیمان اپنے اصحاب اور لاؤ لشکر کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں چیونٹیاں اپنے رزق اور روزی کی تلاش میں اپنے بلوں اور گھروں سے باہر پھر رہی تھیں . . . . . چیونٹیوں کی ملکہ کو اللہ رب العزت نے دکھایا کہ ! دیکھو سامنے حضرت سلیمان اپنے اصحاب اور لشکر سمیت تشریف لا رہے ہیں اور انہوں نے اسی میدان سے گزرنا ہے۔

چیونٹیوں کی ملکہ نے سوچا کہ اگر حضرت سلیمان اور ان کا لشکر اس میدان کو روند کر گزریں گے۔ تو میری رعایا ان کے پاؤں کے نیچے کچلی جائے گی، اس لئے اس نے

فوراً حکم دیا:

يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ

کہ چیونٹیو! فوراً اپنے اپنے سوراخوں اور اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوجاؤ!

. . . . چیونٹیاں کہنے لگیں ! ملکۂ معظمہ آج خلافِ معمول وقت سے

پہلے اپنے اپنے سوراخوں میں جانے کا حکم کیوں دیا جا رہا ہے ؟

چیونٹیوں کی ملکہ نے کہا ——— لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَ

جُنُوْدُهٗ . وہ سامنے حضرت سلیمان کا لشکر آرہا ہے اور انہوں نے اسی میدان

اور وادی سے ہوکر گزرنا ہے ۔ کہیں تم ان کے پاؤں کے نیچے آکر کچلی اور روندی نہ

جاؤ ۔

چیونٹیاں کہتی ہیں ! ملکۂ محترمہ ایک طرف تو آپ کہتی ہیں کہ اللہ کا پیغمبر اور

اس کے ساتھی اور صحابی آرہے ہیں ، اور پھر کہتی ہو کہ ہم ذرۂ ناچیز کو وہ اپنے

پیروں تلے کچل دیں گے . . . . . . بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پیغمبر ہو اور ہم پر ظلم

کرے . . . . بھلا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیغمبر کے صحابہ ہوں ، اور

چیونٹیوں پر زیادتی کریں . . . . کیا وہ ہمیں اپنے پیروں کے نیچے

روند ڈالیں گے ؟

چیونٹیوں کی ملکہ کہنے لگی ! پیغمبر اور پیغمبر کے صحابہ کسی پہ جان بوجھ کر زیادتی

نہیں کرتے . . . . . . لیکن !

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

جب تم حضرت سلیمان اور ان کے ساتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچلی جارہی ہوگی

وان کو پاؤں کے نیچے کا علم اور شعور بھی نہیں ہوگا ۔

(اللہ ربُّ العزت کو چیونٹی کی یہ گفتگو اور چیونٹی کا یہ عقیدہ اتنا پسند آیا کہ اُسے

قرآن بنا دیا اور پوری سورت کا نام چیونٹی کے نام پر سورہ نمل رکھ دیا)

سامعین گرامی قدر! حضرت سلیمان کی صحبت میں رہ کر روحانی فیض حاصل کرنے والے اور براہ راست پیغمبر کی تربیت و تعلیم سے استفادہ کرنے والے .... حضرت سلیمان کی معیت میں رہنے والے لوگ کتنے عظیم ہوں گے .... ظاہر بات ہے کہ پوری دنیا کے اولیاء اللہ اور بزرگ ان کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے .... حضرت سلیمان کے صحابہ کے بارے اور خود حضرت سلیمان کے بارے میں چیونٹی کی ملکہ کا عقیدہ یہ تھا اور اس کے اس عقیدے کو قرآن بنایا گیا، کہ حضرت سلیمان بھی عالم الغیب نہیں اور ان کے صحابہ جو تمام اولیاء اللہ سے افضل واعلیٰ تھے وہ بھی غیب دان نہیں ....
.... پھر جب وہ غیب دان نہیں تو پکار اور عبادت کے لائق بھی نہیں ....
عبادت و پکار کے لائق وہ ہے۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ جس کی صفت ہے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ اور علم غیب

خلیفۂ ثانی لاثانی، امام عادل و برحق امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ سے کون واقف نہیں ....
السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ان کا شمار ہوتا ہے، اور خیر الخلائق بعد الانبیاء، افضل الناس بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ان ہی کا مقام و مرتبہ ہے .... یہ تو پھر فاروق اعظم ہیں، ایک عام صحابی کا مقام و مرتبہ بھی پوری امت سے بلند و بالا ہے ..

حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے جس سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔ امام الانبیاء، سرور کائنات، فخر موجودات حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو اصحاب رسول میں غم، افسوس اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی، شدت غم سے آنسو نہیں تھمتے تھے، کئی ایک کے ہوش اڑ گئے کئی ایک کی زبانیں بند ہو گئیں۔ . . . . . . انہیں اس کا یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی ہمارے محسن و مہربان پیغمبر ہم سے رخصت ہو گئے . . . . . .
مسجد نبوی میں اضطراب و بے چینی کی کیفیت تھی، جو اصحاب رسول پر چھائی ہوئی تھی۔

پھر لوگوں نے یہ منظر دیکھا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے کھڑے ہیں۔ . . . . منہ میں غصے سے جھاگ بہہ رہی ہے اور کہہ رہے ہیں کہ خبردار! جو کوئی کہے کہ نبی اکرمؐ وفات پا گئے ہیں، آپ پر ابھی موت نہیں آئی۔ . . . . آپ پر صرف غشی طاری ہوئی ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوہ طور پر غشی آ گئی تھی۔ . . . . آپؐ عنقریب اٹھیں گے منافقین کے سر قلم کریں گے، اور ہم سب کے بعد آپ دنیا سے رخصت ہوں گے۔

حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر یہ سب کچھ کہہ رہے تھے اور صرف ایک دیوار کی اوٹ کے پیچھے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں آنحضرتؐ کا وجود مبارک اس حالت میں موجود تھا کہ اس میں روح مبارک موجود نہیں تھی، . . . . . . آپؐ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ . . . . . . آپ پر موت طاری ہو چکی تھی۔ . . . . مگر حضرت عمرؓ ابھی تک سمجھ رہے تھے کہ آنحضرتؐ زندہ ہیں۔ . . . . . . ان پر موت نہیں صرف غشی طاری ہوئی ہے۔ . . . . اگر حضرت عمرؓ غیب دان ہوتے تو اس غلط فہمی کا شکار کبھی نہ ہوتے۔ . . . . اگر حضرت عمرؓ عالم الغیب ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ ہمارے شفیق و مہربان پیغمبر ہم سے رخصت ہو چکے

. . . . لیکن حضرت عمرؓ اس وقت تک غلط فہمی کا شکار رہے ہیں
جب تک خلیفۂ اوّل بلافصل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی یہ غلط فہمی اپنے
اس تاریخی خطبے سے دور نہیں کر دی کہ

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم فَإِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ
علیہ وسلم قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّهُ حَيٌّ لَا يَمُوتُ (بخاری)

جو شخص تم میں سے اپنے پیغمبر کی عبادت کرتا ہے تو وہ سن لے کہ حضرت
محمد رسول پر موت آگئی . . . . . . اور جو شخص تم میں سے اپنے اللہ کو
معبود سمجھتا ہے تو اس کا معبود ایسا زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ اور شہادت

حضرت عمرؓ کو قتل کرنے کے لئے فیروز مجوسی ایرانی النسل

نماز فجر کے وقت صف میں موجود ہے . . . . زہر آلود خنجر اپنے پائجامہ
کے نیفے میں چھپا رکھا ہے . . . حضرت عمرؓ صفیں درست کرتے ہوئے
آئے تو اس لعین نے خنجر کا کاری وار کیا اور حضرت جام شہادت نوش کر گئے

سینکڑوں میل دور سے یَا سَارِيَةَ الْجَبَل کہہ کر اپنے کمانڈر کو آواز دینے
والے حضرت فاروق اعظمؓ کو مسجد نبوی کے اندر موجود اپنے قاتل کی موجودگی کا علم
نہ ہو سکا . . . . . . قاتل نے کپڑے کے نیچے خنجر چھپایا ہوا ہے . مگر
حضرت عمرؓ اسے نہیں دیکھ سکے . . . .

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بلند ترین صحابی رسول ، السّابقون الاوّلون کا
مصداق ، بشر بالجنۃ ، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ باوجود اپنے مقام و مرتبہ
کے اور باوجود اپنے فضائل و مناقب کے غیب دان نہیں تھے . . . . . .
اگر وہ غیب دان ہوتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ مسجد نبوی میں ان کا قاتل موجود ہے

اور اس نے خنجر چھپا رکھا ہے، وہ مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ پھر وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر ضرور فرماتے۔

حضرت سیدنا علی رضؓ پر قاتلانہ حملہ اور شہادتؓ

خلیفۂ چہارم، داماد نبی حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر عبد الرحمٰن نامی ایک شخص نے کوفہ کی جامع مسجد کے باہر جب خلیفہ وقت نماز فجر پڑھانے کے لئے تشریف لا رہے تھے، زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے حملہ کیا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے داماد نبی شہید ہو گئے۔

ادنیٰ عقل اور معمولی سمجھ رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو غیب دان ہوتا ہے اس پر قاتلانہ حملہ نہیں ہوتا، اور جس پر قاتلانہ حملہ ہو، جس کے راستے میں قاتل چھپ کر بیٹھ جائے۔ جس پر مخفی طریقے سے وار ہو، جو تلوار کے زخم کھا کر جام شہادت نوش کر جائے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا . . . . وہ غیب دان نہیں ہوتا۔

خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکرؓ اور علم غیبؓ

انبیاء کرام کے بعد پوری مخلوق سے افضل و اعلیٰ شخصیت حضرت صدیق اکبرؓ کی شخصیت ہے . . . . وہ ثانی اثنین ہیں . . . . ان کو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب، کہا ہے . . . . ان کو اصحاب رسولؐ نے متفقہ طور پر اپنا امام اور اپنا امیر منتخب کیا . . . . رحمت کائنات، سرور انبیاءؐ نے انہیں اپنی زندگی میں اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ لیکن اتنے مقام و مرتبہ اور اتنے فضائل و مناقب کے باوجود حضرت ابو بکرؓ غیب دان نہیں تھے . . . . صرف ایک واقعہ

پیش کرتا ہوں اُس سے اندازہ لگانے کی کوشش فرمائیے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۳ میں ایک روایت ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کو خراج دیا کرتا تھا، اور آپ اس کے دیئے ہوئے خراج سے کھایا کرتے تھے۔ ایک روز اس نے خراج میں کھانے کی کوئی چیز پیش کی آپ نے اسے تناول فرمالیا۔ . . . . غلام کہنے لگا . . حضرت! آپ کو معلوم ہے کہ یہ چیز مجھے کس طرح حاصل ہوئی . . . . . آپ نے فرمایا، مجھے اس کا کوئی علم نہیں . . . . اس نے کہا جاہلیت کے دور میں میں کہانت اور نجومی کا کام کرتا تھا۔ . . . . ایک شخص نے آج اسی کہانت کا معاوضہ دیا ہے جو آپ نے تناول فرمالیا . . . . . حضرت صدیق اکبرؓ نے فوراً منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کر دی، کیونکہ کہانت کی اجرت حلال اور جائز نہیں تھی۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر جو سردار امم ہیں، سرتاج اولیاء ہیں مگر وہ غیب دان اور عالم الغیب نہیں ہیں . . . . . . اگر وہ عالم الغیب ہوتے تو کہانت کی اجرت والی چیز تناول ہی نہ فرماتے۔

امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علمِ غیب

کوئی ذی عقل اور اہل علم امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فکر، اجتہاد و تفقہ، زہد و تقویٰ، خشیت خوفِ الٰہی، اور ان کے کمالات و فضائل سے انکار نہیں کر سکتا۔ ایک موقع پر آپ سے پوچھا گیا کہ مشرکین اور کفار کے چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں؟

امام اعظمؒ نے جواب میں فرمایا

لَآ اَدْرِیْ اِنَّھُمْ (اطفال المشرکین) فِی الْجَنَّۃِ اَمْ فِی النَّارِ (بحر الکلام ص۵۴)

مَیں نہیں جانتا کہ مشرکین کے چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں۔

اس سوال وجواب سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ غیب دان نہیں تھے . . . . اگر وُہ غیب دان ہوتے تو یہ کبھی نہ کہتے کہ لَآ اَدْرِیْ مَیں نہیں جانتا۔

فرشتے بھی عالم الغیب نہیں

مَیں نے تقریر کی ابتداء میں عرض کی تھی کہ آج دلائل سے ثابت کروں گا کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کے محبوب ومصطفےٰ پیغمبر غیب کا علم نہیں رکھتے اسی طرح نور سے پیدا شدہ فرشتے جو ہر وقت اللہ کی عبادت واطاعت میں مصروف رہتے ہیں، وہ بھی غیب نہیں جانتے،

جب اللہ تعالےٰ نے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا، تو اِس کا تذکرہ فرشتوں کے سامنے کیا کہ

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً . . . . اور

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ . . . . اس کے جواب میں فرشتوں نے کہا

اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ

یا اللہ ! تو زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو زمین میں فساد اور خونریزی کریں گے۔

اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کے جواب میں فرمایا !

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ

بے شک جو کچھ مَیں جانتا ہوں، وہ کچھ تم نہیں جانتے ،

اس سے ثابت ہوا کہ فرشتے غیب دان نہیں تھے. . . . . . اگر وہ غیب جانتے ہوتے. . . . . اگر فرشتے عالم الغیب ہوتے تو انہیں سب کچھ معلوم ہوتا، اور وہ ان پوشیدہ مصلحتوں اور حکمتوں کو ضرور جانتے جن پوشیدہ حکمتوں کی بنا پر اللہ تعالٰے نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تھا،

اسی لئے اللہ رب العزت نے فرشتوں کو خطاب کر کے صاف اعلان فرمایا کہ جو کچھ مَیں جانتا ہوں، وہ کچھ تم نہیں جانتے ،

ایک شُبہ کا جواب

ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ اشکال اور شُبہ ہو کہ ابھی آدمؑ پیدا نہیں ہوئے . . . . . . ابھی آدمؑ کا وجود نہیں بنا. . . . . . ابھی آدمؑ کا خمیر نہیں گوندھا گیا لیکن فرشتوں نے اس وقت کہا تھا

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ،

یا اللہ! تو زمین میں ایسے لوگوں کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو اس میں فساد اور خونریزی کریں گے.

فرشتوں کے اس کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیب جانتے ہیں، اسی لئے آنے والی مخلوق کے بارے اپنی رائے کا اظہار کیا، اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ سو فیصد درست اور صحیح نکلا.

امام بغویؒ نے اس شُبے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا.

اَیْ کَمَا فَعَلَ بَنُو الْجَآنِّ فَقَاسُوا الشَّاهِدَ عَلَی الْغَآئِبِ وَاِلَّا

فَهُمْ مَا كَانُوا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ ۔ (معالم برحاشیہ خازن ص۳۸ ج۱)

یعنی فرشتوں نے یہ بات انسانوں کو جنات پر قیاس کر کے کہی تھی ۔ ورنہ فرشتے غیب دان نہیں تھے ۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد ان کے سامنے فرشتوں سے چند چیزوں کے نام پوچھے گئے تو انہوں نے برملا اپنی لاعلمی کا اقرار کر لیا اور کہا

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۞

مولا ! تیری ذات پاک ہے (یعنی اے اللہ علم غیب تو تیری صفت ہے اور تیری ذات اپنی ذات و صفات میں شریکوں سے پاک ہے ۔ . . . . . قرطبی ص۵ ج۱)

ہم کو تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہم کو عطا فرمایا ۔

سید الملائکہ حضرت جبرائیلؑ بھی غیب دان نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دینے کے لئے فرشتوں کو بھیجا ۔ . . . . یہ فرشتے کون تھے ؟ علامہ ابن جریر فرماتے ہیں

كَانُوْا جِبْرِیْلَ وَمَلَكَیْنِ آخَرَیْنِ (ابن جریر ص۲۹ ج۱۲)

وہ فرشتے حضرت جبریل امین اور دو اور تھے ۔

امام قرطبیؒ کہتے ہیں ۔

قَدْ نَقَلَ الْمُفَسِّرُوْنَ اَنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ كَانُوْا ثَلَاثَةً جِبْرِیْلُ وَمِیْکَآئِیْلُ وَاِسْرَافِیْلُ (قرطبی ص۶۵ ج۹)

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ وہ فرشتے تین تھے ۔ یعنی جبریل امین ، . . . . میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام

گویا حضرت ابراہیمؑ کے ہاں آنے والے فرشتے اولوالعزم فرشتے تھے ، بلکہ تمام

ملائکہ کے سردار تھے۔

حضرت ابراہیمؑ حد درجہ کے مہمان نواز تھے، جونہی یہ فرشتے انسانی شکل وصورت اور بشری لباس میں ان کے گھر پہنچے تو وہ فوراً گھر چلے گئے، اور ایک بچھڑا ذبح کر کے اور تل بھون کر لائے اور فرشتوں کے سامنے رکھ دیا.....

... مہمان نوری تھے، اور نور بشری لباس میں بھی آئے تو نہیں کھاتا......

... مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے، حضرت ابراہیمؑ ڈر گئے کہ کہیں یہ میرے دشمن نہ ہوں، کیونکہ میرا نمک نہیں کھا رہے......خوف کے آثار حضرت ابراہیم کے چہرے پر ظاہر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ ہم انسان نہیں فرشتے ہیں اور آپ کو بیٹے کی خوشخبری دینے آئے ہیں.

اگر حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے غیب دان ہوتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر میں ہمارے لئے کھانا تیار کر رہے ہیں تو وہ یقیناً انہیں روکتے اور منع کرتے کہ ہم انسان نہیں ہیں، ہمارے لئے کھانا نہ تیار کیجئے.

اس واقعہ کو قرآن نے کئی جگہ پر (سورت ہود، سورت ذاریات) بیان فرمایا ہے. جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے تمام لوگوں کے سردار حضرت ابراہیمؑ بھی غیب دان نہیں تھے، اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو سامنے بیٹھے ہوئے مہمانوں کی حقیقت سے واقف ہوتے، اور ان کے لئے مہمان نوازی کا انتظام کبھی نہ کرتے.....

اور اس واقعہ سے یہ بھی بات نکھر گئی کہ فرشتے اور سید الملائکہ حضرت جبرائیل امین بھی غیب دان نہیں تھے، اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ حضرت ابراہیمؑ گھر کے اندر ہماری مہمان نوازی کے انتظام وانصرام میں مصروف ہیں

اور اگر انہیں اس بات کا علم ہوتا تو وہ انہیں اس مہمان نوازی سے ضرور روکتے

حضرات گرامی قدر! آج کی تقریر میں میں نے قرآن و حدیث کے حوالے سے یہ حقیقت ثابت کردی ہے کہ اولیاء اللہ اور صالحین بھی غیب دان نہیں.. ...... نار سے تخلیق شدہ جنات بھی عالم الغیب نہیں..... اور نور سے بنے فرشتے بلکہ فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل امینؑ بھی غیب نہیں جانتے....... کیونکہ ارشاد ربانی ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ....... غیب دان ہونا یہ صفت خداوندی ہے، جس میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے....... فرمایا یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ۝